شمارہ ۲ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ خرداد ۱۳۷۹ھ ش جون ۲۰۰۰
ثقافتی قونصلیت اسلامی جمہوریہ ایران، اسلام آباد

Marfat.com

سبوی دوست

عمری گذشت و راه نبردم بہ کوی دوست
مجلس تمام گشت و ندیدیم روی دوست

گلشنِ معطر است سراپا زبوی یار
گشتیم ہر کجا نشنیدیم بوی دوست

ہر جا کی می روی زرُخ یار روشن است
خفاش وار راه نبردیم سوی دوست

میخوارگانِ دلشده ساغر گرفته اند
مارا نمی نصیب نشد از سبوی دوست

گوش من و تو وصف رُخ یار نشنود
ورنہ جهان ندارد جز گفتگوی دوست

باعاقلان بگو کہ رُخ یار ظاہر است
کاوش بس است این ہمہ در جستجوی دوست

ساقی ز دستِ یار بہ ما بادہ می دہد
برگیر می تو نیز ز دستِ نکویِ دوست

دیوان حضرت امام خمینی (ره) ص ٦٤

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

یاد دہانی

ایران اور پاکستان صدیوں سے دوستی اور اخوت کے بے شمار رشتوں میں منسلک ہیں۔ پیغام آشنا کے اجراء کا مقصدِ وحید ان دونوں ملکوں کے درمیان اس خطے کی مشترکہ میراث اور دور حاضر میں زندگی کے مختلف شعبوں میں دیگر اشتراکات کے بارے میں مناسب شعور پیدا کر کے ان تعلقات کو مزید مضبوط اور مستحکم بنانا ہے۔ اس سلسلے میں پیغام آشنا برصغیر پاک و ہند کے اہل علم و قلم کے ہر قسم کے تعاون کا بالعموم' اور پاکستانی دانشوروں کی تحریروں کا خاص طور پر خیر مقدم کرتا ہے۔

* پیغام آشنا ہر سال چار مرتبہ شائع ہوتا ہے۔

* پیغام آشنا میں صرف غیر مطبوعہ علمی' تنقیدی' ادبی اور ثقافتی مقالات شامل کیے جاتے ہیں' جن میں تحقیقی رنگ غالب ہونا چاہیے۔ مطبوعہ مقالے کے لکھنے والے کو متعلقہ شمارہ کے اس نسخے کے علاوہ ایک حقیر نقد اعزازیہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔

* پیغام آشنا میں شائع ہونے والے مواد کے نفس مضمون کے بارے میں تمام تر ذمہ داری متعلقہ مصنف پر عائد ہوتی ہے اور ادارہ کا تمام حقایق یا آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

* بغرض اشاعت ارسال کیے گئے تمام مضامین کاغذ کے ایک طرف ٹائپ یا صاف ستھرے خط میں' دونوں جانب مناسب حاشیے کے ساتھ لکھے ہوئے ہونے چاہئیں۔ حوالہ جات اور حواشی مآخذ کی ضروری تفاصیل کے ساتھ مقالے کے آخر میں منسلک کرنا نہ بھولیں۔ ضروری مکمل حوالوں کے بغیر موصول ہونے والے مقالات پیغام آشنا میں شائع نہیں کیے جائیں گے۔

* پیغام آشنا میں کسی مقالے کی اشاعت کے لیے ادارہ کی طرف سے نامزد کردہ ماہرین کی تائید ضروری ہے اور اس سلسلے میں ادارہ ناقابل اشاعت تحریروں کی مصنفین کو واپسی کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔

* اشاعت کے لیے قبول کیے جانے والے مقالات میں ادارہ ضروری ادارتی ترمیم' تنسیخ اور تلخیص کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

* پیغام آشنا میں کسی کتاب کے تبصرے یا تعارف کی اشاعت کے لیے کتاب کی دو جلدوں کا موصول ہونا ضروری ہے۔

* پیغام آشنا میں اشاعت کے لیے جملہ نگارشات اور تبصرے کے لیے کتابیں مدیر مسئول' پیغام آشنا'

ثقافتی قونصلیت اسلامی جمہوریہ ایران، مکان نمبر ۲۵' گلی نمبر ۲۷' F-6/2' اسلام آباد۔ (فون نمبر 827937-8' فیکس نمبر: 821771) کے پتے پر ارسال کی جا سکتی ہیں۔

*- پیغام آشنا میں شائع شدہ مواد سے ماخذ کے ذکر کے بغیر استفادہ ممنوع ہے۔

***

Marfat.com

پیغام آشنا

سال اوّل، شمارہ ۲

ربیع الاول ۱۴۲۱ھ / خرداد ۱۳۷۹ش / جون ۲۰۰۰ء

ایران اور پاکستان کے ثقافتی تعلقات کے بارے میں مطالعات اور تحقیقات پر مشتمل سہ ماہی مجلہ

مدیر مسئول

ڈاکٹر رضا مصطفوی سبزواری، یونیورسٹی پروفیسر و ثقافتی قونصلر ج.ا.ا۔ پاکستان

مشاوران

ڈاکٹر محمد مہدی توسلی ○ ڈاکٹر محمد سلیم اختر

مدیر داخلی

پروفیسر مقصود جعفری

ترتیب و تدوین

جاوید اقبال قزلباش

کمپوزنگ

ممتاز حسین آخوندزادہ

طباعت

منزا پریس اسلام آباد

ثقافتی قونصلیٹ اسلامی جمہوریہ ایران۔ پاکستان

مکان نمبر ۲۵، گلی نمبر ۲۷، F-6/2 - اسلام آباد

فون نمبر 8-827937 فیکس: 821771

Marfat.com

مجلس مشاورت

جناب ڈاکٹر محمد سلیم اختر — پرنسپل ریسرچ فیلو، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، اسلام آباد

جناب ایوب بخاری — ایڈووکیٹ، اٹک

جناب ڈاکٹر غضنفر مہدی — سیکرٹری انجمن تاریخ و آثار قدیمہ، اسلام آباد

محترمہ ڈاکٹر زاہدہ افتخار — پرنسپل، گورنمنٹ کالج فار ویمن، سیالکوٹ

محترمہ ڈاکٹر صغریٰ بانو شگفتہ موسوی — سابق صدر شعبہ فارسی، نمل، اسلام آباد

اراکین افتخاری

جناب ڈاکٹر اسحاق ظفر انصاری — ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

جناب ڈاکٹر سید علی رضا نقوی — سابق صدر شعبہ فقہ اسلامی، اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

جناب مرتضیٰ موسوی — سابق ڈائریکٹر جنرل، پاکستان نیشنل سنٹر، اسلام آباد

جناب ڈاکٹر سید محمد اکرم — پروفیسر و صدر شعبہ اقبالیات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Marfat.com

فہرست

سخن مدیر مسئول و ثقافتی قونصلر .... ڈاکٹر رضا مصطفوی ۱
اداریہ .... مدیر داخلی ۳

فارسی ادب

مثنوی بو علی قلندر: عہد سلاطین کی زندہ تصویر .... مقصود حسنی ۴
کلکتہ کا فارسی ادب .... پروفیسر عبدالسبحان ۱۱
فارسی ضرب الامثال کا اردو زبان میں استعمال .... ڈاکٹر وجیہ الدین ۲۳

اسلام شناسی

مرکز ترجمہ قرآن حکیم .... ادارہ ۳۳
پاکستان میں سیرت النبیؐ کے فارسی مخطوطات .... ڈاکٹر رضا مصطفوی سبزواری ... ۳۶
کربلا کعبہ صاحب نظراں آج بھی ہے .... سید عباس حسین کاظمی ۴۹
مغرب کی فکری تحریکیں اور اسلام کا روشن مستقبل .... کرنل (ریٹائرڈ) غلام سرور ۵۳
آنحضرت کی ولادت باسعادت .... ناصر زیدی ۵۸
نذر عاشور امام عالی مقام (نظم) .... جاوید اقبال قزلباش ۶۱
نخل نبی کے پھول (نظم) .... سجاد مرزا ۶۲
سلام (نظم) .... نصرت زیدی ۶۳
امت واحدہ .... ریاض احمد چشتی نظامی قصوری ۶۴

اقبال شناسی

شہید مرتضیٰ مطہری اور اقبال .... سید سکندر زیدی ۷۳

یادیں

جوش ملیح آبادی .... شبنم شکیل ۷۹

ثقافتی روابط

ایران و پاکستان کے ثقافتی علمی و ادبی روابط میں پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور کا کردار .... سید مرتضیٰ موسوی ۸۳

Marfat.com

ایرانی ادب

اجنبی: ایک ایرانی افسانہ .... ناصر نادری / ابو عمار ۸۹

راہوں کے کھردرے پتھر (نظم) .... آمنہ بنت الہدیٰ / جاوید قزلباش ۹۳

اردو ادب

قادرنامہ غالب .... ڈاکٹر محمود الرحمٰن ۹۵

آدم نو (نظم) .... رشید نثار ۱۰۱

رشید امجد کے منتخب افسانے .... جمیل آذر ۱۰۳

جلال گیتی ستان (نظم) .... خالد اقبال یاسر ۱۰۸

گلدستہ درد .... منصور جعفری ۱۰۹

صفحہ دل (نظم) .... طاہر نظامی ۱۱۵

گوشہ خواتین

حجاب: مسلمان خواتین کی شناخت .... پروفیسر ڈاکٹر شگفتہ موسوی ۱۱۷

ایرانی خواتین کی کامیابیاں اور ان معاشرتی حیثیت .... خانم موسوی حسینی ۱۲۶

نقد و تبصرہ کتب

Love and Liberty، فرات غم، .... ادارہ ۱۳۳

Ali, the Lion of Allah

کلچرل قونصلیٹ اسلامی جمہوریہ ایران

ثقافتی خبریں .... ادارہ ۱۳۵

پیغام آشنا کے نام .... ادارہ ۱۴۲

فارسی حصہ

مثنوی بو علی شاہ قلندر، ادب فارسی در کلکتہ، اسلامی ضرب الامثال فارسی در زبان اردو، پژوھشی در مخطوطات فارسی

سیرت النبیؐ در پاکستان، مبصتهای مغرب و آیندہ روشن اسلام، امت واحدہ، شہید مرتضیٰ مطہری و اقبال،

قادرنامہ غالب، حجاب: تشخص زن مسلمان........ ادارہ ۱۴۵

محفل مشاعرہ

اردو، فارسی زبانوں میں ایک منفرد محفل مشاعرہ .... ناصر زیدی ۱۵۷

ہفتہ وحدت کی مناسبت سے محفل مشاعرہ .... ادارہ ۱۶۱

Marfat.com

سخن مدیر اور ثقافتی نمایندہ

ثقافتی قونصلیٹ اسلامی جمہوریہ ایران کو اس بات سے مسرت حاصل ہو رہی ہے کہ مجلہ پیغام آشنا کا دوسرا سہ ماہی شمارہ، جیسا کہ ابتدا میں وعدہ کیا گیا تھا، موسم بہار کے آخر میں ٹھیک وقت پر شائع ہو رہا ہے۔ مجلّے کے پہلے اور دوسرے شماروں کی طباعت کے درمیانی وقفے میں دفتر مجلّہ کو پاکستان کے اہل علم و فضل کی طرف سے بے شمار خطوط موصول ہوئے جس سے ہماری حوصلہ افزائی ہوئی۔ انہوں نے مجلّے کی اشاعت کے ہدف کے بارے میں ہماری تعریف کی اور اس کے حصول کی خواہش ظاہر کی۔ بعض حضرات نے مجلّے کے اولین شمارہ کو کتب خانوں میں دیکھا اور اس کی رکنیت کا تقاضا کیا۔

تعداد اشاعت میں کمی کی وجہ سے ہمارے لئے ان تقاضوں کو قبول کرنے کا امکان نہ تھا۔ لیکن اسی بنا پر ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کی اشاعت کو دوگنا کر دیا جائے تاکہ مجلہ زیادہ سے زیادہ احباب تک پہنچ سکے۔ ہم احباب کی محبتوں کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ہم نے اس مجلّے کے گزشتہ شمارے میں، جو حضرت امام خمینیؒ کی صد سالہ سالگرہ کی مناسبت سے خصوصی اشاعت تھی، یہ یاد دہانی کی تھی کہ اس مجلّے کا مقصد یہ ہے کہ اہل ایران اور پاکستان کے درمیان ثقافتی، دینی، قومی اور دیگر گوناگوں تعلقات اور اشتراکات کو مضبوط کیا جائے۔ بلاشک وشبہ دنیا میں ایسے دو ممالک کم ہی ہونگے جو اس حد تک آپس میں نزدیک ہوں، اور ان کے مابین اس درجہ مشترکہ ثقافت موجود ہو۔

مجلّے کی انتظامیہ کی برصغیر پاک وہند کے ماہرین ثقافت اور دانشوروں سے یہ خواہش ہے کہ تہذیب وثقافت، ادب، اور دونوں ملتوں کے درمیان دوسرے مشترکات کے بارے میں تحقیقی مقالے ارسال کر کے اس مقدس منزل کے حصول میں ہماری مدد کریں اور دوستی کے رشتوں کے استحکام اور اس کے رنگارنگ جلوے پیش کرنے کی کوشش کریں۔ ثقافتی قونصلیٹ اسلامی جمہوریہ ایران حضرت امام خمینی رضوان اللہ علیہ کی گیارھویں برسی -۱۴ خرداد ماہ- کی مناسبت سے، دنیا بھر کے مسلمانوں کو پرسا، اور تاریخ اسلام کی اس عظیم شخصیت کی روح پر فتوح کو سلام، اور پروردگار عالم سے

Marfat.com

ان کی زندہ و جاوید امنگوں اور اہداف کے عملی جامہ پہننے کی دعا کرتا ہے۔

مجلہ پیغام آشنا کی انتظامیہ ابھی ایک پر نشیب و فراز راستے کے ابتدائی مراحل میں ہے اور اسے اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ اپنے مقدس مقاصد تک پہنچنے کے لئے ابھی پوری طرح کامیاب نہیں ہوئی۔ امید ہے قارئین کرام حافظ کے اس شعر کو مد نظر رکھتے ہوئے خامیوں سے صرف نظر کریں گے۔

کمال صدق محبت ببین نہ نقص گناہ
کہ ہر کہ بی ہنر افتد نظر بہ عیب کند

(حافظ / غزل ۱۸۳)

Marfat.com

فارسی ادب

Marfat.com

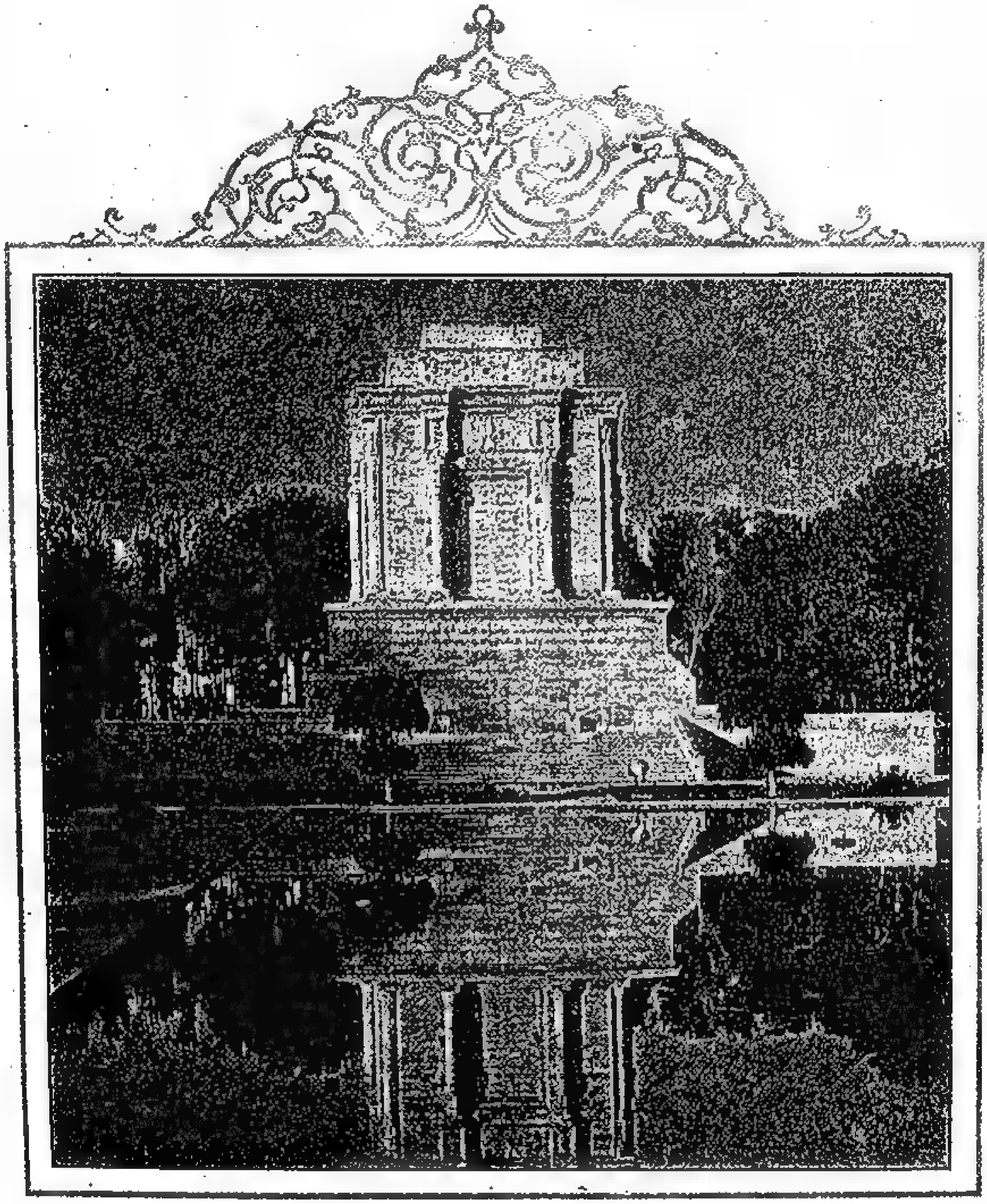

آرامگاه حکیم ابوالقاسم فردوسی– توس

Marfat.com

چراغ کی لو

قارئین کرام

پیغام آشنا کے پہلے شمارے کے سلسلے میں ہم آپ کی قیمتی آراء کے لئے مشکور و ممنون ہیں۔ ہم نے آپ کی اس مجلّے سے دلچسپیوں کے اظہار کے پیش نظر کئی آرا کو عملی شکل دینے کی سعی کی ہے۔ دراصل آج کے ماحول میں لوگ علم و ادب سے بیگانہ ہو رہے ہیں جسکی بنیادی وجہ مادّی ترجیحات اور سائنسی ایجادات ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کی دنیا سائنس کی دنیا ہے اور لوگ چراغ کے بجائے قمقمہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پروانے چراغ کی لو سے ہی جل کر خاکستر بنتے ہیں اور سوزِ عشق کی لاج رکھتے ہیں اور یہ سعادت قمقمہ کو میسّر نہیں۔ اسی طرح علم و ادب کا جو انسانی تاریخ اور تہذیب میں مقام ہے وہ کسی اور شے کو نہیں مل سکتا۔ یہ علم و ادب کی ہی برکتیں ہیں کہ ذہنوں کو جلا ملتی ہے اور دل گرمیٔ عشق سے پُرنور ہوتے ہیں۔ **پیغام آشنا** اسی سلسلے کی ایک کڑی اور اسی راہ کا ایک چراغ ہے۔ اس کا بنیادی مقصد اردو دان طبقہ کو اپنے اسلاف اور عصرِ حاضر کی اہم علمی و ادبی شخصیات کی کاوشوں سے متعارف کرانا ہے۔

پیغامِ آشنا کا دوسرا شمارہ آپ کے پیش نظر ہے۔ اس شمارہ میں تحقیقی مقالوں کے علاوہ تخلیقی مضامین اور شعری و ادبی مواد ہے۔ ایران اور پاکستان کی نامور علمی و ادبی شخصیات کی تحریروں سے اسے مزیّن کیا گیا ہے۔ زندگی اور ادبیات کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں پر سیر حاصل علمی مواد اکٹھا کیا گیا ہے تاکہ اہل فکر و نظر کے ذوق کی تسکین کا سامان فراہم ہو سکے۔

پیغامِ آشنا کو یہ امید ہے کہ یہ کاوشیں تھکے حوصلوں اور پژمردہ ولولوں کو تازگی، رعنائی اور زندگی کی نوید دیں گی۔ ہم اس مشینی اور میکانکی دور میں انسانیت پر ثقافتی حملوں کے شاہد ہیں اور ان حملوں کا جواب قلم ہی کی زبان سے دینا ممکن ہے لہٰذا ہم قلم قبیلے سے اس مبارزے میں معاونت کی درخواست کرتے ہیں۔ کیونکہ مسئلہ اب قومیتوں کا نہیں انسانی اور اخلاقی ارزشوں اور قدروں کا ہے جن پر براہ راست ضرب پڑ رہی ہے۔ ہمیں یہ بھی امید ہے کہ اربابِ تحقیق و دانش اس راستے میں اس مجلّے کو اپنے لئے ایک مفید مددگار اور حامی و ناصر پائیں گے۔

خدا ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

مدیر داخلی
مقصود جعفری

Marfat.com

مثنوی بو علی شاہ قلندر

عہدِ سلاطین کی زندہ تصویر

مقصود حسنی☆

شاعری جہاں انسانی طبائع کو لطف اور حظ فراہم کرتی ہے وہاں اپنے عہد کی سیاسی معاشرتی اور ادبی اقدار کی عکاسی بھی کرتی ہے۔ مورخ بعض واقعات کو کسی قسم کی تلخی سے بچنے کے لئے گول کر جاتا ہے یا پھر انہیں کوئی دوسرا رنگ دے دیتا ہے یا انعام اور خوف کی وجہ سے بعض نہایت حساس اور اہم واقعات کو مسخ بھی کر دیتا ہے۔ اس لئے مورخ کے کہے پر آنکھیں بند کر کے یقین نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کیا جانا چاہئیے بلکہ اس کے پیش کئے گئے مواد کو تحقیق کی کسوٹی پر ہر حال میں پرکھا جانا چاہئے۔ مورخ کے برعکس ادیب یا شاعر اپنے عہد کا سچا عکاس ہوتا ہے۔ شاعر کبھی دانستہ اور کبھی نادانستہ طور پر اپنے عہد کے حالات بیان کر دیتا ہے حالات کی تلخی سے بچنے کے لئے اس کے پاس شعری ہتھیار موجود ہوتے ہیں۔ اگرچہ شاعر کی اپنی ترجیحات بھی ہوتی ہیں۔ اسی طرح وہ مفادات سے بالاتر بھی نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود حساس طبع کے باعث سچی اور کھری کھری باتیں بھی اس کے قلم سے نکل جاتی ہیں۔ مورخ کے پاس شاعر کے سے ہتھیار موجود نہیں ہوتے۔ جبکہ شاعر تلخ حقائق کو فن، حسنِ نفاست، ایمائیت اور رومانیت کی مخملی چادر میں لپیٹ کر پیش کر دیتا ہے۔ گویا اس کا عہد "مصری چڑھی" تلخی کو خوشی قبول کر لیتا ہے۔ شاعر کی ذات بھی ممکنہ پریشانی سے بچ جاتی ہے۔

برِ صغیر پاک و ہند کے بیشتر صوفیائے کرام شاعر بھی رہے ہیں۔ کچھ نے اپنی شاعری میں سچائی کا برملا اظہار کیا۔ جس کے ردِ عمل میں وہ مختلف حلقوں میں نشانہ تضحیک بھی بنے۔ جن صوفیائے

☆- شیر ربانی ٹاؤن، کالج روڈ، قصور

Marfat.com

کرام نے بر ملا اظہار حقیقت سے اجتناب برتا' انہوں نے نہ صرف شعری ہتھیار' استعمال کئے بلکہ "خانقاہی معرفت" سے بھی استفادہ کیا۔ انہوں نے خانقاہی معرفت کا سہارا لے کر بطور مصلح ناخوشگوار سیاسی' معاشی' سماجی اور معاشرتی حالات کی عکاسی کی اور ایسے حالات سے بے زاری کا بھی اظہار کیا۔

حضرت شرف الدین بو علی شاہ قلندرؒ کا شمار برصغیر پاک و ہند کے عظیم صوفیا میں ہوتا ہے۔ ان کے عہد کے علماء کرام اور مشائخ عظام ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ انہوں نے بطور عالم' معلم اور مفتی فرائض سرانجام دیئے۔ حضرت قلندرؒ نے اپنی مثنوی (ا) میں اپنے عہد کے سیاسی' سماجی اور خانقاہی حالات کی بڑے خوبصورت انداز میں عکاسی کی ہے۔ اس مثنوی میں انہوں نے نہ صرف شعری ہتھیاروں سے کام لیا ہے بلکہ "خانقاہی معرفت" کو بھی وسیلۂ اظہار بنایا ہے۔ اس سے نہ صرف ابلاغ کو جامعیت میسر آئی بلکہ شعری حسن میں نکھار اور احساسات میں جوش اور گرمی کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔

مثنوی کے مطالعہ کے دوران یوں محسوس ہوتا ہے جیسے حضرت قلندرؒ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے کسی شخص کو تصوف و عشق کے رموز سمجھا رہے ہوں۔ اس سمجھانے کے حوالہ سے وہ زندگی کے مختلف گوشوں کی اپنے عہد کے حوالہ سے عکاسی کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت قلندرؒ نے کسی خوف سے یہ اسلوب اور طرز اظہار اپنایا ہو گا۔ ہاں البتہ اس مخصوص اسلوب اور طرز اظہار سے انہوں نے اپنے اشعار میں بغیر کسی قسم کی تلخی پیدا کئے اپنے عہد کی تصویر کشی کر دی ہے اور ان کے کہے کا زندگی سے بڑا قریب کا تعلق پیدا ہو گیا ہے۔

حضرت قلندرؒ کا ہر لفظ اس عہد کے علماء کرام مشائخ عظام اور سلاطین کے لئے شفاف آئینے کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ برا بھلا بھی کہتے ہیں، ملامت بھی کرتے ہیں۔ ان کی ملامت اور سرزنش چونکہ شعری نزاکتوں اور خانقاہی معرفت کی چادر میں ملفوف ہے اس لئے ناگوار نہیں گزرتی بلکہ اپنا مخصوص اثر چھوڑتی چلی جاتی ہے۔

حضرت قلندرؒ نے اپنے عہد کے سیاسی حالات کو نہایت نفاست اور سلیقہ سے پیش کیا ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے ان کے عہد کے سلاطین کے سیاسی رویے کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ کہتے ہیں:

ا۔ جامعہ پنجاب (لاہور) کے کتب خانہ میں مثنوی "بلبل و طوطی" کے نام سے موجود ہے۔

Marfat.com

برسرت باشد تراگر تاج زر　　　کس نیاید از تکبر در نظر
بلکه روتابی چو نمرود از خدا　　　گم کنی خود را نترسی از جزا

ان دونوں اشعار میں انہوں نے نفسیاتی کیفیت کی عکاسی کی ہے:

اب یہ شعر ملاحظہ فرمائیں اس میں بادشاہوں کی ہمت اور ان کے اقتدار سے محروم ہونے والوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔اسی طرح کلمۂ حق کہنے والوں کی بے ہمتی کو کچوکہ دیا گیا ہے۔یہ شعر اس عہد کے شاہ و گدا کے لئے آئینے کا درجہ رکھتا ہے:

ہمتے رفتست از شاہ و گدا　　　منعمان گشتند گدائے بے نوا

حضرت قلندرؒ صاحب نے اس مثنوی میں بطور حوالہ بسلسلہ حق و باطل حضرت حسینؓ اور یزید کی تلمیح بھی استعمال کی ہے۔اسی طرح فرعون اور نمرود ایسی تلمیحات کے استعمال سے اپنے عہد کے سیاسی حالات کو زیادہ بہتر طور پر واضح کرنے کی سعی فرمائی ہے۔

اب ان سیاسی حالات اور سیاسی رویوں کے زیر اثر پروان چڑھنے والی معاشرت اور سماج کی عکاسی بھی ملاحظہ فرمائیں:

از جہان مہر و وفا معدوم شد　　　حال مردم یک بیک معلوم شد
آشنائی ہا بر افتاد از جہان　　　شرم شستہ شدہ ز چشم مردمان
ای دریغا وضع نیکان شد بدل　　　در دیار علم افتادہ خلل
قحط افتادست در ملک سخا　　　خشک گشتہ مزرع مہر و وفا
تیغ مسک شجرۂ احسان برید　　　ہمچو عنقا ہمت از عالم پرید
برکت از کشت و زراعت گشت کم　　　قامت جود و سخاوت گشت کم
رحم از دلہای مردم شد نہان　　　تختی پیدا شدہ بر مردمان
خلق نیکو شد ز عالم ناپدید　　　طبع مردم سگ صفت گشتہ پلید
مہر گم شد از دل فرزند و زن　　　فتنہ برپا گشت از دیر کہن
چون چنان برخاست عالم گشت تنگ　　　دختران با مادران دارند جنگ

رنگ و نسل کے حوالہ سے جو صورتحال پیدا ہو گئی تھی اس کو حضرت قلندرؒ دور فرمانا چاہتے تھے۔اس بیماری کے اظہار کے وقت ان کے لفظوں میں اچھی خاصی تلخی پیدا ہو جاتی ہے:

Marfat.com

چند مغروری تو بر اصل و نسب   از تکبر دور باش ای بی ادب

اس مثنوی کے حوالہ سے حضرت قلندرؒ کے عہد میں انسانوں کا باہمی تعلق کسی محبت کے حوالہ سے استوار ہوتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ لوگ مادّی حوالوں کو اولیت کا درجہ دیتے تھے۔ اور ان حوالوں سے ان کی وفاداریاں (قطعی) مخصوص تھیں۔ غربت اور مفلسی کے ساتھ ہی محبت اور وفاداریاں بدل جاتی تھیں۔ دوستیاں نام کی دوستیاں تھیں نیکی اپنی "اصل وضع" ہی کھو بیٹھی تھی۔ گویا لالچ اور خوف نے نیکی کو مکاری کا لباس پہنا دیا تھا۔ لوگوں میں برداشت کا مادّہ ختم ہو گیا تھا۔ اسی طرح عمومی بول چال میں کرختگی اور کڑواہٹ پیدا ہو گئی تھی۔ جب دولت جمع کرنے کا جنون پیدا ہو جائے تو سخاوت کا تصور ہی مٹ جاتا ہے۔ اسی طرح جب احسان کرنے والوں کی حوصلہ افزائی نہ ہو تو محبت' سخاوت' رحم اور خیر و برکت دم توڑ دیتے ہیں۔ حضرت قلندرؒ نے ان حالات کو قیامت کی نشانیاں قرار دیا ہے:

این نشان ہای قیامت شد پدید   تا قیامت در جہان گردد پدید

اگر حضرت قلندرؒ خانقاہی احترام کے حوالہ سے بات نہ کرتے تو ان کے عہد کا سماج ان کی تلخ کلامی برداشت نہ کر پاتا۔

حضرت قلندرؒ حالات کی عکاسی کرنے کے ساتھ ساتھ مایوسی کو پرے بھی دیتے ہیں اور ان حالات سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ اور لائحہ عمل بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ خدا کی جانب رجوع کرنے کا مشورہ دیتے ہیں:

ہند بگسل دام تن برہم بزن   آشیانِ حرص را آتش فگن

جز خدا کس نیست با تو مہربان   دل مدہ غیر از خداوند جہان

شکر نعمت کن کہ آن رب العباد   داد بر تو آنچہ می بایست داد

حضرت قلندرؒ کی مثنوی پڑھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ وہ اپنے ہم مسلک کسی شخص سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ اس گفتگو کے دوران ہی اس کا اصلی چہرہ اسے دکھا رہے ہیں اور اسے صراطِ مستقیم اختیار کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ گویا مخاطب کو تسکین بھی مل جاتی ہے تو دوسری طرف زمانہ بھی خوش ہو جاتا ہے کہ تنقید اس پر نہیں ہوئی۔ حضرت قلندرؒ کا کمال لاشعوری طور پر قاری پر مثبت اثرات مرتب کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف برجستہ اور روزمرہ کی زبان اور شعری نزاکتیں باذوق طبائع کو لطف اور مسرت فراہم کرتی ہیں۔

Marfat.com

اس مثنوی میں حضرت قلندرؒ صاحب نے اپنے عہد کے اہل ثروت اور با اثر حضرات کی طرز معاشرت اور عمومی رویوں کی بھی عکاسی کی ہے۔ ان کے منفی رویوں میں تبدیلی لانے کے لئے شان قلندری بھی دکھائی ہے۔ وہ ان کے ان رویوں پر نہ صرف کڑی تنقید فرماتے ہیں بلکہ اس کے انجام سے بھی آگاہ فرماتے ہیں۔ وہ زبان کی چاشنی اور حسن و نزاکت میں تلخی پیدا نہیں ہونے دیتے:

آتشی از دور چون گلشن بود		در حقیقت سر بسر گلخن بود
نخوت آرد مر ترا مال و منال		گر نداری از تہیدستی منال
نیست رحمی در دل اہل دول		شیوہء اہل دول باشد دغل
اہل دنیا بہر سیم و مال و زر		گر بدست آید خورند خون جگر

دولت کی بہتات اور اس کی ہوس کا نتیجہ یوں بیان فرماتے ہیں:

دولت آرد کبر را بی دین کند		نفس کافر کفر را تلقین کند
کور گردد روشنی چشم یقین		بستہ گردد بعد ازان درہای دین

حضرت قلندر صاحب نے اس مثنوی میں اس عہد کے جعلی مشائخ کا حلیہ، رویہ، طرز عمل اور ان کے دعووں کی بڑے خوبصورت انداز میں قلعی کھولی ہے۔ انہوں نے ان کے طرز عمل کی وضاحت کے لئے "ضدین" کا بکثرت استعمال کیا ہے۔ ضدین کے حوالہ سے موازنے کی سی صورت و کیفیت پیدا ہو کر منفی طرز عمل سے نفرت و کراہت پیدا کر دیتی ہے۔ انہوں نے زہد و تقویٰ کی تعریف بھی بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

زہد و تقویٰ چیست ای مرد فقیر		طمع بودن ز سلطان و امیر
بہر آب و نان گدا روی دربدر		آبروی خود نریزی بہر زر
ترک سازی صحبت اہل دول		گوشہ گیری تا نیفتی در خلل
تلخ بہ جلاب شیرین زا مچش		پیش دونان بہر نان خواری مکش
بر سر خوان قناعت دست زن		تا نباشد دست بر فرمان شکن

نام نہاد صوفی کا حلیہ ملاحظہ ہو:

زہد و تقویٰ نیست این کز بہر خلق		صوفی باشی و پوشی کہنہ دلق
شانہ و مسواک و تسبیح و ریا		جبہ و دستار و قلب بی صفا

Marfat.com

پیش و پس گردد مرید ناخلف   چون خرِ ابله پے آب وعلف

اور اس کے طرز علم کی یوں عکاسی کرتے ہیں:

دام اندازی برای مرد وزن   خویش را گویی منم شیخ زمن
وعظ گوئی خود نیاری در عمل   چشم پوشی ہمچو شیطان دغل
مکرو تلبیس و ریا کارت بود   ہر نفس شیطان تو یارت بود
چون شوی استادہ از بہر نماز   دل بود گاو و خرت ای حیلہ ساز
خادمان گویند این شیخ زمان   چشم پوشیدست از خلق و جہان
شیخ می گوئی و تسبیحی بدست   صد بُتی داری نہان ای بت پرست

وہ اس نام نہاد صوفی کے من میں بھری غلاظت کو یوں بیان کرتے ہیں:

خود بدہ انصاف ای اہل دغل   دل پرست از مکر و مصحف در بغل
باتو ہمراز است شیطان ومیدم   کی شوی در راہ حق ثابت قدم
کہ نکردی سجدہ از روی نیاز   تاشود درہای رحمت بر تو باز
تا بداند خلق مرد اولیاست   متقی پرہیزگار و پارساست

حضرت قلندر صاحب کی تلقین کا انداز بھی ملاحظہ ہو:

شیخ والا ہوت باشد منزلش   شد فنا ذات بقا شد حاصلش
ازنقایش خویشتن را گم مکن   عیب خودبین عیب بر مردم مکن
ای گرفتار آمدہ در بند نفس   نفس کافر را بکش بشکن قفس
بت شکن برہم بزن بتخانہ را   چون خلیل اللہ بنا کن خانہ را
بہر طاعت لقمہ ئی باید حلال   تا نیفزاید ترا رنج و ملال
لقمہ ئی نشبہہ چوافتد در شکم   قوت او می کند سر رشتہ کم
گر تو مردی نفس کافررا بکش   ور نداری دسترس بشکن خمش
گر خوری یک لقمہ ازوجہ حلال   نور تابد بردل از مہر کمال
دل شود روشن زنور آئینہ وار   پرتو اندازد درآئینہ نگار
چون گشائی چشم ای اہل یقین   ہر طرف تابان جمال یار بین

Marfat.com

نفی گردان از دل خود ماسوا　　تانگنجد در دلت غیر از خدا
چون الف در لام می گرد نہان　　خویش را گم ساز تا گردد عیان
نفس کافر تابود ہمراہ تو　　آتش دوزخ بود جانکاہ تو
ہر کہ رو از کید نفس خویش بست　　عاقبت بر کرسی مقصد نشست

حضرت قلندر صاحب نے ایک مرد عارف کی مثال دی ہے جسے اپنی ریاضت پر بڑا ناز تھا۔ اس پر اس کے اور خدا کے مابین پردہ حائل ہو جاتا ہے۔ اسے اس پر ندامت ہوتی ہے اور وہ اپنے بڑے بول اور گھمنڈ کا احساس کر کے شرمندہ ہوتا ہے اور توبہ کے لئے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے:

باز بستہ عہد تازہ از خدا　　تا کند در راہ حق جان را فدا

اس رجوع اور سچی توبہ پر فرماتے ہیں:

از لسان الغیب این گردد نوید　　از در تو کس نگشتہ نا امید
ہر کہ بر درگاہ تو رو آورد　　نی امید از در گہ تو چون رود
ہر کہ آید بر درت امیدوار　　شاہد مقصود یابد در کنار

***

Marfat.com

کلکتہ کا فارسی ادب

پروفیسر عبدالسبحان☆

اہل کلکتہ کی فارسی زبان سے دلچسپیوں نے نہ صرف بنگال بلکہ پورے ہندوستان میں فارسی ادب کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ بارہویں صدی عیسوی کے بعد سے بنگال میں فارسی تاریخ نویسی کا فروغ ہوا لیکن جہاں تک کلکتہ کا تعلق ہے اس شہر میں فارسی زبان و ادب کے مطالعے کی طرف عوام کے رجحان کا پتہ اٹھارہویں صدی عیسوی سے قبل نہیں ملتا۔

بنگال کے ضلع مرشد آباد میں نواب مرشد قلی خان کے زیر قیادت آزاد نظامت کے قیام کے باعث انگریز کلکتہ میں کثرت سے آکر بسنے لگے اور رفتہ رفتہ مسلم حکمرانوں کی فارسی تہذیب اور روایت بنگال کے رسم و رواج اور معاشرے میں سرایت کرنے لگی۔ ۱۷۵۷ء میں جنگ پلاسی کے بعد شہر کلکتہ عوام کی مزید توجہ کا مرکز بن گیا اور امراء و رؤساء کے علاوہ زندگی کے مختلف شعبوں سے منسلک لوگ یہاں آباد ہونے لگے۔ اس صورتحال نے ایک موافق فضا تیار کردی جس کی وجہ سے انگریز حکمران نہ صرف فارسی سیکھنے پر مجبور ہوئے بلکہ انہوں نے اس کی ترویج و اشاعت کی سرپرستی کی کیونکہ محکوم نوآبادیوں میں مروج رابطے کی زبان صرف فارسی ہی تھی۔

۱۸۰۰ء میں لارڈ ولزلی کی کوششوں سے فورٹ ولیم کالج معرض وجود میں آیا اور اس ادارے نے برطانوی ہندوستان میں فارسی زبان کی تحصیل و ترویج کے لئے ایک ہمت افزا دور کا آغاز کیا۔(۱) گرچہ اردو جسے اہل یورپ "ہندوستانی" کہا کرتے تھے سرکاری سطح پر نشو و نما پاکر اپنی شعاعیں اطراف و جوانب میں بکھیر رہی تھی بااین ہمہ یہ انگریز حکمرانوں کی ناگزیر ضرورتوں کی تکمیل اور ان کے انتظامی امور میں ایک موثر اور نتیجہ خیز کردار ادا کر کے ایک خاص مقام حاصل کر چکی تھی۔ فورٹ ولیم کالج

☆ سابق صدر شعبہ فارسی، مولانا آزاد کالج، کلکتہ

Marfat.com

کے پہلے سربراہ ڈاکٹر گلکرائسٹ (۲) بذاتِ خود ایک عظیم دانشور تھے جن کی علمی جدوجہد ہی کا نتیجہ تھا کہ شہر کلکتہ میں مشہور شعراء اور ادباء کی ایک خاصی تعداد جمع ہو گئی تھی جو فارسی اور اردو ہر دو زبانوں میں افسروں کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر کئے جاتے تھے۔ ان ادیبوں میں میر امنؔ، حفیظ الدین احمدؔ، شیر علی افسوسؔ، حیدر بخش حیدریؔ، میر بہادر علی حسینیؔ، کاظم علی جوانؔ، مولوی اکرم علی اور مرزا علی لطفؔ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ فارسی کے اعلیٰ ادبی شاہکار مثلاً چہار درویش، تاریخ جہان گشائی نادری، طوطی نامہ، عیار دانش اور گلستان وغیرہ فارسی سے اُردو اور پھر انگریزی زبان میں منتقل کئے گئے۔ ان قدیم فارسی تصانیف کے اردو تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی کے یورپین اساتذہ فورٹ ولیم کالج کے شعبہ فارسی کے منشیوں کا انتخاب کرتے تھے اور اس عہدے کے امیدوار ہندوستان کے مختلف حصوں سے آیا کرتے تھے۔ مولوی اللہ داد جو منشیوں کے سربراہ تھے لکھنو کے باشندے تھے، جبکہ دیگر معاونین منشی جیسے بہادر علی، کرم حسین اور نظر اللہ مظفر پور، اودھ اور مرشد آباد سے تعلق رکھتے تھے۔ شعبہ فارسی فورٹ ولیم کالج کا ایک نہایت اہم اور باوقار شعبہ سمجھا جاتا تھا۔ اساتذہ اور طلباء کے درمیان فارسی شاعری کے دلچسپ اور عمدہ موضوعات پر بحث و مباحثہ اور غور و فکر بھی ہوا کرتا تھا۔ ۱۸۰۲ء میں طلباء نے ایک مجلس مباحثہ منعقد کی تھی جس کا موضوع بحث تھا "حافظ کی شاعری میں عشق کا تصور مجازی ہے یا حقیقی" ۱۸۰۹ء اور ۱۸۱۱ء کے درمیان شعبہ فارسی کی جانب سے منتخب فارسی نظم و نثر کی چھ جلدیں شائع کی گئیں جن میں شیخ سعدی کی "گلستان اور بوستان" شامل تھیں۔ ۱۸۱۱ء میں فردوسی کی شاہکار تصنیف "شاہنامہ" اور ۱۸۱۲ء میں نظامی گنجوی کی تصنیف "سکندر نامہ" شائع کی گئی۔ ۱۸۰۶ء میں منشیوں نے فارسی اور عربی الفاظ پر مشتمل "شمس اللغات" کے نام سے ایک لغت ترتیب دی اور دو سال بعد ایک روایتی عربی لغت "منتخب اللغات" کا فارسی ترجمہ شائع کیا گیا۔ کالج کے مشہور استاد فرانسس گلاڈوین نے فارسی قواعد کی دو کتابیں بعنوان "پرشین گائیڈ" اور "پرشین منشی" تصنیف کیں۔ ۱۸۱۸ء میں کالج کے عارضی سکریٹری کیپٹن تھامس روبک نے اپنے ہندوستانی رفقاء کے تعاون سے ایک مشہور فارسی لغت "برہان قاطع" تالیف کی۔ کالج کے شعبۂ فارسی سے منسلک مشہور یورپین اساتذہ میں جیمس اٹیکنس، لفٹیننٹ آئیٹن تھیوسڈن، جان ہارنگٹن، ڈبلو کرکپاٹرک، ڈبلو۔ آئی۔ اوسلے، چارلس اسٹوارٹ اور جان لیڈن قابل ذکر ہیں۔ فارسی زبان و ادب کی ترویج و اشاعت میں مقامی بنگالی ادباء جو کالج سے منسلک تھے مثلاً تارنی چرن مترا نے فارسی ادبی تصنیفات کی

Marfat.com

اشاعت و ترویج میں بھر پور کوشش کی تھی۔

۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کے قیام کے بعد سے تقریباً تیس سال تک کالج میں فارسی زبان و ادب کی سرپرستی اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ مختلف زبانوں کے علاوہ فارسی زبان و ادب کے مرکز کی حیثیت سے نہایت وسیع پیمانے پر اہم خدمات انجام دیتی رہی۔ اس سوسائٹی کی بنیاد مشہور مستشرق سر ولیم جونس (۳) نے ڈالی تھی۔ سوسائٹی میں فارسی کے بیش قیمت اور نایاب قلمی نسخوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اس سلسلے میں سر ولیم جونس نے خود اقدام کیا اور ان کی "فارسی قواعد" مشرقی ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ اس سے پیشتر اس طرح کی کوئی تصنیف منظر عام پر نہیں آئی تھی۔ پروفیسر آربری کے الفاظ میں "ولیم جونس" کا "پرشین سونگ آف حافظ" (حافظ کے فارسی نغمات) فارسی مطالعہ کی ترویج کے لئے ایک عظیم عطیہ ہے۔ بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں سوسائٹی نے ہندوستان کے دوسرے حصوں میں فارسی کے نایاب نسخوں کی تحقیق کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے دور دراز سے علماء بلائے گئے جو نایاب اور نادر قلمی نسخوں کی جانچ کرتے اور ان کی علمی حیثیت متعین کرتے۔ فارسی ادیب مستشرق (Viladmir Ivanow) (متوفی ۱۹۷۰ء) نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ ہندوستان میں گزارا اور ایشیاٹک سوسائٹی کے صدر آنجہانی سر آسوتوش مکھرجی کی بدولت سوسائٹی میں فارسی نسخوں کی ایک جامع توضیحی فہرست مرتب کی جو آج تک محققین کے لئے ناگزیر حوالہ کا کام دیتی ہے (۴) فارسی کے نایاب نسخوں پر تحقیقی کام اور اس کی اشاعت کے سلسلے میں سوسائٹی کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔ مشہور Bibliotheca Indica Series کے تحت فارسی تواریخ، تذکرے، سوانح حیات، جغرافیہ اور ادب کی سو سے زائد کتابیں اب تک شائع کی جا چکی ہیں۔ ان میں تاریخ فیروز شاہی، تاریخ مسعودی، طبقات ناصری، منتخب التواریخ، اقبال نامہ جہانگیری، بادشاہ نامہ، عالمگیر نامہ وغیرہ ملک کے عہد وسطیٰ کی تاریخی تحقیقات میں بنیادی اور اہم مآخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ فارسی زبان و ادب کے موضوعات پر بہت سارے تحقیقی مقالے سوسائٹی کے مشہور و معروف *Journal* مجلّے کی زینت بنتے رہے ہیں جو اہل علم کے لئے ایک نفع بخش اور غیر فانی تحفے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کلکتہ میں انگریزوں اور دیگر باشندوں کے ادبی مشاغل ہی کا نتیجہ ہے کہ اس شہر میں فارسی زبان و ادب کے مطالعے کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ انتظامی امور میں زبان کے عمل دخل سے ان کے اندر اس زبان کو سیکھنے کے

Marfat.com

ذوق میں اس قدر اضافہ ہوا کہ وہ اپنی زبان دانی پر فخر محسوس کرتے تھے۔ ہندوستانی دانشوروں اور عالموں کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے یورپین اسکالر بھی فارسی شعراء، تنقید نگار، قواعد نویس، اور لغات نویسوں کی صف میں شمار کئے جاتے تھے۔ ان میں سے بعض شخصیتوں کی کوششیں نہایت دلچسپ ہیں۔ سر جان شور (۱۷۵۱-۱۸۳۴) جو سر ولیم جونس کے بعد ایشیاٹک سوسائٹی کے منصب صدارت پر فائز ہوئے، فارسی زبان و ادب کے صرف دلدادہ ہی نہیں بلکہ اس زبان میں انہیں مہارت تامہ حاصل تھی اور بلا تکلف اس زبان میں گفتگو کرنے کے علاوہ بسا اوقات شعر خوانی بھی کرتے تھے۔ Lt.Col.James Skimmer (۱۷۷۸-۱۸۴۱) نے ایک فوجی افسر ہونے کے باوجود فارسی ادب میں اپنے نقوش چھوڑے۔ دوسری قابل ذکر ہستی ہنری لوئس ڈیروزیو کی ہے جو کسی زمانے میں ہندو کالج میں اسسٹنٹ ٹیچر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ فارسی کے ممتاز شعراء میں ان کا نام لیا جاتا ہے۔ انہوں نے حافظ کی غزلوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ ان کے ہم عصروں میں ڈے کوسٹا، جو ڈووٹن کالج سے منسلک تھے اور Yooterkin میں قیام پذیر تھے، فارسی کے اچھے عالموں میں سے تھے۔ ایڈورڈ ہنری پامر (متوفی ۱۸۸۲ء) اور تھامس ولیم بیل (متوفی ۱۸۷۵ء) کلکتہ کے نامور اسکالروں میں شمار کئے جاتے تھے۔ William Nassau (۱۸۱۳-۱۸۹۳)-Alloy Sprenger- Lees (۱۸۲۵-۱۸۸۹) اور Blockmanns Henry Fardinand (۱۸۳۸-۱۸۷۸ء) ۱۸۵۰ء سے ۱۸۷۸ء تک یکے بعد دیگرے کلکتہ مدرسہ سے جو اس وقت ہندوستان میں اسلامی تعلیم کی پہلی درسگاہ تھی، حیثیت پرنسپل وابستہ رہے۔ اسپرنگر نے جو کچھ دنوں تک ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے سکریٹری تھے اور سرکاری ملازمت میں حیثیت مترجم کام کر چکے تھے فہرست سازی اور فارسی کی نادر کتابوں کی تالیف میں نمایاں خدمت انجام دی ہے۔ Lees جو فن سپہ گری کے ماہر تھے کئی سال تک فورٹ ولیم کالج میں حیثیت فارسی مترجم کام کرتے رہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے مجلے میں Blochmann کے شائع شدہ عالمانہ مقالات فارسی زبان و ادب کا ایک بیش بہا سرمایہ ہیں۔ اسی طرح دو سو سالہ قدیم کلکتہ مدرسہ نے بھی فارسی زبان و ادب کی ترقی میں قابل تحسین خدمات انجام دی ہیں۔ اس مدرسہ کے مشہور سابق اساتذہ میں۔ معین الدین، مولانا محمد وجیہہ، مولوی اللہ داد، مولوی عبدالخالق حقانی، مولوی عبدالرحیم صفی پوری، مولوی لطف الرحمٰن بردوانی، مولانا عبداللہ ٹونکی، مولوی اسحٰق بردوانی، آغا احمد علی، مولانا صفی اللہ سرحدی، مولانا ولایت

Marfat.com

حسین، مولوی ہدایت حسین، مولانا ظفر عثمانی، مولانا ابوالحفاظ اور علامہ عبدالرحمٰن کاشغری اپنے وقت کے قابل ذکر فارسی ادباء اور شعراء میں شمار ہوتے ہیں (۵) مدرسہ عالیہ کے علاوہ چند دوسری درسگاہیں بھی تھیں جن میں منتخبات فارسی داخل نصاب ہوا کرتا تھا۔ بنگال میں گورنمنٹ کے ماتحت چلنے والا مدرسہ تعلیمی بورڈ وقتی تقاضہ کے تحت ان مراکز علوم کا بہترین طور پر نظم و نسق چلاتا آرہا ہے۔

انیسویں صدی میں کلکتہ کے فارسی مصنفین میں سب سے پہلے عبدالغفور نساخ کا نام لیا جاتا ہے جو عام طور پر بنگال میں "اردو شاعری کے جد امجد" شمار کئے جاتے ہیں (۶) نساخ نے فارسی زبان میں بے شمار نظمیں لکھی ہیں۔ نساخ کی فارسی تالیفات میں فارسی رباعیات کا ایک عمدہ مجموعہ "مرغوب دل" فریدالدین عطار کے "پندنامہ" کا ایک شاہکار ترجمہ "چشمۂ فیض" فارسی شعراء کے منتخب اشعار پر مشتمل "قند فارسی" اور فارسی کے ہم عصر شعراء کا تذکرہ موسوم بہ "تذکرۃ المعاصرین" قابل ذکر ہیں۔ اس عہد کے مشہور فلسفی عبدالرحیم گورکھپوری معروف بہ دہری ایک مشہور شاعر اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ فرہنگ دبستان، پندنامہ بہرامی، کارنامہ حیدری، "حکایات عبرت و شگرف بہ بیان عبرت تواماں" ان کی قابل ذکر تصانیف ہیں۔ عبدالرحیم ٹیپو سلطان کے شاہی گھرانے سے، جس کے نمائندہ شہزادوں میں بشیر الدین توفیق اور شہزادہ اعظم الدین سلطان بذات خود فارسی کے ممتاز اور باصلاحیت شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں قربت رکھتے تھے۔ عبدالرحیم کے مشہور شاگرد عبیداللہ سہروردی (۱۸۳۴-۱۸۸۵) ایک مشہور ادیب اور شاعر مانے جاتے تھے۔ ان کی کتاب "دستور زبان فارسی آموز" (۷) جو پانچ جلدوں میں ہے فارسی سیکھنے کے لئے مفید کتاب مانی جاتی ہے۔ عبیدی کا فارسی دیوان' جو شاہکار نظموں اور مدحیہ اشعار پر مشتمل ہے عبیداللہ کی شاعرانہ صلاحیت کا بہترین ثبوت ہے۔ عبیدی نے کچھ عرصے تک ایک ہفتہ وار فارسی رسالہ "دوربین" کی جو اس عہد کے سب سے مشہور و معروف شاعر ابوالمعالی عبدالرؤف وحید کی براہ راست نگرانی میں کلکتہ سے شائع ہوتا تھا، ادارت بھی سنبھالی تھی۔ عبدالرؤف وحید نے فارسی زبان میں کلکتہ کی مختصر تاریخ بعنوان "تاریخ کلکتہ" لکھی ہے جس میں اس شہر کی تعریف میں ان کے مندرجہ ذیل دلکش اشعار موجود ہیں۔

چیست دانی تو شہر مینوچہر　　　شہر نزہت فزای کلکتہ
غمزۂ جانفزا، روان پرور　　　چیست آب و ہوای کلکتہ
بر زمین ز باغ خلد برین　　　گوییا شد بنای کلکتہ

Marfat.com

کردہ ہر درد را مسیحائی　　دم بادِ صبای کلکتہ
در دمد روح در تنِ بیجان　　روح راحت فزای کلکتہ
میدھد بوی گلشنِ فردوس　　چمن خوش ہوای کلکتہ
نور چشم و سرورِ جان و دل　　طلعتِ دل ربای کلکتہ
گرہ از دل گشای نافہء چین　　نکہت مشک سای کلکتہ
رشکِ زلفِ معنبر خوبان　　شامِ جادو نمای کلکتہ
ای خوشا آب گنگ نزہت جان　　شیرہء جانفزای کلکتہ
وان عمارات پربہای وقیع　　شان و شوکت نمای کلکتہ
عقد غم واگشای جان حزین　　گلزمینِ فضای کلکتہ
یاد باغِ جنان برد از دل　　باغ و بستان سرای کلکتہ
دلِ پاکان با صفا بخشد　　ساحت پرفضای کلکتہ
رخنہ در زہد زاہدان افگند　　صنم خوش ادای کلکتہ
دل کروبیان برد از جای　　بتِ زہرہ لقای کلکتہ
طائر جان ناتوانِ وحید　　می پرد در ہوای کلکتہ

محمد نصیر الدین وحید ساقی(۹) نے فارسی میں ایک معرکتہ الآرا کتاب موسوم بہ ''سہیل یمن'' (۱۰) لکھی جو حضرت شاہ جلال سلہٹی کی سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ ساقی نے شہر کلکتہ کی تعریف میں فارسی و عربی مصرعوں پر مشتمل ایک مدحیہ نظم بھی لکھی ہے جس کے کچھ اشعار مندرجہ ذیل ہیں ۔

خوشا خاک کلکتہ مصر العجائب
مناخ المطایا مرسی المراکب
مجلی مناظر، معلی منازل
مصفا شوارع، موشح مذاہب

Marfat.com

مناجاتیان را مقامی موافق
خراباتیان را محلی مناسب
ارم را باین شہر رنگین چہ نسبت
چہ نسبت بود حاضری را بغائب

بہارش ندارد خزانی مرادف
کمالش ندارد زوالی معاقب
بوتش ز قسمت جنت معارض
تصورش برفعت فلک را مصاحب

یہودی زبان مسلمان فریبش
ہمہ قالب جان ہمہ جان قالب
جگر خون کند دل برنگین اناملی
کند افگن جان مشکیں ذوائب

انیسویں صدی کے اواخر میں کلکتہ کے ایک معزز شہری محمد عبدالرحمٰن سعید نے جو کیملا کے باشندے تھے فارسی نظموں کا ایک مجموعہ کلکتہ سے شائع کیا تھا جس میں کلکتہ سے متعلق یہ طویل نظم بعنوان "ترانہ سنجی عندلیب خامہ در گلشن توصیف شہر کلکتہ" موجود ہے(۱۱)

سرم سرشار شوقِ گلستانِ شہر کلکتہ
دلم محو ادای گلرخانِ شہر کلکتہ
ربود از دل قرار و طاقت و تاب و توانم را
نگاہِ سحر آمیز بتان شہر کلکتہ
برنگ لالہ دل پر خون شد و در سینہ میدارم
ہزاران داغِ ہجر گلرخانِ شہر کلکتہ
بہ یغما بردہ رخت دین و ایمان و دل و جانم
فغان از چشم مستِ ساقیان شہر کلکتہ
نیاز عاشقان ناتوان یکسو تماشا کن
سوی دیگر ببین نازِ بتان شہر کلکتہ
چہ بیباکند در تاراج صبر و طاقت دلہا
فغان زین کج کلاہان جوانِ شہر کلکتہ
چہ لذتہا کہ حاصل می شود عشرت پرستان را
کنارِ جویبار بوستانِ شہر کلکتہ

Marfat.com

برقص و وجدی آرد دل هر پیر و برنا را — نوای جانفزای مطربانِ شهر کلکته
مشام جانِ اصحاب محبت تازه می دارد — شمیم دل‌گشای گلستان شهر کلکته
خرام گلرخان در گلشن انداز عجب دارد — نثار جلوه شانِ عاشقانِ شهر کلکته
معطر ساخته یکسر دل و جان و دماغم را — شمیم خلد هر طفل و جوانِ شهر کلکته
هزاران داغ حسرت بر دل نوشیروان باشد — ز وصفِ عدل و دادِ حاکمانِ شهر کلکته
سر خود بر فلک دارند از فرطِ علو شان — قصور عالیِ گردون نشانِ شهر کلکته
اجازت گر دهند از بهر سیر گلشن جنت — قصورِ دلکش خلد آستانِ شهر کلکته
رسان باد صبا در هر دیار و ملک و هر شهری — پیامِ جانفزا از این و آنِ شهر کلکته
وجود عالمان دین و فیض مدرسه باشد — کمالِ افتخارِ مردمانِ شهر کلکته
بباغ علم و فن گل می کند صد غنچهٔ معنی — نسیم علم و فضل فاضلانِ شهر کلکته
همه دلهای ظلمت آشنا را ساخت نورانی — فروغِ شمعِ علم عالمان شهر کلکته
ز نور نیرانِ اوجِ علم و دین توان گفتن — زمینِ مدرسه را آسمانِ شهر کلکته
فروغ مدرسه باشد ز استادانِ علم دین — کز ایشان است فخر و عز و شانِ شهر کلکته
نهالِ باغِ علم و فضل و فن شاداب می باشد — ز انفاسِ لطیفِ عالمانِ شهر کلکته
نشان علم و فن باقی به بنگاله نمی باشد — ز فیض همت این ماهرانِ شهر کلکته
بمیدان فصاحت گوی سبقت برده از ایشان — فصیحان بلاغت پرورانِ شهر کلکته
ز عالی همتی مسکن نموده در خم گردون — حکیمانِ فلاطون آستانِ شهر کلکته
نکوصورت، نکوسیرت، نکوطلعت، نکوخصلت — بود هر یک ز جمعِ طالبانِ شهر کلکته
ادای دیگری داریم در تحصیل علم و فن — که می گیریم درس از عالمانِ شهر کلکته
فراز آسمانِ هفتمین باشد دماغ من — که هستم بهره ور از کاملانِ شهر کلکته
روا باشد اگر در جمله فن نازم مهارت را — که گشتم خاکپای ماهرانِ شهر کلکته
غبارم بهر چشمانِ بصیرت توتیا باشد — که هستم نقش پای رهروانِ شهر کلکته
دل دیوانه و جان حزین خود همی کردم — فدای لطف هر خرد و کلانِ شهر کلکته
سعید از هر دو چشم من چه خون چون بدل آرم — خیال دردِ هجرِ دوستانِ شهر کلکته

Marfat.com

ایک دوسری غزل میں سعید نے شہر کلکتہ سے اپنی بے پناہ عقیدت و محبت کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

من زکلکتہ بداغ ہجر یاران میروم

باہزاران حسرت و اندوہ و حرمان میروم

فارسی زبان کی یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ اس کی سرپرستی کلکتہ کے صوفیائے کرام نے بھی کی۔ صوفی سید فتح علی شاہ (۱۲) جن کا مزار مانک تلہ میں مرجع خاص و عام ہے اردو اور فارسی کے مشہور شاعر تھے۔ انہوں نے رومی، حافظ، خاقانی، عرفی اور فیضی جیسے ممتاز فارسی شعراء کی زمینوں میں خوب خوب غزلیں کہی ہیں۔

شاہ عبیداللہ بغدادی جن کا مزار کلکتہ کے جنوب مشرق میں تھاپ کرستو فرروڈ پر واقع ہے۔ فارسی کے ایک اچھے شاعر اور مصنف تھے۔ ان کے جانشینوں میں شاہ عبدالرحمٰن فارسی کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ فارسی ادب اور اسلامی تعلیمات کے فروغ و اشاعت میں کلکتہ کے علاقہ تالتلہ میں واقع خانقاہ عالیہ قادریہ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس خانقاہ شریف سے متصل ایک خوبصورت اور ایک قیمتی کتب خانہ واقع ہے جو حضرت صاحب سجادہ کی ملکیت ہے۔ کلکتہ کی اس تاریخی خانقاہ کے بانی حضرت سیدنا مولانا سید شاہ مرشد علی القادری البغدادی تھے جو دنیائے اسلام کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے براہ راست جانشین تھے اور انیسویں صدی کے اواخر میں اسلامی تعلیمات کی تبلیغ کے لئے شہر کلکتہ میں تشریف لائے اور اردو اور فارسی زبان میں معرکتہ الآرا شاعری کی اور مخصوص موضوعات پر چند رسالے بھی تصنیف کیے۔ ان کی اردو شاعری پر لکھنوی رنگ اور فارسی شاعری پر حافظؔ و رومیؔ کا اثر غالب ہے۔ اس دبستان تصوف میں ہمیشہ فارسی شعر و شاعری کا چرچا رہا کرتا تھا۔ کلکتہ کے اس مایہ ناز سلسلہ قادریہ نے اطراف بنگالہ بالخصوص بردوان اور مدناپور میں اردو کے ساتھ ساتھ علوم فارسی کی ترویج و اشاعت میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

انیسویں صدی کے اوائل کے ایک شاعر ذوالفقار علی مستؔ نے جن کا کچھ دنوں کلکتہ میں قیام رہا۔ "ریاض الوفاق" (۱۳) کے عنوان سے ایک فارسی تذکرہ لکھا جس میں ان ادباء و شعراء کا ذکر ہے جنہوں نے تلاشِ معاش میں ملک کے مختلف حصوں سے آکر کلکتہ کو اپنا مسکن بنا لیا تھا۔ ان میں مولوی نجم الدین، احمد خان نقیب، شیخ دلاور علی دلؔ، عابد علی عابدؔ، سراج الدین علی خاں اور عبدالباری مضطر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ مرزا خلیل اللہ خان برطانوی دورِ حکومت کے شروع ہی

Marfat.com

میں حیثیت فارسی سفیر دارالسلطنت کلکتہ تشریف لائے تھے اور اپنے شاعرانہ ذوق اور اپنی غیر معمولی صلاحیت کی بدولت ہندوستان کے مسلم دانشوروں میں اپنا ایک اعلیٰ مقام بنالیا تھا۔ ایک ایرانی نژاد شاعر قمر الدین منت نے جو ملک الشعراء کہلاتے تھے کلکتہ ہی میں بود و باش اختیار کر لی تھی اور بقول نساخ ان کو ایک لاکھ سے زائد نظمیں لکھنے کا شرف حاصل تھا۔ دیاناتھ پنڈت رنگین، رتن لال غریب اور مہاراجہ کلیان سنگھ عاشق کلکتہ کے وہ مشہور و معروف غیر بنگالی فارسی شعراء ہیں جن کی ادبی خدمات کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ بنگالی ہندوؤں میں راجہ رام موہن رائے ہندو سماج کے ایک عظیم رہنما ہونے کے علاوہ فارسی کے ایک نامور ادیب بھی تھے۔ ان کی تصنیف تحفۃ الموحدین (۱۴) جو قدیم فارسی طرز پر عربی مقدمے کے ساتھ لکھی گئی ہے فارسی زبان وادب پر ان کی دسترس کی نشاندہی کرتی ہے۔ راجہ جنم جئے مترا (راجہ راجندر لال مترا کے والد) اردو اور فارسی کے ایک باصلاحیت ادیب تھے "نسخہ دلکشا" (۱۵) اور "منتخب التذکرہ" ان کی اہم تصانیف ہیں۔ کلکتہ میں ٹیگور خاندان کو فارسی زبان وادب کے ساتھ جو گہرا لگاؤ رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ بنگلہ کے نامور ادیب رابندرناتھ ٹیگور خواجہ حافظ کی صوفیانہ شاعری کے ایسے دلدادہ تھے کہ انہیں حافظ حافظ کہا جاتا ہے۔ ان کے ہونہار بیٹے رابندرناتھ ٹیگور بھی فارسی کے عظیم صوفی اور فلسفی شاعر حافظ کے جام عشق سے سرشار تھے اور ۱۹۳۲ء میں انہوں نے اپنے قیام ایران کے زمانے میں حافظ کے مزار پر حاضری دے کر اپنی عقیدت کے پھول چڑھائے تھے۔

بنگال کا یہ شہر یعنی کلکتہ جسے محلوں کا شہر کہا جاتا ہے ہندوستان میں فارسی اخبار نویسی کی جائے پیدائش بھی ہے۔ جس وقت انگریزی زبان اچھی طرح رائج اور صحافتی مقاصد کے لئے مستعمل نہیں تھی فارسی زبان ہی نہایت طمطراق کے ساتھ مقبولیت کا سہرا باندھے چل رہی تھی۔ ۱۸۳۰ء تک عوام میں یہ زبان سفارتی روابط اور عدالتی و دفتری امور کی تکمیل کی خاطر ایک مؤثر ذریعہ بنی ہوئی تھی۔ فارسی کا پہلا اخبار "جام جہاں نما" (۱۶) آٹھ صفحات پر مشتمل ایک ہفتہ وار رسالہ تھا جو کلکتہ کے ایک انگریزی تجارتی ادارے کی جانب سے شائع ہوتا تھا کے پہلے مدیر منشی لالہ سدا سکھ اور بعد میں ہری دت مقرر ہوئے۔ ۲۸ مارچ ۱۸۸۲ء کو اس کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا جس میں اردو زبان استعمال کی گئی تھی لیکن یہ اخبار اپنی اشاعت کے دو ماہ بعد فارسی زبان میں تبدیل ہو گیا۔ "کلکتہ جرنل" اپنے اداریہ میں اس تبدیلی پر یوں رقم طراز ہے۔

Marfat.com

ہندوستانی زبان بول چال کی حیثیت سے عوامی مقبولیت کی زبان سمجھی جاتی ہے۔ لیکن تحریر میں اس زبان کا ذوق ملک کے باشندوں میں کم ہی ہے۔ اس لئے جو لوگ صرف ہندوستانی زبان ہی سے واقفیت رکھتے ہیں ان سے کسی مقامی اخبار کی حمایت کی توقع کم ہی کی جاسکتی ہے۔ بہ نسبت ان لوگوں کے جو فطرتاً فارسی زبان میں تحریر کردہ کسی اخبار کو ترجیح دینا چاہتے ہوں۔ چونکہ فارسی زبان شریف الطبع لوگوں کی تعلیم کا ایک لازمی جز ہے۔

کلکتہ جرنل کے یہ الفاظ بنگال میں فارسی کی ترویج کے حق میں ایک نہایت جامع تبصرہ ہے۔ مذکورہ جرنل نے وقتاً فوقتاً فارسی نظموں اور غزلوں سے اپنے اخبار کو مزین کیا۔

''جام جہاں نما'' کے ساتھ ساتھ ایک دوسرا ہفت روزہ ''مرآۃ الاخبار'' کے نام سے منظر عام پر آیا اس اخبار کے شمارہ مورخہ ۲۰ اپریل ۱۸۲۲ء میں راجہ رام موہن رائے نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کھل کر فارسی کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

انگریزی چونکہ ہندوستان کے تمام حصوں میں نہیں سمجھی جاتی ہے اور اس سے ناآشنا لوگ ایک دوسرے کی معاونت کرنے سے قاصر ہیں اس صورتحال کے پیش نظر میں جو کہ طبقہ انسان میں سب سے زیادہ منکسر المزاج ہوں اس بات کی دلی آرزو رکھتا ہوں فارسی میں ایک ایسا ہفتہ وار رسالہ کا اجراء کروں جو ملک کے تمام حصوں کے معزز طبقات کے درمیان سمجھا اور مانا جاسکے۔

۱۴ مارچ ۱۸۱۳ء کو قائم مقام گورنر جنرل آدم Adam کے توسط سے ایک نئے پریس آرڈی ننس کے تحت مختصر مدت میں اس اخبار نے ایک قابل تعریف اور اصلاح پسند روش اختیار کر کے صحافت کا اعلیٰ معیار قائم کیا۔ جن فارسی رسائل کو لائسنس فراہم کئے گئے ان میں ''شمس الاخبار'' منی رام ٹھاکر کی ادارت میں علاقہ کلنگار کے شیخ علیم اللہ کے توسط سے شائع ہوتا تھا جبکہ ''ماہ عالم افروز'' تالتلہ کے علاقے سے وہاب الدین نامی ایک شخص کے زیر ادارت شائع ہوتا تھا۔ دوسرے قابل ذکر ہفتہ وار رسائل ''آئینہ سکندر'' ''سلطان الاخبار'' اور ''مہر منیر'' فارسی زبان میں ہی مرکزی کلکتہ سے شائع ہوتے تھے۔ ۱۸۹۳ء میں کالج اسٹریٹ کلکتہ کے علاقہ سے ''حبل المتین'' نام کا ایک نہایت پرزور، انقلابی اور ترقی پسند فارسی ہفت روزہ اخبار کا اجراء ہوا جس کی ادارت کے فرائض سید جلال الدین کاشانی مؤید الاسلام انجام دیتے تھے۔ ملک کے ایک نہایت اہم، مؤثر اور مقبول فارسی اخبار کی حیثیت سے حبل المتین بیس سال سے زائد عرصے تک عوامی ذوق و شوق کی تشنگی بجھاتا رہا اور نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بیرون ملک میں بھی اس نے ایک نتیجہ خیز رول ادا کیا ہے ''حبل المتین'' پریس نے کئی کتابیں شائع کرنے کے علاوہ فارسی اخبارات ''مفتاح الظفر'' اور ''آزاد'' کی بنیاد ڈالی جو علی الترتیب

Marfat.com

۱۸۹۸ء اور ۱۸۹۹ء میں کلکتہ سے شائع ہونا شروع ہوئے۔ ان دونوں اخبارات کی ادارت کی ذمہ داری مذکورہ بالا سید جلال الدین کاشانی کے بھائی سید حسن کاشانی کے سپرد تھی۔

موجودہ دور میں بہت سارے انقلابات کے باوجود فارسی کی سرپرستی کے معاملے میں کلکتہ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو پہلے تھی۔ زیادہ عرصے کی بات نہیں کہ شہر کلکتہ فارسی اور عربی کے جیدّ عالم مولانا ابوالکلام آزاد کی ابتدائی ادبی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ اعلیٰ تعلیم کی مقامی درس گاہیں مثلاً کلکتہ یونیورسٹی، مولانا آزاد کالج، اور لیڈی برابورن کالج میں فارسی زبان وادب کی اعلیٰ تعلیم کا معقول انتظام ہے۔ اس طرح ماضی میں کلکتہ کو فارسی زبان وادب کی ترویج واشاعت سے جو والہانہ لگاؤ رہا ہے وہ آج بھی اہالیان شہر کے دلوں میں موجود ہے۔

منابع

۱- فارسی مطالعے کے لئے فورٹ ولیم کالج کی خدمات کے بارے میں مفصل معلومات کے لئے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر ایس. کے. داس کی کتاب "صاحب اور منشی" مطبوعہ نئی دہلی، ۱۹۷۸ء۔

۲- گلکرسٹ اور فورٹ ولیم کالج کے متعلق دیکھئے: محمد عتیق صدیقی کی کتاب "گلکرسٹ اور اس کا عہد" مطبوعہ علی گڑھ، ۱۹۶۰ء۔

۳- سر ولیم جونس کی حیات اور کارناموں کے سلسلے میں انگریزی میں گارلینڈ کین کی نگارشات اس موضوع پر حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

۴- توضیحی فہرست مخطوطات فارسی، ایشیاٹک سوسائٹی، مؤلفہ ڈبلو ایوانو، کلکتہ، ۱۹۲۴-۲۶ء۔

۵- تاریخ مدرسہ عالیہ مؤلفہ عبدالستار ڈھاکہ ۱۹۵۹ء۔

۶- "تاریخ حیات وتصنیف" (اردو) مؤلفہ ڈاکٹر محمد صدر الحق، کراچی ۱۹۸۰ء۔

۷- "دستور فارسی آموز" مصنفہ عبیدی، آگرہ، ۱۹۸۲ء۔

۸- "تاریخ کلکتہ" مولفہ عبدالرؤف وحید، کلکتہ، ۱۸۹۱ء۔

۹- "سلہٹ میں اردو" مصنفہ عبدالجلیل بسمل، کراچی، ۱۹۸۱ء۔

۱۰- "سہیل یمن" مصنفہ نصیرالدین حیدر ساتی، کلکتہ ۱۹۱۱ء۔

۱۱- "ریحان سعید" مصنفہ عبدالرحمٰن سعید، کلکتہ، ۱۹۳۶ء

۱۲- "آئینہ ویسی" مصنفہ محمد مطیع الرحمٰن سعید، پٹنہ، ۱۹۷۶ء

۱۳- "ریاض الوفاق" مؤلفہ ذوالفقار علی مست، تبریز (ایران)، ۱۳۴۳ھ۔

۱۴- "تحفۃ الموحدین" (انگریزی ترجمہ)، مترجم العبیدی، کلکتہ، ۱۸۸۳ء۔

۱۵- "نسخہ دلکشا" مولفہ سبحے مترا رمان، کلکتہ، ۱۸۷۰ء۔

۱۶- "جام جہاں نما اور ہری دت" مصنفہ شانتی رنجن بھٹاچاریہ، ماہنامہ آجکل، دہلی، جون ۱۹۶۳ء۔

***

Marfat.com

فارسی ضرب الامثال کا اُردو زبان میں استعمال

ڈاکٹر وجیہ الدین☆

ہندوستانی اور ایرانی سماج میں شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہے، جس میں ایک حد تک مماثلت نظر نہ آئے۔ دونوں ملکوں کے درمیان صدیوں پرانے اور قریبی تعلقات نے ان دونوں قوموں کو شیر و شکر بنا دیا ہے۔ اس تہذیبی اشتراک کی ایک زندہ مثال فارسی اور ہندوستانی ضرب الامثال ہیں، جن کا مختصر جائزہ اس وقت مقصود ہے۔

امثال و حکم ہر زبان کا بنیادی اور اصل جز ہوتے ہیں یہ ایک قوم کے رسم و رواج، آداب، تاریخ، فضائل اور سرشت کی نمایندگی کرتے ہیں۔ چونکہ مفصل ترین مطالب و مفاہیم کو اس صنف میں مختصر ترین اور منتخب کلمات میں سمو دیا جاتا ہے اور یہ عام لوگوں کے ذوق، مشاہدات اور تجربات پر منحصر ہوتے ہیں اس لئے یہ امثال و حکم، استعارات و کنایات اور اصطلاحات بن جاتے ہیں اور زبان زد خاص و عام ہو جاتے ہیں۔

ضرب الامثال کے ذریعے کسی بھی قوم کے عقائد اور رسم و رواج کا بڑی حد تک اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ہر ضرب المثل میں کوئی نہ کوئی ایسی حکمت چھپی ہوتی ہے جو قومی دانش و بینش کی ترجمانی کرتی ہے۔ اگر ہم ان ضرب الامثال کا روزمرہ کی زندگی میں استعمال نہ کریں تو گفتگو نامکمل اور بے مزہ معلوم ہوتی ہے۔ کسی قوم کے ادب میں امثال و حکم کا خزانہ جس قدر زیادہ ہوگا وہ قوم فکری لحاظ سے اسی قدر مالا مال ہوگی۔ ضرب الامثال کے استعمال سے گذشتہ نسلوں کے تجربات، ان کی ترقی اور خوشحالی، ان کے ذہنی فکر کی عکاسی موجودہ نسل کے ذریعہ ہوتی ہے۔ ضرب الامثال کا استعمال اکثر نصیحت دینے اور اخلاقی مسائل کو بیان کرنے یا کسی خاص نظریہ کی وضاحت کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اپنی مخصوص ساخت و

☆شعبہ فارسی، ایم۔ ایس یونیورسٹی بروڈا۔ گجرات (انڈیا)

Marfat.com

پرداخت اور اختصار کی وجہ سے ان میں ایک خاص تاثر اور دلکشی ہوتی ہے۔ ضرب الامثال کو ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

☆- وہ ضرب الامثال جو کسی حقیقت کو مکمل طور پر بیان کرتی ہیں۔

☆- دوسری قسم کی ضرب الامثال وہ ہیں جو روزمرہ کے تجربات کو بیان کرنے کیلئے استعمال ہوتی ہیں۔

☆- تیسری قسم کی ضرب الامثال وہ ہیں جو عقل، علمی جانکاری اور لوک گیت **(Folklore)** سے متعلق ہوتی ہیں۔ اس قسم کی امثال میں مقامی مسائل، شادی بیاہ، موسم اور چاروں فصلوں وغیرہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

کچھ ضرب الامثال کو شیخ سعدی اور مولانا روم جیسے ناصح شعراء نے نظم کا جامہ بھی پہنایا ہے، گلستان اور بوستان میں جس قدر ضرب الامثال کا استعمال پایا جاتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، ان ضرب الامثال کی وجہ سے گلستان میں سعدی کی نثر جاذبیت اور تاثر سے لبریز ہے جس کی وجہ سے فارسی نثر کی تاریخ میں اسے ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔

ضرب الامثال کی ابتداء کب اور کیونکر ہوئی اس کے متعلق صحیح طور پر کچھ معلوم نہیں، عام طور پر ادباء ضرب الامثال کو ادب کی سب سے پرانی صنف مانتے ہیں، جو زمانہ دراز سے ایک زبان سے دوسری زبان میں اور ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتی رہی ہیں، ضرب الامثال کی یہ تبدیلی ایک شخص سے دوسرے شخص، ایک گھرانے سے دوسرے گھرانے، ایک قوم سے دوسری قوم، ایک لہجہ سے دوسرے لہجہ اور ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں ہوئی یہی وجہ ہے کہ یہ امثال و حکم کسی ایک زمانہ یا تاریخ کے کسی ایک دور میں مختلف لہجوں اور الگ الگ زبانوں میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ آج تک رائج ہیں اور آئندہ بھی ان کے رواج پر کوئی برا اثر پڑنے کا امکان نظر نہیں آتا۔

ہندوستان اور ایران کے سیاسی، ثقافتی، فنی اور تجارتی تعلقات ہزاروں سال پرانے ہیں۔ سنسکرت زبان اور قدیم فارسی زبان (اوستا) میں بہت حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آریا پہلے ایران پھر ہندوستان میں وارد ہوئے اور یہاں آکر انہوں نے جس زبان کا استعمال کیا وہ سنسکرت کہلائی اور جو آریہ قوم ایران میں رہی اس کی زبان اوستا، پہلوی اور بعد میں فارسی کہلائی، اسی بنا پر ان زبانوں

Marfat.com

کو {Indo-Iranian Languages} انڈو آریائی زبانیں بھی کہا جاتا ہے۔

ہندوؤں کی مقدس کتاب رگ وید سے سب سے پہلے آریوں کی ہندوستان میں آمد کا پتہ چلتا ہے۔ سنسکرت زبان میں امثال و حکم اور اخلاق و نصیحت سے متعلق داستانیں موجود ہیں۔ ان کا ترجمہ فارسی زبان میں ہوا۔ مثال کے طور پر کلیلہ و دمنہ کو ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس کا ساسانی دور میں سنسکرت سے پہلوی میں ترجمہ ہوا اور اس طرح اس میں استعمال ہونے والی سنسکرت کی ضرب الامثال کو بھی فارسی کا جامہ پہنایا گیا۔ ان سیاسی، ثقافتی، فنی اور تجارتی تعلقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستانی فکر و تہذیب سے نہ صرف ایرانی فکر و تہذیب متاثر ہوئی بلکہ ایرانی تہذیب نے بھی ہندوستانی تہذیب و فکر کو بہت حد تک متاثر کیا۔ جس کا عکس ہماری روزمرہ کی زندگی اور زبان میں نمایاں طور پر آج بھی ظاہر ہے۔ ترکوں کے ہاتھوں شمالی ہندوستان کی فتح کے بعد یہ رشتے اور زیادہ پائیدار اور گہرے ہو گئے ہندوستان میں آہستہ آہستہ علمی و تہذیبی زبان کے طور پر سنسکرت کی جگہ فارسی نے لے لی۔ مغلیہ حکومت کے قیام کے بعد فارسی نہ صرف شمالی ہندوستان میں بلکہ دکن میں بھی خوب برگ و بار لائی او اس طرح ۱۲۰۶-۱۸۵۷ء تک تقریباً ساڑھے چھ سو سال تک ہندوستان کی سرکاری، تہذیبی، علمی اور ادبی زبان رہی۔ اس دوران ایرانی شعراء ادباء و فنکاروں کا ہندوستان آنا اور ہند و ایران کے درمیان تجارتی قافلوں کی بہ کثرت آمد و رفت کی وجہ سے بھی ایک دوسرے کی تہذیب و تمدن اور زبانیں بہت حد تک ایک دوسرے سے متاثر ہوئیں، ان دونوں تہذیبوں کی ہماہنگی کے نتیجے میں عوام آزادانہ طور پر ایک دوسرے کی زبان کے محاوروں اور امثال و حکم کا استعمال کرنے لگے اور یہ ہماری زندگی کا لازمی جز بن گئے۔

اردو زبان میں جن فارسی ضرب الامثال کا کثرت سے استعمال ہوا ہے ان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جو مکمل طور پر فارسی زبان میں ہیں اور اپنے اصل روپ میں ہی عموماً استعمال ہوتی ہیں۔ دوسری وہ ضرب الامثال ہیں، جن کا فارسی زبان سے اردو زبان میں تقریباً ترجمہ ہوا ہے لیکن یہ ترجمہ ان کے اصلی روپ اور ماٰخذ کو فراموشی کے پردے میں چھپا نہ سکا۔ تیسری قسم کی وہ ضرب الامثال ہیں جن کی زبان بدل گئی ہے لیکن دونوں زبانوں میں مفہوم ایک ہی ہے۔ ذیل میں ان تینوں اقسام کا ذکر علیحدہ علیحدہ کیا جا رہا ہے۔

ا- وہ فارسی ضرب الامثال جو اردو زبان میں ہوبہو مستعمل ہیں :-

Marfat.com

آزمودہ را آزمودن جہل است
احمق درکار خود ہوشیار است
یا
دیوانہ بہ کار خویش ہوشیار

انتظار بد تر از مرگ است
از حلوا حلوا گفتن دهن شیرین نمی شود
بسلامت روی و باز آیی

یہ درج ذیل شعر کا مصرعہ ثانی ہے' جو ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

(به سفر رفتنت مبارکباد / به سلامت روی و باز آیی.
نشستند و گفتند و برخاستند

یہ بھی درج ذیل شعر کا مصرعہ ثانی ہے' جو ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

پی مشورت مجلسی ساختند
نشستند وگفتند وبرخاستند
جوینده یا بنده است
خواستن توانستن است
جو فروش گندم نما
چرا عاقل کند کاری که بازآرد پشیمانی
چیزی که عیان است چه حاجت به بیان است
آفتاب آمد دلیل آفتاب
یا
عیان را چه بیان
(آخری دو شکلیں زیادہ مستعمل ہیں)
هر چیز که خوار آید روزی به کار آید
یا

Marfat.com

داشته آید بکار گرچه سرمار

یا

هر چه آید بکار گرچه سرمار

دانایی توانایی است

یا

توانا بود هر که دانا بود

دنیا هزار رو دارد

سگ باش برادر کوچک / خرد مباش

سیر از گرسنه خبرندارد

صدقه رفع بلاست

قرض مقراض محبت است

کند همجنس باهمجنس پرواز / کبوتر با کبوتر باز با باز

ملك خدا تنگ نیست پای گدا لنگ نیست

من تورا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو

نیم حکیم خطرهء جان نیم ملا خطرهء ایمان

هر که آمد عمارتی نو ساخت

سعدی کے درج ذیل شعر کا مصرعہ اولیٰ ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

(هر که آمد عمارتی نو ساخت / رفت و منزل به دیگری پرداخت)

ذیل میں ایسی ضرب الامثال کا ذکر کیا جاتا ہے جو اردو زبان میں مستعمل ہیں لیکن ان کا فارسی زبان سے تقریباً ترجمہ کر لیا گیا ہے۔ بریکٹ میں متبادل اردو محاورے بھی دیئے ہیں۔

(آنچه به خود نمی پسندی به دیگران مپسند)

جو خود نہ چاہو وہ دوسروں کیلئے بھی نہ چاہو

آواز دهل از دور خوش است

(دور کے ڈھول سہانے)

Marfat.com

امساک بہترین داروست

(پرہیز بہترین علاج ہے)

اول اندیشه و آنگهی گفتار

(پہلے تولو پھر بولو)

پایت را به اندازه گلیمت درازکن

(جتنی چادر ہو اتنے پیر پھیلاؤ)

فارسی زبان میں اس مفہوم کی ادائیگی کے لئے ایک دوسری ضرب المثل بھی مستعمل ہے جو یہ ہے۔

لقمه را به اندازهء دهانت بردار

پای شمع همیشه تاریک است

(چراغ تلے اندھیرا)

تشنهٔ خون کسی بودن

(خون کا پیاسا ہونا)

تیشه به ریشهء خود نزن

(اپنی جڑ آپ کھودنا یا اپنے پیر پر آپ کلہاڑی مارنا)

جنگ بانهنگ کردن و در دریا ماندن

(پانی میں رہ کر "مگرمچھ" سے بیر)

چوب خدا صدا ندارد / هر کی بخورد دوا ندارد

(خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے)

حبه را قبه کردن

(رائی کا پہاڑ بنانا)

خود را فضیحت و دیگران را نصیحت

(اپنے کو فضیحت دوسروں کو نصیحت)

درخت پر بار سنگ می خورد

Marfat.com

(پھل دار درخت ہی پتھر کھاتے ہیں)

در دروازہ را می توان بست اما دھن مردم را نمی توان بست

(مارنے کا ہاتھ روک سکتے ہیں بولتے کی زبان نہیں)

دشمن را نتوان حقیر وبیچارہ شمرد

(دشمن کو کمزور نہ سمجھو)

دل دل را میکشد ؛ یا　　دل بدل راہ دارد

(دل سے دل کو راہ ہوتی ہے)

ہر سگی در خانہ صاحبش شیر است

(کتا بھی اپنے مالک کے گھر شیر ہوتا ہے)

درج ذیل دو ضرب الامثال بھی فارسی زبان میں اسی مفہوم کی ادائیگی کے لیے استعمال ہوتی ہیں :-

سگ ہمیشہ در خانہ صاحبش پارس می کند

بہ شہر خویش ہر کسی شہریار است

آہن آہن را می شکند

(لوہا لوہے کو کاٹتا ہے)

ذیل میں دو ضرب الامثال جو اسی مفہوم کی ادائیگی کے لئے فارسی زبان میں استعمال ہوتی ہیں پیش کی جارہی ہیں.

سنگ سنگ را می شکند

فقط الماس الماس را می برد

صبر تلخ است و لیکن برشیرین دارد

(صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے)

عجلہ کار شیطان است

(جلدی کام شیطان کا)

غرقہ بہ ہر چیزی زند دست

Marfat.com

(ڈوبتے کو تنکے کا سہارا)

قطره قطره جمع گردد و آنگهی دریاشود...(ناصر خسرو)

(قطرہ قطرہ دریا ہوتا ہے)

کوه کندن و موش برآوردن

(کھودا پہاڑ نکلا چوہا)

گربه همه شب بخواب بیند دنبه

(بلی کے خواب میں چھیچھڑے)

فارسی زبان میں درج ذیل دو مزید ضرب الامثال بھی اسی مفہوم کی ادائیگی کیلئے مستعمل ہیں۔

شتر در خواب بیند پنبه دانه

یا

آدم گرسنه خواب نان تازه را می بیند

گویم مشکل و گر نگویم مشکل

(کہوں تو مشکل نہ کہوں تو مشکل)

ماهی بزرگ ماهی کوچك را می خورد

(بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے)

مردن به عزت به از زندگانی در مذلت است

(ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر)

یا

مهمان و ماهی بعد از سه روز می گندند

یا

مهمان تاسه روز عزیز است

(مہمان بس تین دن کا)

نابرده رنج گنج میسر نمی شود

Marfat.com

(محنت سے راحت ہے)

نمك برسوخته پاشيدن

يا

نمك بر زخم كسى پاشيدن

جلے پر نمک چھڑکنا

یا

کٹے پر نمک چھڑکنا

یا

زخم پر نمک چھڑکنا

نیکی می کن و در دجلهبینداز

نیکی کر دریا / کنویں میں ڈال

تو نیکی کن و در دجله انداز / که ایزد در بیابانت دہد باز

وقت را غنیمت شمار

(وقت کو غنیمت جانو)

حافظ نے اس ضرب المثل کو اس مصرعہ میں اس طرح ادا کیا ہے:

وقت را غنیمت دان آنقدر كه بتوان

***

Marfat.com

اقوالِ زرّیں

گناہ سے نفرت کرو، گنہگاروں سے نفرت نہ کرو۔

بد فطرت لوگوں سے الگ رہو۔

جو لوگ بروں سے بھلائی کی امید رکھتے ہیں، وہ فائدہ نہیں نقصان اٹھاتے ہیں۔

نصیحت اسے کرنی چاہیے جس میں نصیحت قبول کرنے کا مادہ ہو۔

اگر نصیحت کرنے والا خوف اور لالچ سے بالاتر ہو کر نصیحت کرے تو اس کی بات کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے۔

شیخ سعدی شیرازی

Marfat.com

اسلام شناسی

Marfat.com

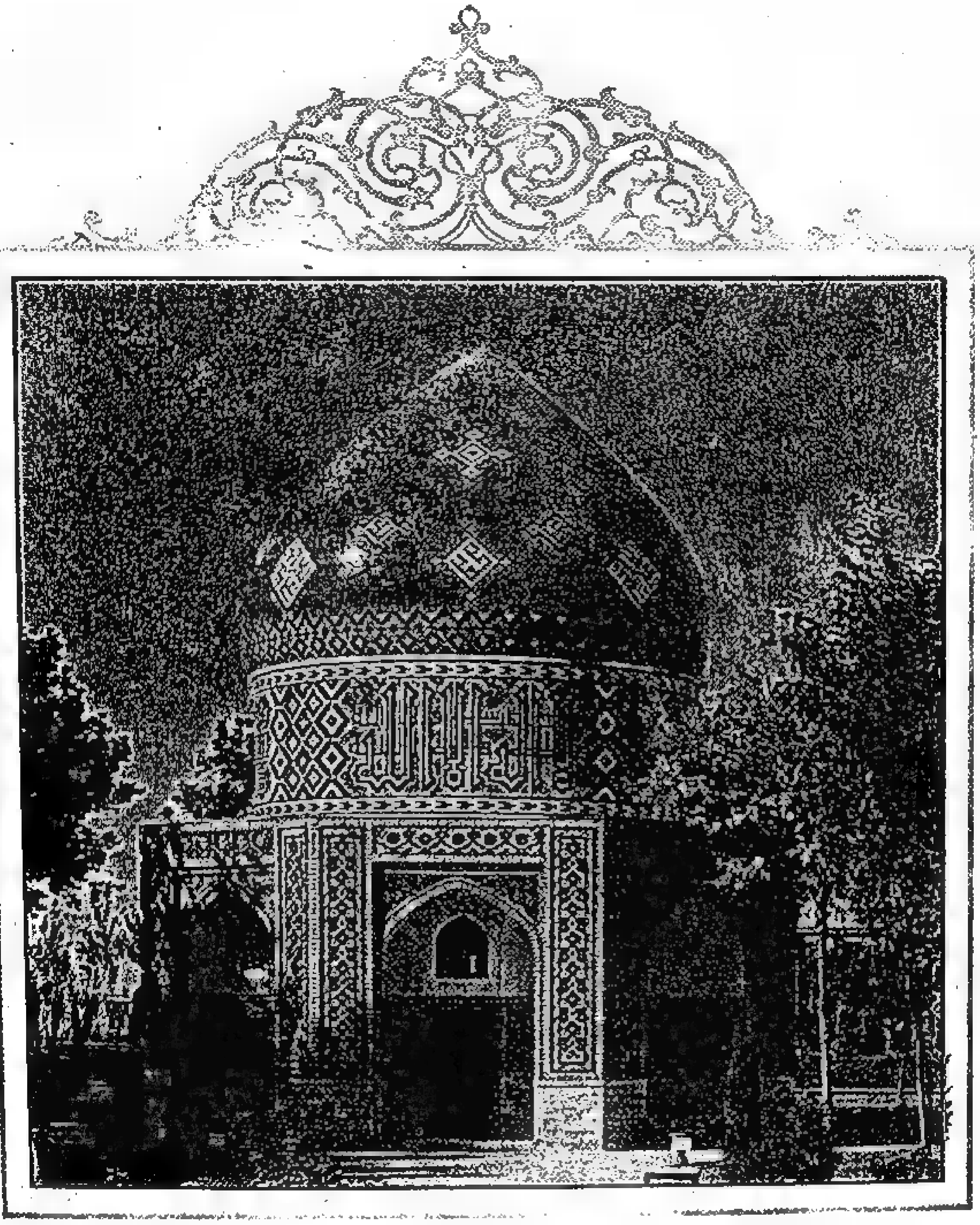

آرامگاه فریدالدین عطار – نیشابور

Marfat.com

ادارہ

مرکزِ ترجمہ قرآنِ حکیم

(ایران میں ساتویں قرآنی نمائش کی مناسبت سے)

اس دنیا میں جہاں تقریباً ۵ ہزار بڑی زبانیں مستعمل ہیں قرآن کا اب تک صرف ۱۰۰ زبانوں میں ترجمہ کیا جا چکا ہے اور وہ تراجم بھی زیادہ تر انفرادی کوششوں کا ثمر ہیں۔ مسلمانوں نے پیغام قرآن کے دوسری زبانوں میں ابلاغ کی اہمیت کا زیادہ احساس نہیں کیا تا کہ اس کا غیر عرب اور دوسری غیر مسلم قوموں کے لئے درست، صحیح اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ کیا جا سکتا۔ جو تراجم اب تک ہو چکے ہیں وہ کیفیت اور بھروسے کے لحاظ سے اعتبار کی مطلوبہ سطح پر نہیں بلکہ اکثریت میں کمی اور کوتاہی پائی جاتی ہے۔ آج کے دور میں جب دنیا قرآنی علوم کی تشنہ ہے اس حیاتیاتی طور پر اہم مشن کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ اس ضرورت کے پیش نظر اسلامی جمہوریہ ایران کے ادارہ اوقاف و امور خیریہ نے اس عظیم الشان کام کا بیڑہ اٹھایا تا کہ قرآنی ثقافت کی عالمی سطح پر ترویج ہو سکے۔

مرکز ترجمہ قرآن کی بنیاد ۱۹۹۴ء میں رکھی گئی۔ اس مرکز کا ہدف و مقصد مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے ایسے تراجم مہیا کرنا ہے جو سلیس، رواں، اور اصل متن سے وفادار ہوں تا کہ ان زبانوں کے بولنے والے ان سے استفادہ کر سکیں، نیز یہ کہ وہ تراجم ہر قسم کی فرقہ واریت سے پاک و مبرا ہوں۔ لہٰذا اس مقصد کے لئے مندرجہ ذیل امور پر توجہ دی گئی اور کئی شعبے تشکیل دیے گئے ہیں۔

۱۔ طبع شدہ تراجم کی جمع آوری

مرکز نے دنیا کی ۸۲ مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے ۷۶۳ تراجم کی ۳ ہزار جلدوں کو اب تک جمع کیا ہے اگرچہ یہ مجموعہ مکمل تو نہیں البتہ یہ ایران میں اپنی نوعیت کا منفرد اور بے نظیر ذخیرہ ہے۔

Marfat.com

۲- معارفِ قرآنی کا ریکارڈ

جو دانشور شعبۂ قرآن میں کام کر رہے ہیں ان کے لئے ایک اچھے آرشیو کا وجود لابد ہے لہذا اس سلسلے میں مرکز نے تراجم پر تنقیدی مطالعات پر مبنی ایک مجموعہ ترتیب دیا ہے، جس میں ۶۰۰ مقالے نیز فارسی، عربی، انگلش، جرمن، اطالوی، اردو، ترکی، آذری اور سویلی زبانوں میں مطالب و معارف کا وافر علمی ذخیرہ موجود ہے۔

۳- تخصصی علوم کا کتب خانہ

مرکز نے قرآن کے تراجم کے ساتھ ساتھ تقریباً ۳ ہزار کتابوں پر مشتمل ایک تخصصی اور فنی کتب خانہ تشکیل دیا ہے جس میں مختلف دائرۃ المعارف، مخطوطے، زبانوں پر ماہرین کی کتابیں، نیز دین، فلسفہ، ادبیات، تاریخ، جغرافیہ اور فلسفہ پر مبنی ۴۰ زبانوں میں کتابیں موجود ہیں۔

۴- ماہرینِ لسانیت اور تراجم کی ٹیمیں

اس میں تقریباً ۱۰۰ ماہرینِ لسانیات، مترجمین اور ماہرین علوم قرآنی کو تعاون کی دعوت دی گئی ہے جبکہ یہ تعداد روز بہ روز بڑھ رہی ہے۔

۵- قرآنی تراجم کا ڈیٹا بینک

یہ ڈیٹا بینک قرآنی تراجم کی تفصیلات کے ریکارڈ، جس میں مترجم کی علمی سطح اس کا مذہبی پس منظر، سلیقہ ترجمہ اور طرز عمل اور منابع اور زبانوں پر اس کے عبور کا ذکر نیز اس کے ترجمے کی خصوصیات اور وہ کتابیں جن سے رجوع کیا گیا اور ترجمے پر اظہاراتِ نظر وغیرہ شامل ہیں، پر مبنی ہے۔

۶- شائع شدہ اور زیرِ اشاعت تراجم

مرکز اپنا پہلا ترجمہ آذری زبان میں شائع کر چکا ہے، جبکہ انگریزی، فرانسیسی، روسی اور ترکی زبانوں میں قرآنی تراجم پر کام آگے بڑھ رہا ہے۔

۷- رسالہ ترجمانِ وحی

یہ شش ماہی مجلہ ایک ایسے فورم کے طور پر کام کر رہا ہے جس میں قرآنی تراجم کے مسائل و

Marfat.com

مشکلات پر تبادلہ خیال و نظر و فکر اور شائع شدہ تراجم پر تنقیدی بحث کی جاتی ہے۔

۸- فارسی زبان میں قرآنی تراجم کے مخطوطات کی فہرست

تاریخی اور علمی اسناد سے اس چیز کی شہادت ملتی ہے کہ قرآن کریم کا اوّلین ترجمہ فارسی زبان میں ہوا مگر اب تک ان فارسی تراجم کی کوئی فہرست سازی نہیں ہوئی جو دنیا کے مختلف عجائب گھروں، علمی مراکز اور ثقافتی اداروں میں موجود ہیں۔ اب اس سلسلے میں مرکز ایک منصوبے پر عمل کر رہا ہے۔

۹- مطبوعہ قرآنی تراجم کی فہرست

خوش قسمتی سے مرکز ترجمہ قرآن میں دنیا کے قرآنی تراجم کی اتنی تعداد موجود ہے جو کتاب شناسی کی فہرست کے لئے لازمی ہے اس کا ہدف یہ ہے کہ قارئین دنیا کے مختلف قرآنی تراجم سے شناسائی حاصل کر سکیں۔ اس سلسلے میں فارسی، انگلش اور اردو تراجم پر، جن کی زیادہ تعداد موجود ہے، کام ہو رہا ہے۔

***

Marfat.com

پاکستان میں سیرت النبیؐ کے فارسی مخطوطات

پروفیسر ڈاکٹر رضا مصطفوی سبزواری☆

سیرت النبیؐ کے عنوان یا اس سے مشابہہ عنوانات کے تحت کتابوں کی تالیف کا احساس اور رواج اسی زمانے سے شروع ہو گیا تھا جب حضرت رسولِ خدا (ص) کے اصحاب کرام جو در حقیقت آپؐ کے بارے میں معلومات اور آگہی کا گنج گراں مایہ تھے، بتدریج انتقال فرمانے لگے۔ آنحضورؐ کے محب اور مشتاق خصوصاً غیر عرب مسلمان اسلام اور حضرت رسول اکرمؐ کی زندگی مبارک کے بارے میں زیادہ اطلاعات حاصل کرنا چاہتے تھے چنانچہ وہ آپؐ کے اصحابؓ کے اس گروہ سے جو زندہ رہ گئے تھے نیز ان کے ساتھیوں اور ہمنشینوں سے، جو اصطلاحاً "تابعین" کہلاتے ہیں، اور وہ ان کے لئے مرجعیت کا حکم رکھتے تھے رجوع کرتے بیشک اس سلسلے میں اصحاب رسولِ خدا کی اولادوں اور آپؐ کے نزدیک ترین ساتھیوں اور رفقا سے زیادہ رجوع کیا جاتا تھا۔

لیکن حضورؐ کی وفات کے بعد ان کی سیرت کی تالیف کے سلسلے میں لوگوں کے تمام تر اشتیاق کے باوجود بعض وجوہ کی بنا پر، جن میں سیاسی وجوہات شامل بھی ہیں ابتدائی سالوں میں اس کام پر زیادہ توجہ نہ دی گئی عجلت نہ ہوئی اور کبھی تو اس کی تدوین کی مخالفتیں بھی ہوئیں جن میں حاکم عراقین خالد بن عبداللہ القسری سے کتاب اغانی میں ایک روایت بھی نقل کی گئی ہے۔(۱)

پیغمبر اکرمؐ کی سوانح عمری کی تالیف کا کام دوسری صدی ہجری میں شہر مدینہ میں شروع ہوا۲ لیکن پہلی صدی اور دوسری صدی ہجری کے اوائل میں لکھی جانے والی تحریروں میں سے کوئی اہم تحریر ہم تک نہیں پہنچی۔ البتہ لوگوں کا شوق و اشتیاق اس چیز کا سبب بنا کہ ابن شہاب زہری اور ابو لاسود یتیم عروہ اور موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق اور ابو معشر سندی جیسے دانشوروں نے سیرت مبارکہ حضرت

☆یونیورسٹی پروفیسر و ثقافتی قونصلر اسلامی جمہوریہ ایران ، پاکستان

Marfat.com

رسولِ خدا کی تالیف کے سلسلے میں اقدامات کئے جن میں سے اسی محمد بن اسحاق (متوفی ۱۵۰یا ۱۵۱ھ) کی تحریر کردہ سیرت، جس کی تلخیص ابو محمد عبدالمالک بن ہشام حمیری نحوی متوفی (۲۱۸ تا ۲۱۳ھ) نے کی، سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے اور اب معتبر ترین اور قدیم سیرت نبویؐ شمار کی جاتی ہے (۲)۔

محمد بن اسحاق نے حضرت رسولِ خداؐ کی سیرت اپنے بعض شاگردوں اور اس زمانے کے راویان اخبار و روایات جن میں سے ایک عبداللہ البکائی (۳) (متوفی ۱۸۵ھ) ہیں، کے لئے بیان کی۔

البکائی کے شاگرد ابو محمد عبدالمالک بن ہشام (متوفی ۲۱۸ھ) نے پیغمبرِ خدا (ص) کی سیرت مبارکہ کو اپنے استاد سے سنا اور اسے بعض حذف و اضافات کے بعد تدوین کیا جو موجودہ شکل میں سیرۃ رسول اللہ یا السیرۃ النبویہ کے نام سے معروف ہے۔

ابن ہشام کی ہدایت کے مطابق کتاب سیرۃ رسول اللہ (ص) کو ساتویں صدی کی دوسری دہائی میں ایران میں ابرقوہ (۴) کے دانشوروں میں سے ایک جس کا نام رفیع الدین بن محمد ہمدانی قاضی ابرقوہ تھا، نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا جسے آقائے ڈاکٹر اصغر مہدوی کے جدید تصحیحات اور عالمانہ مقدمہ کے ساتھ انتشارات خوارزمی نے ۱۳۶۰ھ. ش میں شائع کیا اور اس کے بعد ۱۳۶۱ھ. ش میں یہ دوبارہ نظر ثانی کے بعد شائع کی گئی۔

پوری دنیا میں سیرت النبیؐ کے متعدد فارسی خطی نسخے، جو کبھی تو مشابہ ناموں اور عنوانات اور مفاہیم کے ساتھ ملتے ہیں، فراواں اور کثیر تعداد میں میسر ہیں اور اس سے یہ چیز ظاہر ہوتی ہے کہ طول تاریخ میں فارسی زبان اور فارسی دان مسلمانوں نے پیغمبرِ عظیم الشان اسلام کی زندگی مبارکہ پر بکثرت کتابیں لکھیں جن کے خطی نسخے اب بھی دنیا کے مخطوطات کے خزانوں کی زینت ہیں۔

مذکورہ خزینوں میں برصغیر ہند و پاکستان کے کتب خانوں کی وہ کتابیں شامل ہیں جنہیں یہاں کے پاک سرشت مسلمانوں نے تالیف کیا اور سیرت النبی (ص) کے قلمی نسخے بھی بکثرت موجود ہیں جو ان ممالک کی عظیم کتابی ذخیروں اور گنجینوں کی زینت ہیں۔

سیرت النبیؐ اور پیغمبرِ خداؐ کے شرحِ احوال اور خصوصیات مبارکہ اور کاموں سے متعلق کتابوں کے ناموں اور عنوانوں کے تنوع پر توجہ کرنے سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ برصغیر میں دورِ اسلامی سے وابستہ طویل تاریخ میں آنحضرتؐ کی زندگی مبارکہ کے مختلف گوشوں اور زاویوں اور خصوصیات پر برصغیر کے مسلمانوں نے کس حد تک توجہ دی اور اسلام اور اس کے بانی سے ان کی والہانہ محبت نے

Marfat.com

انہیں کس حد تک اس شعبہ میں غرق جستجو اور تجسّس کیے رکھا۔

برصغیر ہند و پاک میں سیرت النبیؐ کے موضوع سے متعلق منتخب کتابوں کے ناموں کی فہرست اپنے تنوّع کی وجہ سے اس مختصر مقالے میں نہیں سما سکتی اور ذیل کی شرح کے مطابق صرف چند عنوانات کی طرف ہی اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ یاد دہانی کی جاتی ہے کہ ذیل کے عنوانات بعض مصنفین کے ذریعے سے مختلف جگہوں سے انتخاب اور تحریر کیے گئے ہیں۔

الشمائل النبویہ ذالخصایص المصطفویہؐ (۵)، ترجمہ شمایل النبیؐ (۶)، ترجمہ منظوم شمایل النبیؐ (۷)، شرح شمایل النبیؐ (۱۲)، نظم الشمایل (۱۳)، نثر الشمایل (۱۴)، اشرف الوسایل فی شرح الشمایل (۱۵)، کشف الشمایل (۱۶)، خیر الفضایل (۱۷)، نور معرفت (۱۸)، ترجمہ الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ (۱۹)، عین الوفاء (۲۰)، شرح الشفا فی شرف المصطفیٰ (۲۱)، مطالع الانوار فی ترجمۃ الآثار (۲۲)، ترجمہ مولد المصطفیٰ (۲۳)، ترجمہ سیر سید الابرار (۲۴)، ترجمہ المنتقی فی سیرۃ المصطفیٰ (۲۵)، نهایۃ المسوول فی درایۃ الرسول (۲۶)، بہجۃ المباھج (۲۷)، محاضر السیر فی احوال سیدّ البشر (۲۸)، سلوۃ القلوب (۲۹)، سفر السعادۃ (۳۰)، منتخب سفر السعادۃ (۳۱)، طریق القویم فی شرح صراط المستقیم (۳۲)، درج الدرر و درج الغرر فی بیان میلاد سیدّ البشر (۳۳)، نزهۃ الابرار و غبۃ الاخیار فی سیرۃ النبی المختارؐ (۳۴)، شواهد النبوۃ لتقویۃ اهل الفتوۃ (۳۵)، احوال پیامبر (۳۶)، روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل والاصحاب (۳۷)، معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ (۳۸)، معراج النبوۃؐ (۳۹)، سیرت مصطفیٰؐ (۴۰)، آثار احمدیؐ (۴۱)، مغازی النبیؐ (۴۲)، میلاد رسولؐ (۴۳)، پیغامبر نامہ (۴۴)، آداب لباس سیدّ البشرؐ (۴۵)، حلیہء حضرت سیدّ المرسلینؐ (۴۶)، مدارج النبوۃ (۴۷)، مطلع الانوار و مخزن الاسرار (۴۸)، طریق القویم (شرح سفر السعادہ) (۴۹)، زبدہء شرح شمایل (۵۰)، نخبۃ الاخبار (۵۱)، حلیہء رسالت مآب (۵۲)، خصایص احمد مصطفیٰؐ (۵۳)، انیس العاشقین (۵۴)، نثر الجواهر فی تلخیص سیر ابی الطیب والطاهر (۵۵)، نبی نامہ (۵۶)، مولود شریف (۵۷)، باقیات الصالحات فی ذکر الازواج الطاهرات (۵۸)، تحفۃ المسلمین فی تقدیر مصور امهات المسلمین (۵۹)، حدیقۃ الصفا فی اسماء المصطفیٰؐ (۶۰)، حلیہء مبارک (۶۱)، خلاء فصاحت (۶۲)، رسالہء کبیر (۶۳)، فتح القوی فی نسب النبی (۶۴)، وسیلۃ الغریب الی جناب الحبیب (۶۵)، وسیلۃ الفقیر فی شرح اسما الرسول البشیرؐ (۶۶)، صحیفۃ المتقین و منهج الیقین (۶۷) معارف الانوار فی بیان فضائل سیدّ الابرارؐ (۶۸)، حفظ الایمان (۶۹)، وسیلۃ الوصول الی دیار الرسولؐ (۷۰)، سراج

Marfat.com

المجالس (۷۱)، شمس الضحیٰ (۷۲)، تحفہء محمدیؐ (۷۳)، سلوی الکئیب بذکر الحبیبؐ (۷۴)، شجرۃ الانساب (۷۵)، حلیہء مبارک (۷۶)، جامع المعجزات (۷۷)، وفات نامہ (۷۸)، مولود شریف خاتم النبیینؐ (۷۹)، خیر الوصال (۸۰)، معجزاتِ خاص (۸۱)، تحفہء رسولیہ (۸۲)، حلیہء محبوب خدا (۸۳)، خلق نبی پاکؐ (۸۴)، الشرح اللطیف للمولد الشریف (۸۵)، تحقیق اللغات و تصحیح الکلمات فی اسماء اجداد سید الکائناتؐ (۸۶)، خصایص اعظم (۸۷)، علم الھدانی حلیۃ الرسولؐ المقتدا (۸۸)، نور ایمان (۸۹)، معجزاتِ نبویؐ (۹۰)، انوار المشرقین (۹۱)، جامع المعجزات (۹۲)، آفرینش نامہ (۹۳)۔

کتب خانہء گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان کو یہ افتخار حاصل ہے کہ وہ سیرت النبی (ص) کے موضوع پر فارسی مخطوطات کے بہت سے نسخوں کی نگہداری و نگہبانی کرتا ہے اور یہ نسخے بھی جن میں سے بعض منفرد ہیں اور ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئے وہ ہمیشہ سیرت نگاروں اور فاضل اور محقق افراد کے لئے مورد رجوع بنتے رہیں گے۔ ان کی نشر و اشاعت تعلیمات نبوی (ص) اور اعلیٰ اسلامی اقدار کی اشاعت کے سلسلے میں یقیناً ایک مفید قدم ثابت ہو گی۔ ان میں سے بعض نسخوں کے نام درج ذیل کے مطابق ہیں۔

۱۔اشرف الوسایل فی شرح الشمایل

شمارہ ۱۷۵۴ نوشتہ صفی اللہ بن عبداللہ دہلوی بخاری۔ یہ نسخہ ترمذی سے شمائل النبی (ص) کے متن کی شرح ہے۔ شارح شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مریدوں میں سے ایک ہے۔ اس نسخے کا نمبر ۵۳۸ ہے۔

۲۔ سیرت النبی (ص) یا میلاد رسول اللہ (ص) نمبر شمار ۱۴۰۷ ظاہراً محمود بن محمد بن اسماعیل الخطیب انصاری کی تالیف ہے (مجموعہ کا جزو ص ۷۷۴-۷۹۶)

۳۔ سیرت النبی (ص) یا تاریخ پیغمبر اسلام (ص ۹ مختلف قسموں اور ابواب پر مشتمل: نورِ محمدی (ص) کے منتقل ہونے کے بیان میں باب۔ آنحضرت (ص) (کی والدہ ماجدہ) کے حمل ظاہر ہونے کی مدت، آنحضرت کی اولاد، وہ حوادث جو آپؐ کی شب ولادت میں ظاہر ہوئے پیغمبر (ص) کے آباء نیز ان کی امہات اور آخر میں امارات نبوت کے ذکر سے متعلق باب (نمبر شمار نسخہ ۶۱۵۵)۔

۴۔ سیرت النبی (ص) ۲۱ ابواب میں، میلاد سے وفات تک اور آخر میں کعبہ کی تعمیر نسخہ نمبر ۴۴۴۔

۵۔ حدیقۃ الصفا فی اسماء المصطفیٰ (ص) تحریر محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھی، پیغمبر اسلام (ص) کے بعض

Marfat.com

اسمائے مبارکہ کی شرح کے ساتھ۔ اس میں ایک دیباچہ اور تین "فائدہ" موجود ہیں (صفحہ ۶۲ تا ۶۷ مجموعے کا جزو) نسخہ نمبر ۳۵۶۶۔

۶- حلیہ مبارک یہ منظوم سیرت النبی (ص) ہے جس میں ۴۶ اشعار ہیں اس کا نسخہ نمبر ۲۱۵۱ ہے نیز نظم و نثر میں "حلیہ مبارک" از محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی نسخہ کی تاریخ ۱۲۳۲ھ ق (مجموعے کا جزو ص ۲ تا ۹) نسخہ نمبر ۴۱۸۷ ہے نیز منظوم و منثور حلیہ محبوب نوشتہ غلامی محی الدّین قصوری سال تالیف ۱۲۲۵ھ.ق ظاہراً اس کا نام "تحفہ رسولیہ،، بھی رکھا گیا نسخہ نمبر ۳۱۲۸ ہے (مجموعہ کا جزو ص ۱۰۷ تا ۱۱۴) نیز دو نسخے اور نمبر شمار ۴۹۹۳ (مجموعے ص ۱ تا ۱۳)

۷- روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبیؐ والآل والاصحاب نوشتہ عطاءاللہ بن فضل اللہ جمال حسینی دشتکی شیرازی "مقصد،، کی بنیاد پر کتاب منقسم ہے اور اس کے ۳ "مقصد" ہیں اور یہ امیر علی شیر نوائیؔ کے نام پر ہے۔ پہلا "مقصد" سرگذشتِ پیغمبرِ خدا (ص)، اس کے کئی فصل ہیں ہر فصل آنحضرتؐ سے متعلق کسی ایک موضوع پر ہے: سرورِ کائنات کا نسب مبارک، آپ کی ولادت، غزوات، ازدواج مطہرات، اولاد امجاد، فضائل مبارکہ، معجزات، اوصاف حمیدہ، شمایل، عبادت، لباس، خوراک، مشروبات، آپ کی خصوصیات، آپ کے (ص) خدام اور محبیّن، خواتین و حضرات میں سے آپ کے عاملین، آپ کے محدثین، آپ کے تابعین، نیز تابعین کے بعد آنے والے گروہ اور اولیاء۔ اس نسخے میں سے بعض نسخے موجود ہیں جن میں سے بعض کی طباعت ہوئی ہے۔ نسخوں کے نمبر شمار ۱۱۲۷، ۱۳۷۰، ۵۶۸۴، ۴۵۴۷، ۵۸، نیز مجموعوں کے اندر ان میں سے لئے گئے منتخب مطالب موجود ہیں۔

۸- سیرت النبی (ص) نوشتہ نور الدّین ابو سعید پورانی۔ یہ دیباچہ اور چند ابواب اور فصول پر مشتمل ہے: بیانِ نورِ محمدیؐ میں، اوّل خلائق، آنحضرت (ص) کا ذکرِ ولادت، حضور کریم شیرخوارگی سے بعثت تک، حضرت حلیمہ (ص) اور ان کا آنحضورؐ کو دودھ پلانا، چالیسویں سال کے واقعات، ولادت اور وحی کا آغاز، پیغمبری سے ہجرت تک، اسلام کی دعوت اور وہ شخص جو سب پہلے ایمان لایا، ورودِ مدینہ اور مدنی لوگوں کا استقبال، آنحضرتؐ کے احوال مبارک ولادت سے وفات تک، ہجرت کے اوّل سال سے گیارہویں سال تک (صفحات ۲۵۰) (نسخے کا نمبر، ۴۸۰۸)

۹- سیرۃ النبی (ص): یا حلیۃ النبیؐ تحریر احمد بہاء الدّین بن یعقوب۔ ظاہراً یہ کتاب انتہائی قیمتی کتاب الشفا فی تعریف الحقوق المصطفیٰ کا ترجمہ ہے جسے ابو الفضل عیاض بن موسیٰ یحصبی (عربی) نے تحریر کیا۔ اس

Marfat.com

"نسخہ کی تقسیم یوں ہے:

ذکرِ ولادت رسولؐ، ذکرِ اسمائے رسولؐ، ذکرِ اولاد رسولؐ، ذکرِ ازواج رسول خدا (ص)، ذکرِ اصحابِ رسولؐ (مجموعے کا جزو ص ۸۰ تا ۱۱۹)، (شمارہ-۴۴۱۶)۔

۱۰- سیرۃ النبیؐ مصنف کا نام معلوم نہیں ہے۔ اس کے عناوین "فصل" کی صورت میں ہیں، جن میں آنحضرتؐ کی نماز، آپ کا استشارہ اور مشورہ فرمانا، قریش کا اپنے عہد کو توڑنا، حج میں وقت کا اختلاف، آنحضورؐ کا حلیہ مبارک، دوسری نمازیں، روزہ، عقیقہ، معالجات، سواری، سلام اور دوسری بار معالجات کا ذکر، مویشی رکھنا اور گلہ بانی وغیرہ شامل ہیں۔ صفحات ۱۵۲ نمبر شمار نسخہ ۳۶۰۴۔

۱۱- سیرۃ النبیؐ (منظوم) اس نسخے میں زیادہ تر آنحضورؐ کے معجزات کا ذکر ہے۔ معجزہ اول: چاند کا شق ہونا، اسی ترتیب سے بیسویں معجزے تک اور اس کے بعد آپؐ کے خلق کے بارے میں، حضرت عائشہ کے بارے میں، آپ کی حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے محبت اور شفقت، اسی طرح آپ کی بچوں سے محبت، حضور کریم کا حلم، آپ کی مشروبات، آپ کے خواب مبارک، آپؐ کا لباس، آپ کی انگشتری مبارک، آپؐ کی نعلین مبارک (شمارہ نسخہ ۲۹۲۴) (صفحات... ۵۳۰)۔

۱۲- سیرۃ النبیؐ منظوم، مؤلف نامعلوم، تیرہویں صدی ھ ق سے (مجموعہ نمبر ۶ کا جزو، ص ۱۵۳ تا ۲۲۹) عنوانات: حضرت آمنہ (س) کا حمل مبارک، ولادت حضرت پیغمبرِ خدا (ص)، شیر خواری، آپؐ کا آپؐ کے جدامجد کے سپرد کیا جانا، آپؐ کے قتل کی سازشیں، ۸ سالگی، ۲۵ سالگی، ۴۰ سالگی۔

بر آمند　اہل　حدیث　و　سیر
کہ چون　شد　چہل　سال　خیر　البشر

بعثت:

بہ سالی کہ ہفتم ز بعثت رسید... لوای نبوت بہ رفعت کشید۔ اور غزوات: غزوہ بدر، سیرت مصطفیٰ (ص) (نمبر شمار نسخہ ۳۷۹۷)

۱۳- سیرت النبیؐ: شمائل النبیؐ نوشتہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (اصل متن) مصلح الدین محمد بن محمد لاری. جو دو دیباچوں پر مشتمل ہے (دیباچہ متن، دیباچہ مترجم) اور مؤلف کا مقدمہ، ابواب: باب اول خلقت رسول اللہ، خلق پیغمبرِ خدا اور ان کے اخلاق کی حدیث، پیغمبرؐ کے اشکال اور صور پر فصل، پیغمبرؐ کا ادراک، بصر، سمع، لامسہ اور شامعہ ص ۲۰۶ نسخے کا شمارہ ۲۳۷، ص ۲۷۶ نسخہ کا شمارہ ۳۳۸۵۔

Marfat.com

۱۴-سیرۃ النبیؐ شمائل النبیؐ نوشتہ حاجی محمد کشمیری۔ یہ عمدہ فارسی نثر میں ہے اور آنحضرتؐ کے بارے میں وہی عام اور خاص مطالب و موضوعات پر مشتمل ہے، اس کے تین نسخے کتب خانہ گنج بخش میں موجود ہیں یہ مجموعہ کا جزو ہے (ص ۱ تا ۳۶۹) (نمبر شمار نسخہ ۴۲۲۷) مستقل نسخہ ۸۷۳ ص (نمبر شمار نسخہ ۶۲۵۳) (ص ۲۶۹)۔

۱۵-سیرۃ النبیؐ: اخلاق المصطفیٰ شرح شمائل النبیؐ

اصل متن: ترمذی سے ہے ترجمہ اور شرح عبدالھادی بن محمد معصم نے ہندوستان کے مغل بادشاہ اورنگ زیب کے زمانے میں کی اس کے موضوعات میں پیغمبر اسلام کی ولادتِ مبارکہ سے لے کر رحلت تک کے واقعات شامل ہیں اور ضمنی طور پر حضرت رسولِ خداؐ کے خلق عظیم پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے ۲ نسخوں کے نمبر شمار ۳۶۷، صفحات ۴۶۱ اور نمبر شمار ۸۰۹۶ صفحات ۶۵۲ کتاب میں بہت ساری احادیث سے استناد کیا گیا ہے۔

۱۶-سیرۃ النبیؐ: زبدہ شرح شمائل: سیدِ عالمؐ کے اخلاق واطوار مبارک اور واقعات کا متن ترمذی سے لیا گیا جبکہ اس کے مترجمین اور شارحین نامعلوم ہیں۔ لیکن عبید اللہ اور "فقرائے احمدی" کے نام لئے گئے ہیں۔ کتاب کی تقسیم "صحیفوں" میں ہے۔ صحیفہء اول: خیر الاطوار ہے جو حروفِ ابجد کے حساب سے ۱۰۵۸ھ بنتا ہے۔ دوسرا صحیفہ: سیدِ ابرارؐ کے واقعات ہیں ابجد کے حساب سے اس کی تاریخ بھی ۱۰۵۸ھ بنتی ہے۔ یہ کتاب بادشاہ شاہجہان کی تخت نشینی کے ۲۱ سال بعد تألیف کی گئی ہے۔ اس کے ۵۶ باب ہیں

باب: ماجائی خلق النبیؐ، باب ماجاء فی خاتم النبوۃؐ، باب ماجائی شعر الرسولؐ۔، ترجل (رسولِ خداؐ کا کنگھی کرنا، شیب (بڑھاپا اور بالوں کی سفید، رسول اللہؐ، خف جوتے رسول اللہؐ کے، درع رسولؐ کا پھل تناول فرمانا، رسولِ خداؐ کی عبادت، رسول خداؐ کا حجامت کرنا، باب: ماجاء ئی میراث الرسول (ص) (آنحضرتؐ کی میراث کے بارے میں) باب ماجاء فی رویۃ النبیؐ (نبی کریمؐ کے دیدار میں جو آیا ہے، واقعات کے بارے میں بھی دواقع کے عنوان کے تحت آپؐ کے بہت سارے واقعات لکھے گئے ہیں (نسخہ نمبر ۱۵۶۳) (۸۳۲ صفحات)۔

۱۷-سیرۃ النبیؐ نوشتہ نظام الدّین محمد بن مجدی اشنابادی اس کتاب کے ۵۶ باب ہیں جس میں خلقت رسولؐ اور مندرجہ بالا تقسیمات کی طرح سے ابواب ہیں اور ایک باب زیادہ بھی ہے جس کا عنوان ہے۔ "آنحضرتؐ کو دیکھنا اور خواب میں ان کی زیارت کرنا" صفحات ۸۵۳ (نسخوں کے نمبر شمار ۴۳۹ اور ۴۲۵۲)۔

Marfat.com

۱۸۔ شواہد النبوۃ لتقویۃ اہل الفتوہ نوشتہ عبدالرحمٰن جامی کتاب کی تقسیم "رکن" پر ہے۔ اس کے دو نسخے ہیں جس کے نمبر شمار ۶۹۲ اور ۷۵۴۱ اور صفحات ۴۲۹ اور ۵۱۰ ہیں۔

۱۹- محاضر السیر فی احوال سید البشر نوشتہ عبدالرحمٰن جامی شاہ داعی الی اللہ شیرازی کے نفیس نسخہ کا نمبر شمار ۸۴۹ اور صفحات کا مجموعہ (ص ۲۳۱ تا ۵۱۸)

۲۰- معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ: نوشتہ معین مسکین ھروی (تقریباً ۱۰۰ نسخے کتب خانہ گنج بخش میں موجود ہیں۔

۲۱- معجزات حضرت محمدؐ (نمبر شمار نسخہ ۷۴۷۷، صفحات ۱۴)

۲۲- معجزات النبیؐ (نمبر شمار نسخہ، ۵۹۹۸)

۲۳- مغازی النبیؐ نوشتہ یعقوب صرفی کشمیری، حمدِ خدا، نعت رسولؐ، منقبت میر سید علی ہمدانی، منقبت کمال الدین حسین خوارزمی (نمبر شمار نسخہ ۱۴۸۵، صفحات ۴۶۸)

۲۴- نزہۃ الابرار و نخبۃ الاخیار فی سیرۃ النبی المختار، نوشتہ محمود بن محمد المطیب لاری جو رواں فارسی نثر میں ہے اس میں ایک مقدمہ ہے: فصل ج ۱، ج ۲ صفحات ۷۲۶)۔

۲۵- نسب نامہ پیغمبرؐ ۲ نسخوں میں جن کے نمبر شمار ۲۱۲۴ اور ۳۱۷۵ ہیں اور صفحات کے نمبر شمار ۱ تا ۱۸ نیز تعداد صفحات ۹۰۱ ہیں۔

۲۶- نود و نو نامِ رسولؐ (رسولِ خدا کے ننانویں نام) نسخہ کا نمبر شمار ۱۹۲۶ صفحات (۴۸ تا ۴۹۶)

۲۷- نور نامہ: خلقت نامہ

۲۸- وسیلۃ الوصول الی دیار الرسلؐ نسخہ کا نمبر شمار ۶۰۸ کتاب کی تقسیم باب سے ہے اس کے موضوعات میں آپ کا فضل و خلق و عبادات کی شرح اور سفر شامل ہیں کتاب کے ۱۹۸ صفحات ہیں۔

۲۹- وفات نامہ پیامبر اس کے تقریباً ۲۰ نسخے کتب خانہ گنج بخش میں موجود ہیں۔

یاد رہے کہ حضرت رسولِ اکرمؐ کے بارے میں خاص ناموں سے کتابوں اور منظومات کے سینکڑوں نسخے مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان اسلام آباد کے کتب خانہ گنج بخش میں فارسی، عربی، اردو، پنجابی، سرائیکی، سندھی، عربی، پشتو زبانوں میں موجود ہیں جن سے مطالعہ یا تصحیح و نشر و اشاعت کی غرض سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

مآخذ و منابع

۱-کتاب اغانی سے رجوع کیا جائے ج ۲۲ ص 15

۲- سیرت رسول اللہ تالیف ڈاکٹر عباس زریاب خوئی انتشارات سروش ج اوّل سال ۱۳۷۰ ص ۱۸۔

۳-بکائی فتح کے ساتھ قبیلہ بکاء سے منسوب۔

۴-ابر قوہ: یزد کے ضلع کے بعض حصوں میں سے۔

۵-پاکستان کے فارسی نسخوں کی مشترک فہرست تالیف احمد منزوی (ج ۱۰ ص ۱۹۲)

۶-جلد ۱۰ ص ۱۹۳،

۷-ایضاً،

۸-ایضاً،

۹-ایضاً،

۱۰-ایضاً

۱۱-(ج ۱۰: ص ۱۹۴)

۱۲-ایضاً

۱۳-ایضاً

۱۴-ایضاً

۱۵-(ج ۱۰: ص ۱۹۸)

۱۶-(ج ۱۰: ص ۲۰۱)

۱۷-(ج ۱۰: ۲۰۱)

۲۲-(ج ۱۰: ص ۲۰۹)

۲۳-ج ۱۰: ص ۲۱۴)

۲۴-ایضاً

۲۵-ایضاً

۲۶-ایضاً

۲۷-(ج ۱۰: ص ۲۱۷)

۲۸-ایضاً

۲۹-(ج ۱۰: ص ۲۱۷)

۳۰-(ج ۱۰: ص ۲۱۸)

۳۱-ایضاً

۳۲-(ج ۱۰: ص ۲۱۹)

۳۳-(ج ۱۰: ص ۲۲۰)

۳۴-(ج ۱۰: ص ۲۲۱)

۳۵-(ج ۱۰: ص ۲۲۳)

۳۶-(ج ۱۰: ص ۲۲۶)

۳۷-(ج ۱۰: ص ۲۲۶)

۳۸-(ج ۱۰: ص ۲۳۵)

۳۹-(ج ۱: ص ۲۳۶)

۴۰-(ج ۱۰: ص ۲۴۶)

۴۱-(ج ۱۰: ص ۲۴۷)

۴۲-(ج ۱۰: ص ۲۶۰)

۴۳-(ج ۱۰: ص ۲۶۲)

۴۴-(ج ۱۰: ص ۲۶۸)

Marfat.com

۴۵-(ج۱۰: ص۲۶۹)

۴۶-(ج۱۰: ص)

۴۷-(ج۱۰: ص۲۷۳)

۴۸-(ج۱۰: ص۲۷۵)

۴۹-(ج۱۰: ص۲۷۶)

۵۰-ایضاً

۵۱-(ج۱۰: ص۲۷۷)

۵۲-(ج۱۰: ص۲۷۸)

۵۳-ایضاً

۵۴-(ج۱۰: ص۲۷۹)

۵۵-(ج۱۰: ص۲۸۵)

۵۶-(ج۱۰: ص۲۹۱)

۵۷-(ج۱۰: ص۲۹۲)

۵۸-(ج۱۰: ص۲۹۲)

۵۹-(ج۱۰: ص۲۹۳)

۶۰-(ج۱۰: ص۲۹۳)

۶۱-(ج۱۰: ص۲۹۴)

۶۲-(ج۱۰: ص۲۹۴)

۶۳-(ج۱۰: ص۲۹۵)

۶۴-(ج۱۰: ص۲۹۵)

۶۵-(ج۱۰: ص۲۹۶)

۶۶-ایضاً

۶۷-ایضاً

۶۸-(ج۱۰: ص۲۹۷)

۶۹-(ج۱۰: ص۲۹۸)

۷۰-(ج۱۰: ص۳۰۱)

۷۱-(ج۱۰: ص۳۰۳)

۷۲-(ج۱۰: ص۳۰۵)

۷۳-(ج۱۰: ص۳۰۸)

۷۴-(ج۱۰: ص۳۱۰)

۷۵-ایضاً

۷۶-(ج۱۰: ص۷۱۲)

۷۷-ایضاً

۷۸-(ج۱۰: ص۸۱۴)

۷۹-(ج۱۰: ص۳۱۷)

۸۰-ایضاً

۸۱-(ج۱۰: ص۳۱۸)

۸۲-(ج۱۰: ص۳۲۲)

۸۳-(ج۱۰: ص۳۲۵)

۸۴-(ج۱۰: ص۳۲۷)

۸۵-(ج۱۰: ص۲۲۷)

۸۶-(ج۱۰: ص۳۳۰)

۸۷-(ج۱۰: ص۳۳۲)

۸۸-(ج۱۰: ص۳۳۳)

۸۹-(ج۱۰: ص۳۳۴)

۹۰-(ج۱۰: ص۳۲۸)

۹۱-(ج۱۰: ص۳۴۰)

۹۲-(ج۱۰: ص۳۴۵)

۹۳-(ج۱۰: ص۳۴۹)

Marfat.com

کربلا کعبہ صاحب نظراں آج بھی ہے

سیّد عباس حسین کاظمی☆

کربلا کی تاریخ کیا ہے یہ کیوں کعبۂ صاحب نظراں ہے ؟ اور اس خونچکاں داستان پر غور کرنا کیوں ضروری ہے ؟ دراصل تاریخ کسی کو معاف نہیں کرتی۔ تاریخ کی نظر میں نہ کوئی اپنا ہے نہ بیگانہ۔ افراد ہوں یا اقوام ان کو ان کے افعال و کردار کے ذریعے ہی جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ اس جاننے اور پہچاننے کے پس منظر میں گذری ہوئی تاریخ کی کڑیاں ملائی جاتی ہیں۔ افراد کیلئے ان کے اسلاف اور اجداد پر نظر ڈالنی پڑتی ہے اور اقوام کیلئے گردش ایام کے رخ کو بدل کر نقطۂ آغاز تک لے جانا پڑتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ انہوں نے کب اور کس مقام پر کیا کہا اور کیا کیا۔ علوم و شعور کے اس دور اور عقل و آگاہی کے اس زمانے میں جبکہ ہم بڑے طمطراق سے نئی صدی اور نئے ہزارے میں داخل ہو رہے ہیں ، اسلام کے زرّیں اصولوں کی مقیاس پر "فلسفۂ حسینی" کو تولنے اور پرکھنے کی نہ صرف ہمیں بلکہ تمام عالم اسلام کو اشد ضرورت ہے تاکہ دنیا کے تمام اسلامی ممالک حسین علیہ السلام کے نام پر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اور حسین علیہ السلام کی فکر، تدبر، بلند کرداری، راستبازی اور اسلام کیلئے ان کی اور ان کے عزیز و اقارب اور دوستوں کی قربانیوں کو مشعل راہ بنا کر مذہبی جنونیت اور فرقہ واریت کے عفریت سے نجات حاصل کر سکیں اور پھر مخالف اسلام قوتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کو تمکنت کے ساتھ بات کر سکیں۔

حضور اکرمؐ کو مکہ سے آئے ہوئے تیسرا برس تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت سے لیکر حضور اکرمؐ کی وفات تک حضرت امام حسین علیہ نے حضورؐ کے بصیرت افروز خطبے سنے، غریبوں کی دست گیری، مظلوموں کی دادرسی کرنے کی باتیں سنیں۔ گھر میں دن رات عبادتِ الٰہی دیکھی اور دین و شریعت کے تذکرے سنے۔ اسطرح حضور ختمی مرتبت پیغمبرِ

☆سابق بیورو چیف روزنامہ "دی مسلم" راولپنڈی

Marfat.com

ایک معلّم اخلاق اور ایک بزرگ خاندان کی حیثیت سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو کمسنی ہی کے عالم میں اپنے اخلاق و اوصاف کا نمونہ بنا دیا تھا۔ حضور اکرمؐ سے امام حسینؑ کی غیر معمولی محبت اور شفقت کے کے مظاہرات احادیث، تاریخ اور سیرت کی بیشمار کتابوں میں موجود ہیں۔ آپ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو بھی ان سے محبت کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں" جس نے "حسنؑ" اور "حسینؑ" سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے انہیں دشمن رکھا اس نے مجھے دشمن رکھا"۔ حضور ختمی مرتبتؐ کی ان دونوں بچوں سے محبت کرنے اور دوست رکھنے کی مشہور و معروف احادیث، مختلف تواریخ اور سیرت کی کتابوں میں یکساں طور پر درج ہیں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ بچپن ہی سے اپنے نانا کی شفقت، تربیت اور اسلام کے متعلق آپ کا انہماک دیکھتے ہوئے اور آپ کی بلند مرتبہ سیرت کا گہرا مطالعہ کرتے ہوئے یہ یقین رکھتے تھے کہ اگرچہ ہم سے نانا بے حد محبت کرتے ہیں لیکن ہم سے زیادہ آپ اپنے دین یعنی اسلام، اس کے آئین و شریعت کو چاہتے ہیں۔ اس لئے اگر اسلام، اس کے آئین و شریعت پر کوئی برا وقت آیا تو یقیناً پیغمبر اسلامؐ ہم کو ان پر قربان کر دینگے۔ اور یقیناً ہم بھی دین اسلام کو بچانے کیلئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دینگے۔ چنانچہ ۱۰ھ میں ایک اہم واقعہ پیش آیا یعنی عیسائیوں کے ساتھ روحانی مقابلہ جس کو "مباہلہ" کہتے ہیں۔ قرار یہ پایا کہ دونوں فریق اللہ سے دعا کریں کہ جھوٹوں پر اللہ کا عذاب نازل ہو۔ یہ انتہائی مہتم بالشان مقابلہ عیسائیوں سے پیغمبر اسلامؐ کا پہلا کھلم کھلا مقابلہ تھا۔ جوہر شناس رسولِ کائناتؐ نے اس مقابلے کے لئے امام حسنؑ اور حسینؑ، حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ (س) کو منتخب فرمایا اور میدانِ مباہلہ میں تشریف لے گئے۔ یہ نورانی چہرے اور منظر دیکھ کر نجران کے عیسائی ایسے حیران اور مرعوب ہوئے کہ انہوں نے "مباہلہ" سے انکار کر دیا اور خراج دینے پر آمادہ ہو گئے۔ اسلحے کے بغیر یہ فتح تاریخ اسلام کے ماتھے پر آج تک خوشنما جھومر کی طرح جگمگا رہی ہے اور قیامت تک جگمگاتی رہے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور ختمی مرتبتؐ بہ نفس نفیس خود تشریف لیجا کر اس مہم کو سر کر سکتے تھے لیکن قرآن کی تصریح کے مطابق (سورہ آل عمران آیت-۶۱) اس مہم کو سر کرنے کیلئے حضورؐ اپنے اہلبیت کو ساتھ لیجانے پر کیوں مامور ہوئے یقیناً اس کے دو مقاصد ہو سکتے ہیں ایک تو حق کے کامل نمائندوں کا تعارف کرانا اور دوسرا تعلیم و تربیت کے اثرات کا اندازہ لگانا تھا۔ گویا ابھی سے اہلبیت رسولؐ پر ذمہ داریوں کا بار ڈالا جا رہا تھا۔

حضرت پیغمبر اسلامؐ کی مہتم بالشان حدیث کہ "حسنؑ و حسینؑ" جنت کے جوانوں کے سردار

Marfat.com

گویا یہ اعلان ہے کہ مسلمانانِ عالم ان سے تمسک رکھیں اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ عالم طفولیت میں حضور اکرمؐ کی زیرِ تربیت زندگی بسر کر رہے تھے۔ ابھی کل ہی کی تو بات ہے کہ پیغمبرِ اسلامؐ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہا مکمل یکسوئی سے خطبہ سن رہے ہیں کہ یہی بچہ مسجد نبوی میں داخل ہوتا ہے، صفوں میں الجھتا ہے اور گر جاتا ہے۔ سرکارِ رسالتؐ پناہ دیکھ رہے ہیں آپ فوراً اپنے خطبے کو قطع کرتے ہیں، منبر سے نیچے تشریف لاتے ہیں، حسینؑ کو اپنی آغوش مبارک میں لے کر دوبارہ منبر پر جلوہ افروز ہو جاتے ہیں، اس طرح اپنے عمل سے حسینؑ کا تعارف کرایا جا رہا ہے۔ دُور کیوں جایئے اس کے کچھ دنوں بعد ہی ایک محیّر العقول واقعہ رونما ہوتا ہے۔ تاریخ کا انوکھا واقعہ بلکہ ایک تاریخ ساز واقعہ جس کی مثال کائنات میں نہیں ملتی۔ رسولِ عالمینؐ جماعت کی امامت کر رہے ہیں یہی بچہ پھر مسجدِ نبویؐ میں داخل ہوتا ہے اس وقت جبکہ حضور ختمی مرتبتؐ بارگاہ احدیت میں اپنی پیشانی مبارک زمین پر رکھے ہوئے ہیں "حسینؑ" آتے ہیں آپ کی پشت! نہیں بلکہ مہر نبوتؐ پر بیٹھ جاتے ہیں "حسینؑ" پشت مبارک سے اترتے نہیں عالمین کے رسولؐ سجدے کو طول دیتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ سمجھتے ہیں کہ رسولؐ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ پیغمبر اسلامؐ اس وقت تک سجدے سے سر نہیں اٹھاتے جب تک حسینؑ خود پشت نبوت سے الگ نہیں ہوتے۔ اب کائنات کے تمام دانشوروں دقیق گتھیاں سلجھانے والے فلسفہ دانوں اور شہرت دوام حاصل کرنے والے مدبروں سے سوال ہے کہ یہ کیا ماجرا ہے! کیا یہ نواسے سے محبت کا اثر ہے، حضور اکرمؐ اپنی پشت مبارک سے بچے کو جدا نہیں کر رہے ہیں کیا ہم بھی ایسا کر سکتے ہیں؟ نہیں ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ تو کیا خاتم النبیینؐ جذبات سے مغلوب ہو گئے تھے؟ کیا نبیؐ جذبات کے ماتحت ہوتا ہے؟ نہیں! نہیں ایسا نہیں ہے، سرکارِ دو عالمؐ ان تمام غلطی کے امکانات ولوازمات سے مبّرا ہیں جس کے لئے اصطلاحی لفظ معصوم ہے "صاحبِ عصمت" یعنی آپؐ بالکل غلطیوں کے امکانات ولوازمات سے مبّرا اور معصوم عن الخطا ہیں کیونکہ خداوند عالم نے عالمین کے لئے رسولؐ کو نمونۂ عمل قرار دیا ہے، جس کے بعد غلطی کے امکان کے کوئی معنی نہیں۔ حکمِ الٰہی ہے کہ رسولؐ جو تمہیں دے اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسولؐ اللہ کا کوئی کلام یا کام مرضیِ الٰہی کے خلاف ہوتا ہی نہیں! اس پر متعدد آیاتِ قرآنی گواہ ہیں۔ کاوش تحقیق فطرت کا سرمایہ ہے، آیئے ایک حقیقت پسند انسان کی طرح اس سے استفادہ کریں۔ حق کے کامل نمائندوں کا حضور اکرمؐ کا عوام سے اس طرح تعارف یہ بتلا رہا ہے کہ

Marfat.com

بعد بھی اگر اسلام پر کوئی نازک وقت آجائے تو یہ سب کے سب نصرتِ اسلام کیلئے گھر سے نکل کھڑے ہونگے جس طرح آج میں "مباہلے" کیلئے نکلا ہوں اور یہ سب کے سب اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے کوئی دریغ نہیں کرینگے۔ حضور ختمی مرتبتؐ کے اس عمل سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ نصرتِ اسلام کے موقعے پر مرد، عورت، بچہ، بوڑھا کوئی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے نانا کی سیرت و کردار اور بلند حوصلگی کے اعلیٰ معیار کو برقرار رکھتے ہوئے، بے پایاں محبت کرنے والے، بلند حوصلہ والد گرامی حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے تمام اقوال و کردار اور بے پناہ چاہنے والی والدہ گرامی کے تمام اوصاف کو اپنی زندگی کا جزو لاینفک بنالیا تھا۔ یزید حضرت امام حسین علیہ السلام سے کبھی بیعت طلب نہ کرتا اگر وہ صرف دنیوی قسم کی ایک سلطنت کا دعویدار ہوتا مگر وہ جس قسم کی سلطنت کے مالک ہونے کا مدعی تھا وہ تو خلافت اسلامیہ والی حکومت تھی جو رسول اللہ کی جانشینی کے مترادف سمجھی جاتی تھی۔ یزید کا نصب العین یہ تھا کہ بادشاہ مذہب کے جزو و کل کا مالک ہو اور مذہبی قوانین بادشاہ کی خواہش کے پابند ہوں۔ اس لئے وہ ضروری سمجھتا تھا کہ پیغمبر اسلامؐ کے مذہبی وارث سے اپنی حکومت کو تسلیم کرائے اور وہ خوب سمجھتا تھا کہ اس وقت اس وراثت کی مالک صرف اور صرف حسینؑ ہی کی ذات ہے۔ اس لئے وہ لازم سمجھتا تھا کہ آپؑ سے بیعت حاصل کرے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام یہ سمجھتے تھے کہ اگر اس وقت میرے بھائی حسنؑ ہوتے تو بیعت کی خواہش ان سے کی جاتی مجھ سے نہ کی جاتی۔ اگر اس وقت میرے بابا علی مرتضیٰؑ ہوتے تو بیعت کا جھگڑا ان سے کیا جاتا۔ مجھ سے نہ کیا جاتا اگر اس وقت میرے جد امجد رسولؐ اللہ ہوتے تو اپنی حکومت کے جواز کی تصدیق ان سے کی جاتی۔ مجھ سے نہ کی جاتی اب تو میں ہوں مجھ سے بیعت طلب کی جارہی ہے ایسی صورت میں کیا یہ ممکن تھا کہ میرے بھائی حسنؑ ہوتے وہ بیعت کر لیتے، میرے پدر بزرگوار علی مرتضیٰؑ ہوتے اور وہ سر تسلیم خم کر دیتے اور میرے نانا رسولؐ اللہ ہوتے تو وہ اسی حکومت کو جائز تسلیم کر لیتے۔ نہیں، یہ ممکن نہیں تھا حضرت امام حسینؑ نے اس سخت احساسِ ذمہ داری کی بنا پر تمام مصائب اور مشکلات کو برداشت کرنا گوارا کر لیا اور یہ طے کر لیا کہ میں بیعت نہیں کرونگا۔ یہ عزتِ نفس، شرفِ حق اور وقارِ دینی کا سوال تھا جس پر پہلے ہی دن آپ نے آخر دم تک ثابت قدم رہنے کا عزم بالجزم کر لیا تھا۔ چنانچہ حفاظتِ خود اختیاری کے فرض کو انجام دیتے ہوتے، جو اسلامی شریعت کا ایک بنیادی حکم ہے، آپ نے اپنے تمام متعلقین کو جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے، اپنے ساتھ لیا اور ۲۸ رجب کو روضۂ اقدس سے جدا ہو کر مدینہ چھوڑ دیا اور کے میں پناہ لی۔ اس

Marfat.com

طرح آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ کسی سے جنگ کرنا اور اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی کو معرض خطر میں ڈالنا نہیں چاہتے۔ اسلام کی رو سے مکہ جائے امن ہے لیکن یہاں بھی امامؑ کو اپنے قتل کا سامان نظر آیا۔ آخر ایام حج میں جب تمام عالم اسلام مکے کی طرف کھنچا چلا آ رہا تھا آپ حج کو عمرے سے تبدیل کر کے مکے سے رخصت ہو رہے تھے۔ آپ کوفے کی طرف روانہ ہوئے جہاں کے لوگ آپؑ کو اصرار کے ساتھ بلا رہے تھے اور آپؑ سے مذہبی رہنمائی کے طالب تھے اور آپ اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو حالات کا مشاہدہ کرنے کیلئے کوفہ بھیج بھی چکے تھے کہ راستے میں آپ کو حضرت مسلم کے قتل کی اطلاع ملی۔ اس کے بعد اب کوفے جانے کا بظاہر کوئی موقع نہیں تھا اور ایسی صورت میں مکہ یا مدینے جانے کا بھی کوئی امکان نہیں تھا۔ ادھر عبید اللہ ابن زیاد نے آپ کو گرفتار کرنے کیلئے کوفے سے فوج بھیج دی جس نے آپ کو آگے بڑھنے یا واپس جانے سے روکا۔ مجبوراً آپ کربلا کی سرزمین پر اتر پڑے دوسرے ہی دن سے یزید کا ٹڈی دل لشکر کربلا کے میدان میں آنا شروع ہو گیا راستے بند کر دیئے گئے اور آپ کو گھیر کر بیعت کیلئے مجبور کیا جانے لگا۔

دراصل ابھی تک دنیا اس نفی بیعت کے معنی نہیں سمجھ سکی تھی کیونکہ وہ انکار بیعت کی صورت میں تشدد اور ظلم و ستم کے ان درجوں کا اندازہ نہیں کر سکتی تھی جو بعد میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے آئے۔ لیکن آپ جب یہ کہہ رہے تھے کہ میں بیعت نہیں کروں گا اس وقت آپ ظلم و ستم کے تمام امکانات پر غور کر کے اور اپنے نفس کی قوت برداشت کا پورا جائزہ لے کر کامل اعتماد کے ساتھ انکار بیعت کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے آپ دیکھیں کہ ظلم و تشدد اپنی آخری حد تک پہنچ گیا لیکن امام حسینؑ کی صبر و برداشت کی قوت ختم نہ ہو سکی۔ آپؑ اپنی بات پر آخر دم تک قائم رہے اسی عزم و استقلال کے ساتھ جس کو آپؑ نے پہلے ہی دن طے کر لیا تھا۔ اسلام میں صرف بیعت نہ کرنا کبھی بھی کوئی قابل تعزیر جرم نہیں سمجھا گیا اور پھر یہ بھی کوئی قانون نہیں کہ اقلیت کو جبراً اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور کیا جائے مگر کربلا میں ایسا ہی ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے بیعت حاصل کرنے کیلئے سلطنت شام کی پوری مشینری اور شاہی جبروت کی تمام طاقت صرف کر دی گئی۔ مگر امام عالی مقامؑ اور ان کے جانباز ساتھیوں کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لرزش پیدا نہیں ہوئی۔ یزید نے شام اور ابن زیاد نے کوفے سے مزید فوج کربلا بھیجدی اور یزیدی لشکر نے محرم کی سات تاریخ کو آپؑ پر آپ کے ساتھیوں پر یہاں تک کہ چھوٹے، معصوم اور شیر خوار بچوں پر بھی پانی بند کر دیا۔ جاں بلب بچے پیاس سے

Marfat.com

مضطرب نظر آ رہے تھے اور ایک قطرۂ آب بھی آپ کے خیمے تک پہنچنے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی انتہائی فراست، دانشمندی اور مدبرانہ حوصلہ تھا کہ آپ یزیدی فوج کے سپہ سالار عمر ابن سعد سے محرم کی نو تاریخ تک صلح کی گفتگو کرتے رہے۔ اس طرح آپؑ نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ کسی سے جنگ کرنا نہیں چاہتے بشرطیکہ یزید کی بیعت پر اصرار نہ کیا جائے۔ لیکن نویں محرم کی شام کو اس بڑے لشکر نے آپؑ پر حملہ کر دیا۔ پھر بھی موقع کی اس نزاکت پر آپؑ نے ایک رات کی اجازت طلب کی۔ "معروف شب عاشور" ایک رات کی اجازت طلب کرنا اور اس میں کامیاب ہو جانا ایک داعیٔ حق کی انتہائی تدبر، فراست اور قائدانہ صلاحیت کی اعلیٰ مثال ہے جو آپ نے قائم کی۔ اس طرح آپ نے دشمنوں کو اپنے کردار کا جائزہ لینے کا موقع فراہم کر دیا اور دوستوں کو بھی سوچنے کا موقع دیدیا یہ کہہ کر کہ کل ہماری زندگی کا آخری دن ہے جو ساتھ چھوڑ کر جانا چاہتا ہے وہ اس رات کے اندھیرے میں جس طرف چاہے چلا جائے۔ یہ ہے امامؑ کی دور اندیشی اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ تاریخ عالم میں یہ حیران کن واقعہ رونما ہوا کہ دشمن کی فوج کے ایک بڑے دستے کا سردار حر بن یزید بن ریاحی باطل فوج سے نکل کر خدمت امامؑ میں حاضر ہوا اور امامؑ سے جنگ کی اجازت لیکر اسی دشمن فوج سے شدید مقابلہ کر کے جنت الفردوس کو سدھار گیا اور زندہ جاوید ہو گیا دوسرا محیر العقول واقعہ یہ ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے کسی نے بھی امامؑ کے مؤقف سے ذرہ برابر بھی روگردانی نہیں کی اور آپ کے جانباز ساتھی جو آپ سے خاندانی تعلق بھی نہیں رکھتے تھے دسویں محرم کو صبح سے دوپہر کے بعد تک برابر اپنی جانیں آپؑ اور آپؑ کے نصب العین اور اصول کی خاطر قربان کرتے رہے۔ جب ان جانبازوں میں سے کوئی باقی نہ رہا تو عزیزوں کی نوبت آئی اور اب سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ آگ برسا رہا تھا تمازت آفتاب میں جس قدر اضافہ ہو رہا تھا اتنی ہی پیاس کی شدت بڑھتی جا رہی تھی اور اس نقطۂ حدت پہ کھڑے تھے شبیرؑ "کہ جہاں دھوپ کچھ اس طور سے رماتی تھی سینۂ برف سے بھی آنچ نکل جاتی تھی۔" حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنی قوت برداشت کا پورا پورا امتحان دینا تھا۔ اسی وجہ سے آپؑ نے سب سے پہلے اپنے کڑیل جوان اور ہم شکل پیغمبرؐ بیٹے علی اکبرؑ کو میدان کارزار میں بھیجا۔ اب عالم یہ تھا کہ علی اکبرؑ کی ماں خیمے میں تھیں اور باپؑ خیمے کے دروازے پر اور ان کا چاند فوج مخالف کی گھٹا میں چھپا تھا باپ نے دیکھا اور ماں نے سن لیا کہ علی اکبرؑ کا جسم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا مگر امام عالی مقامؑ کے صبر و سکون میں فرق نہ آیا۔ اس کے بعد دوسرے عزیز بھی ایک ایک کر کے آپ سے رخصت ہو کر راہ

Marfat.com

حق میں نثار ہو گئے۔ آخر میں آپؑ کے ذی حشم اور جانباز بھائی حضرت عباس ابن علیؑ آپ سے رخصت ہوئے۔ یہ حسینیؑ جماعت کے علمدارؑ تھے ان کے شہید ہونے سے امام مظلومؑ کی کمر ٹوٹ گئی مگر ہمت شکستہ نہیں ہوئی۔ بھائی کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک ایسا ہدیہ پیش کیا بارگاہ احدیت میں جس نے دشمن فوج کی صفوں میں تہلکہ مچادیا، وہ تھا شیر خوار بچہ جو پیاس کی شدت سے سسکیاں لے رہا تھا۔ کربلا کے تپتے میدان میں پانی پلانے کیلئے امام عالی مقامؑ نے علی اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کیا اس وقت وقت گریزاں ٹھہر گیا، نبض کائنات رک گئی۔ انسانیت کے ہاتھ پیروں میں لرزہ پڑ گیا اور رحم و کرم کی دنیا میں اندھیرا چھا گیا جب اس دشمن فوج کے سپاہی حرملہ نے تیر چلہء کمان میں جوڑا اور بچے کی گردن کو نشانہ بنایا۔ حسین علیہ السلام کا یہ آخری ہدیہ بھی رب العزت کی بارگاہ میں قبول ہو گیا۔ اب حضرت امام حسین علیہ السلام کو حق کی حمایت میں خود جہاد کا قرض ادا کرنا اور اپنی جان کی قربانی پیش کرنا تھی چنانچہ آپ نے اس شکستگی، بے کسی اور تشنگی کے عالم میں تلوار نیام سے نکالی اور جتنا قانون اسلام کی رو سے آپ کو اپنا فریضہ محسوس ہوتا تھا اس حد تک انتہائی شدید مقابلہ کیا ایسا مقابلہ جو ایسے حالات میں عام انسانوں کی طاقت سے یقیناً بالاتر ہے۔ مگر کہاں ایک انسانی جسم اور کہاں فولادی تلواروں کا سیلاب۔ جسم زخموں سے چُور چُور ہو گیا آپ پشتِ ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے آپ نے سجدہء آخر کیا اور سجدے ہی میں آپؑ کا سر قلم کرکے نیزے پر بلند کر دیا گیا۔ شہیدوں کی لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا گیا مال و اسباب لوٹا گیا۔ خیموں میں آگ لگائی گئی۔ خاندانِ رسالتؐ کی مقدس خواتین کے سروں سے چادریں اُتاری گئیں۔ حضرت امام زین العابدینؑ جو بیمار و ناتواں تھے انہیں طوق و زنجیر پہنایا گیا اور عرب کے شریف ترین خاندان کی غیرت مند بیبیوں کو اسیر کرکے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام کے درباروں میں لایا گیا۔ یہ ہے تاریخ عالم کا وہ سب سے بڑا حادثہء جانکاہ جو کربلا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جس کو ہر سال بڑے عزت و احترام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ دنیا دیکھے گی کہ نام یزید مقاماتِ پست میں رینگ رہا ہے اور فتح خود فریب شکست سے بدل گئی ہے اور امام حسین علیہ السلام کا نام منارہ نور بن کر تمام عالم کو جگمگا رہا ہے۔

مرجع قلب دو عالم ہے مزارِ شبیرؑ
کربلا کعبہء صاحب نظراں آج بھی ہے

Marfat.com

مغرب کی فکری تحریکیں
اور اسلام کا روشن مستقبل

(ریٹائرڈ) کرنل غلام سرور☆

انسان اپنی تخلیق کے مضمرات پر جب غور کرنے بیٹھتا ہے' تو وہ اپنے آپ سے یہ سوال کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس کی تخلیق کے محرکات کیا تھے۔ وہ اس جہان رنگ و بو میں کیوں اتارا گیا تھا اور زندگی کا سفر مکمل کرنے کے بعد اس کی منزل کہاں ہو گی؟ یہ ایسے سوال ہیں جن سے ہر حساس انسان کا پالا پڑتا ہے اور وہ ان پر غور و فکر کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ ان سوالوں کا جواب تلاش کرنے میں انسان نے تاریخ کے مختلف ادوار میں بہت سر کھپایا ہے اور اسی غور و فکر کے نتیجے میں بہت سے عقائد و نظریات نے جنم لیا ہے۔ اسی عمل میں مختلف مذاہب مثلاً تاؤ مذہب' ہندو مت' بدھ مت اور شامنیزم (Shamanism) وجود میں آئے ہیں۔

انسانی تاریخ کے ایک مخصوص دور میں' کثرت پرستی (Polytheism) کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی تھی اور پھر لوگوں نے مافوق الفطرت عناصر کو مظاہر فطرت سے وابستہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ گرج چمک' بجلی' سورج' آگ اور اس طرح کے دیگر کئی فطری مظاہر کی پوجا ہونے لگی تھی اور یوں ان مظاہر فطرت کو خدا کا درجہ دیا جانے لگا تھا۔ آگے چل کر تاریخ ادیان ایک نئے دور میں اس وقت داخل ہوئی جب ایک خدا کی پرستش کا خیال انسان کے ذہن میں جاگزین ہوا اور یوں بنی اسرائیل کے ہاں خدا کی وحدانیت کا خیال راسخ ہو گیا۔ مگر ستم کی بات یہ تھی کہ یہودی سوچنے لگے کہ خدا صرف ایک ہے اور وہ خدا صرف ان کے قبیلے کا خدا ہے۔ یہ نظریہ جائے خود تضاد کا شکار ہو کر رہ گیا تھا۔ ذرا سوچئے' خدا اگر ایک ہے تو لازم ہے کہ بندوں میں سے ہر ایک کا خدا ہو گا اور وہ اپنی کبریائی کو چند مخصوص

☆سابق وزیر دفاع حکومت پاکستان

Marfat.com

افراد یا قبائل تک محدود نہیں رکھے گا۔ پھر یوں ہوتا ہے کہ مذہبی عالمگیریت (Universalism) کے نظریے کے ساتھ ساتھ انسان' تاریخ کے ایک انتہائی پر آشوب دور میں داخل ہوتا ہے۔ عیسائیت کے پیروکار سمجھنے لگے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور چرچ بھی ایک ہے لہذا اس عقیدے سے ہٹ کر سوچ رکھنے والے کسی فرد کی نجات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیتھولک چرچ کے پیروکاروں نے اس نظریے کو ایک طویل عرصے تک حرز جان بنائے رکھا' مگر دوسری ویٹی کان کونسل (Vatican Council) جو ۶۶-۱۹۶۵ء میں منعقد ہوئی' اس نے ساری صورتحال کو بدل کر رکھ دیا۔ کتنے ستم کی بات ہے کہ کیتھولک چرچ کے اجارہ داروں نے عیسائیت کو' جو حقیقت میں امن' آشتی اور پیار کا مذہب ہے' تشدد کی راہ پر ڈال دیا۔ مذہب کے نام پر' متضاد سوچ رکھنے والوں پر تشدد کا عمل شروع ہوا اور انہیں گردن زدنی قرار دیا جانے لگا۔ تشدد کا یہ عالم تھا کہ اپنے عقائد سے اختلاف رکھنے والوں کو تہہ تیغ کیا جانے لگا۔ اس طرح' جرمن قبیلوں کو بے دردی سے قتل کیا گیا' مسلمانوں کو صلیبی جنگوں کے دوران القدس میں ذبح کیا گیا اور سپین سے مسلمانوں اور یہودیوں کو نکال باہر پھینکا گیا۔

ظلم اور تشدد کا یہ تکلیف دہ دورانیہ سترھویں صدی سے بھی آگے تک پھیل گیا' اس دور میں عیسائیت کو سب سے پہلے ایک سیاسی حربے (Political Instrument) کے طور پر پیش کیا گیا اور اس طرح اپنے اقتدار کے دورانیہ کو طول دینے کی کوشش کی گئی۔

مسلمان حکمرانوں کے حوالے سے بھی ہمیں انتہاپسندوں کے مظاہر جا بجا دکھائی دیتے ہیں۔ اسلامی سلطنت' مدینہ منورہ سے نکل کر جب دمشق' بغداد' مراکش اور استنبول کی سرحدوں کو چھونے لگی تو انتظامی اعتبار سے اس میں کئی قسم کی خرابیاں در آئیں۔ تسلیم' مسلمانوں کے پیش نظر' بنیادی طور پر اسلامی جذبہ ہی کار فرما تھا' مگر اس عمل میں وہ بھی بسا اوقات افراط و تفریط کا شکار ہو گئے اور اعتدال کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹنے لگا۔ تاہم یہ امر باعث اطمینان ہے کہ ان تمام بشری کمزوریوں کے باوجود' اسلام کے انقلابی پیغام کی روح محفوظ رہی۔

آگے چل کر اٹھارویں صدی کے بعد جب تعقل اور جدیدیت کا دور شروع ہوتا ہے تو ہمارا واسطہ ایک خاص قسم کی صورت حال سے پڑتا ہے۔ اس دور میں روشن خیالی (Enlightenment) کا سیل رواں' مذہبی عقائد و نظریات کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا ہے اور پھر مذہبی سوچ سے عاری' لادینی نظریات' نیم ملانہ مذہبی بہروپ (Pseudo-Religious) کا لبادہ اوڑھ کر' منظر پر نمودار ہو جاتے

Marfat.com

ہیں۔ انیسویں صدی میں رومانی تحریک مثبتیت (Positivism)۔ منظر پر دکھائی دینے لگی۔ تاہم ان سب نظریاتی تحریکوں کے مقابلے میں مارکسزم (Marxism) کے نظریے کو زیادہ پذیرائی ملتی ہے۔ اس نظریے کو پروان چڑھانے میں کارل مارکس' اینجلز اور لینن کے افکار کا گہرا عمل دخل کار فرما دکھائی دیتا ہے۔ مارکسزم نے عالمی نظام کے قیام کے خدوخال پوری طرح واضح کیے۔ اس نظام کی بنیاد خالص مادیت پر مبنی تھی۔ جدلیاتی مادیت نے مختلف سماجی عوامل کو اجاگر کرنے کی کوشش کی' جبکہ مادیت کے تاریخی تصور (Historical Materialism) نے معاشرے کی جزئیات کو پوری شرح د بسط کے ساتھ پیش کیا۔ علاوہ ازیں' ایک توانا فکری نظریے کے طور پر مارکسزم نے اپنے ماننے والوں کو ایک لڑی میں پرونے اور اپنے مخصوص اخلاقی نظام میں پابند کرنے کی کوشش کی۔ مارکسزم کا سارا تانابانا دہریت سے بنا گیا تھا۔ تاہم خوشگوار حیرت کی بات یہ ہے کہ کیمونسٹ منشور اور داس کیپٹل میں مادیت سے ماوراعناصر کی بھی بہت ہلکی سی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ داس کیپٹل کو متبرک کتاب کا درجہ دے دیا گیا اور اس طرح مارکس' اینجلز' لینن اور سٹالین' اس لادین فلسفہ حیات کے بہت بڑے داعی اور مبلغین بن کر منظر پر چھا گئے اور کیمونسٹ پارٹی کا منشور خطا سے پاک' ایک متبرک دستاویز سمجھا جانے لگا اور کیمونسٹ پارٹی کی فعال پالیسی ساز جماعت عاملہ (Politbureu) کے ارکین کو پادریوں کی سی اہمیت ملنے لگی۔ کرہ ارض پر ایک ایسے معاشرے کا خواب دیکھا جانے لگا' جس میں ہر فرد کو اس کی ضرورت کے مطابق زندگی کی آسائشیں فراہم ہوں گی اور جہاں جنت کی جھلک' اس جہان آب و گل میں بھی دیکھی جا سکے گی۔ پھر یوں ہوا کہ فسطائیت (Fascism) کی مختلف شاخوں نے جو اٹلی' جرمنی' سپین' پرتگال اور یونان میں سرگرم عمل تھیں سوشلسٹ نظریے کو نسلی تعصب (Racist Chauvinism) میں بدل دیا اور اس کے پیروکاروں نے اپنے مخالفین کو بدترین مظالم کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔

تاریخ جب اپنے ورق پلٹتی ہے' تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہٹلر کے فسطائی نظریات کو بھی مذہبی صحیفے کا درجہ دے دیا جاتا ہے اور ہٹلر کو نجات دہندہ سمجھ لیا جاتا ہے، نازی پارٹی کو چرچ کا تقدس مل جاتا ہے۔ اس طرح قومی نوعیت کے حتمی فیصلے کرنا نازی پارٹی کے دائرہ اختیار میں آجاتا ہے۔ پھر یوں ہوتا ہے مارکسزم اور فاشزم کے ردِ عمل میں متبادل نظریات (Counter Ideologies) بہت تیزی سے ابھر کر اوپر آجاتے ہیں۔ ہمارا اشارہ مغرب کی آزاد منش تحریکوں (Western Liberalism) کی جانب ہے۔ اس میں کیپٹلزم اور فرانسیسی طرز کی آزاد منش تحریک لیسزم (Laicism) کو شمار کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

ان تحریکوں کا مقصد مذہب کو دنیاوی معاملات سے مکمل طور پر بے دخل کرنا تھا۔ یورپ کے علاوہ عرب ممالک میں بھی نیشنلزم، لبرلزم، فاشزم اور سوشلزم کو آزمایا گیا اور سب کے سب بری طرح ناکامی سے دوچار ہوئے۔ ان سب حقائق کے تناظر میں ہم بیسویں صدی کو مختلف النوع نظریات کی حامل صدی بھی کہہ سکتے ہیں۔

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں بھی مروج نظریات بالعموم، مادیت پرستی کی علامت تھے اور انہوں نے سیکولرزم کی کوکھ سے ہی جنم لیا تھا اور ان میں سے کسی نظام فکر کا الہامی کتابوں پر کوئی یقین نہ تھا۔ اس لئے وہ انسان کو درپیش مسائل کہ "وہ کہاں سے آیا ہے" "کیوں آیا ہے اور کہاں جائے گا" کا کوئی مثبت حل پیش کرنے کے قابل نہ تھا۔ اس دور کے مفکرین، بالخصوص کانٹ اور ہیگل نے اس یقین کا اظہار کیا کہ انسان، جب مذہب کی جکڑبندیوں سے اپنے آپ کو آزاد کرائے گا تو وہ عقلیت (Rationalism) کی بنیاد پر اپنے لئے نئی دنیا دریافت کرے گا اور یہی عقلیت پرستی ہی اس کی خوشحالی اور وقار کی ضامن ثابت ہوگی، مگر اس دعویٰ کی قلعی ہماری آنکھوں کے سامنے اس وقت کھل گئی، جب ہم نے دیکھا کہ جدیدیت کا منصوبہ (Project Modernity) بری طرح ناکام ہو گیا۔ اس نقطۂ نظر کے تحت صرف دلیل کے زور پر حیوانی جبلی تقاضوں کو سدھارنے کی کوشش کی گئی، جو کامیاب نہ ہو سکی۔ اس صورت حال پر بھی کوئی تعجب نہیں ہوا۔ ظاہر بات ہے کہ صرف الہامی مذہب کے اندر ہی اتنی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ انسان کو اپنے سفلی جذبات پر قابو پانے کی راہ دکھا سکے، باقی تمام فلسفے تو تہی دامن ہیں۔

آج کے مغرب کے دانشوروں کا خیال ہے کہ انسانیت، اپنے آپ کو تباہی کے گڑھے کی جانب دھکیل رہی ہے۔ ہمارا پختہ یقین ہے کہ تباہی کا یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا جب تک انسانیت، اپنا رشتہ، ایک بار پھر مذہب سے جوڑ نہیں لیتی۔ اس تناظر میں یہ امر خوش آئند ہے کہ اسلام نے بیسویں صدی کی ستر (۷۰) کی دہائی میں مختلف محاذوں پر غیر متوقع کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اسلام کے نام لیوا، اپنی تن آسانی کے باعث چار سو سال تک خواب غفلت میں مدہوش رہے۔ مگر اب ان کی محیر العقول کامیابیاں کسی معجزہ سے کچھ کم نہیں۔ اسلام کے زوال پذیر ہونے کے حوالے سے تو سب لوگ متفق تھے، مگر کسی کے گمان میں بھی نہ تھا کہ جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ اسلام کے احیائے نو کی نوید بھی سنا سکیں گے اور اس طرح کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ علامہ محمد اقبالؒ، حسن البنا، سید قطب

Marfat.com

شہید' سیّد ابوالاعلیٰ مودودی اور علامہ محمد اسد دین حق کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

عالمی شہرت یافتہ مسلمان مفکر' مراد ہاف مین کا کہنا ہے کہ آج دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں' جہاں مسلمان نہ بستے ہوں۔ آپ انہیں کوریا سے لے کر کولمبیا اور آئس لینڈ سے لے کر نیوزی لینڈ تک دیکھ سکتے ہیں۔ آج سے سو سال پہلے مسلمان' دنیا کی آبادی کا ۷/۱ تھے۔ مگر اب دنیا کی آبادی کا یہ ۵/۱ ہیں۔ اب لندن' پیرس' روم' ویانا' بون' نیویارک' لاس اینجلز اور دوسرے اہم مقامات میں متعدد مساجد موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آبادی کی نقل مکانی اور مغربی یونیورسٹیوں میں کشش کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد یورپ اور امریکہ میں لاکھوں کی تعداد میں ہے اور ہر جگہ' اسلام کا شمار دنیا کے ایک بڑے مذہب کے طور پر ہوتا ہے۔ آج دنیا بھر کے رسائل' جرائد اور اخبارات میں اسلام کا تذکرہ تفصیل سے ملتا ہے۔ اور اسلام پر تحریر کردہ کتب وافر مقدار میں دستیاب ہیں۔ قرآن پاک کے مترجم آئے دن ہوتے جا رہے ہیں اور اس کتاب مبین کو دنیا بھر میں سب سے زیادہ پڑھا جا رہا ہے۔

اکیسویں صدی کے آغاز میں ہمیں دو ایسے نظام ہائے حیات دکھائی دیتے ہیں جو مغرب کے ذہنوں کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک سیکولرزم ہے اور دوسرا اسلام' اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسانیت کی رہنمائی ان میں سے کون سا نظام کرے گا۔ عیسائیت تو انسان کی فکری رہنمائی کے اب قابل دکھائی نہیں دیتی' اب یہ خود مجہولیت کا شکار ہو چکی ہے۔ ہمارا دیانت دارانہ تجزیہ یہ ہے کہ نئی نسل کے لوگ' حقیقی مذہب کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور مذہب کے بارے میں ان کی غالب اکثریت نرم گوشہ رکھتی ہے۔ سیکولرزم کی کوکھ سے جنم لینے والے' بے دین نظریہ ہائے حیات تو اپنی افادیت کھو چکے ہیں۔ یورپ آج سکون کی تلاش میں سرگرداں ہے اور مادیت نے اس کے امن و سکون کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے۔ مغرب کا مرد بیمار' آج بیمار تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس فکری انتشار کا اصل سبب' الہامی مذہب سے دوری ہے۔ دنیا کے تمام فلسفے اب ناکام ہو چکے ہیں۔ بھولی بھٹکی انسانیت کو نجات' صرف اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں تلے پناہ لینے سے ہی مل سکتی ہے۔ باقی سب سحر و فسوں ہے۔

اسلام' بھولی بھٹکی انسانیت کو کس طرح گرداب بلا سے نکال سکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے بارے میں گفتگو انشاء اللہ آئندہ ہو گی۔

❋❋❋

Marfat.com

آنحضرت کی ولادت باسعادت

اتحاد و یگانگت کی پیام رساں

از: ناصر زیدی

خاتم النبیین، احمد مجتبی، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے پر مسرت موقع پر بہت سی تقریبات سیرت رسول مقبولؐ کے حوالے سی منعقد ہوئیں۔ ہفتہ وحدت کے آغاز کی مناسب سے ثقافتی قونصلیٹ اسلامی جمہوریہ ایران نے بھی ایک خصوصی تقریب کا اہتمام کیا، جس میں ممتاز علمی و ثقافتی شخصیات نے شرکت کر کے اظہار خیال کیا۔ ڈاکٹر غضنفر مہدی نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔

تلاوت کلام پاک کے بعد "فریدی برادران" نے نعتِ رسول مقبولؐ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آقائے ڈاکٹر رضا مصطفوی (ثقافتی قونصلر اسلامی جمہوریہ ایران) نے ہفتہ وحدت اور عید میلاد النبیؐ کی مناسبت سے مبارکباد دیتے ہوئے کہا پیغمبر خدا اور قرآن کے احکام کی روشنی میں اللہ و رسول کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ ہمیں اطاعت خداوندی کے ساتھ ساتھ تفرقہ و نفاق سے بچنا چاہیے۔ انہوں نے اسلام سے تمسک کو مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کا راز قرار دیا۔ اسٹیج پر تشریف فرما اہلِ علم اور دانشوروں میں پروفیسر ڈاکٹر صدیق شبلی، پروفیسر مقصود جعفری، آقائے آغا مرتضیٰ پویا، پیر محمد نقیب الرحمٰن (عیدگاہ شریف، راولپنڈی) آقائے جلال کلانتری (نائب سفیر سفارت اسلامی جمہوریہ ایران) ڈاکٹر عبدالمالک کاسی (وفاقی وزیر مذہبی امور و صحت) ڈاکٹر امین احمد شامل تھے جبکہ ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی نے فارسی زبان میں طویل قصیدہ مدحیہ بارگاہ رسالتؐ میں پیش کیا۔ انہوں نے اپنے مطلع میں کہا کہ۔

Marfat.com

عید میلاد نبیؐ گوہر فشانان آمدہ
رونق فرہنگ و دین خوش عہد و پیان آمدہ

پروفیسر ڈاکٹر صدیق شبلی نے اپنی تقریر میں کہا کہ آنحضورؐ کا سب سے بڑا کارنامہ قبائل میں بٹے ہوئے معاشرے کو ایک لڑی میں پرونا تھا جیسا کہ مولانا الطاف حسین حالی نے کہا:

قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
مفاسد کو زیر و زبر کرنے والا

انہوں نے کہا حضورؐ کو مکہ بہت پیارا تھا، اور بہت عزیز تھا، مگر انہوں نے مکے کو چھوڑ کر مدینے کی طرف ہجرت کی اور ہجرت کے عمل سے اسلام کی اجتماعی روح کا اظہار کیا۔ جمعہ کی نماز، عید کی نماز حج کا اجتماع، یہ سب پیام وحدت ہی تھا۔

پروفیسر مقصود جعفری نے "راز وحدت" کے عنوان سے موضوع کے حوالے سے فارسی میں نظم پڑھی.....

دو شعر:

راز وحدت فاش گویم من ترا
وحدتِ انسان جویم من ترا
می شناسی منزل اہل حرم
در طریق صدق احمدؐ زن قدم

ڈاکٹر انیس احمد نے وحدت کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اختلاف نظری ہو تو رحمت بن جاتا ہے زحمت نہیں بنتا۔ اس لئے نظام تعلیم کے ذریعے اہل علم کی محفلوں کے ذریعے احترام کا شعور پیدا کرنے کی کوشش کرنے چاہیے۔ قرآن و حدیث کو پکڑیں، اختلاف کم ہوگا۔ اختلاف ختم کرنے کی نہیں احترام پیدا کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے کہ یہی امت مسلمہ کیلئے ضروری راز وحدت ہے۔ مسجدوں میں، مدرسوں میں، دلوں میں جو فاصلے ہیں انہیں دور کرنے سے ہی اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔

آقائے آغا مرتضیٰ پویا نے کہا کہ ہم بحیثیت ایک مسلمان قوم ابتلا کے دور سے گزر رہے ہیں۔ اس ابتلا کو ختم کرنے کا طریقہ پیغام محمدیؐ سے وابستگی میں مضمر ہے۔ مسلمان دشمن بڑا طبقہ پیغام محمدیؐ کو

Marfat.com

مسخ کرنا چاہتا ہے، ہمیں ایسی عزائم کو خاک میں ملا دینا چاہیے اور اپنی صفوں میں اتحاد و یگانگت پیدا کر کے خود کو ناقابل تسخیر بنانا چاہیے۔ آقائے جلال کلانتری، قائم مقام سفیر ایران نے کہا کہ جیسا کہ ڈاکٹر غضنفر مہدی نے ایک جلسے میں کہا تھا ہم تمام امور میں پیش قدمی کرتے ہیں۔ وحدت اسلامی کا سلسلہ ہو، میلاد نبوی کا دن ہو یہ دن ہمارے نزدیک عزیز ترین دن ہے۔ امام خمینی کا فرمان ہے کہ ہمیں متحد ہونا چاہیے کہ ہم سب مسلمان ہیں۔ ۹۵ فیصد عقائد ہمارے یکساں ہیں۔ ایک خدا، ایک رسولؐ ایک کتاب اور تمام رسول.... تمام انبیاء پر اور خاتم النبیینؐ پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ ہمیں عملاً وحدت کا نمونہ ہونا چاہیے۔ ہر طریق پر متحد اور پر امن رہنا چاہیے۔

وفاقی وزیر ڈاکٹر عبدالمالک کاسی نے کہا: اللہ اور رسولؐ کی دعوت، حقیقی زندگی کی دعوت ہے امن و اخوت کی بنیاد توحید باری تعالیٰ پر ایمان اور رسالت پر اقرار ہے۔ آنحضور کو اللہ کا سچا اور آخری رسول تسلیم کرنا ہر صحیح العقیدہ مسلمان کا فرض ہے۔ اسلام کے معنی ہیں امن و سلامتی اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ تمام ایمان والے ایمان پر قائم رہیں اور راہ مستقیم اختیار کریں تو فتنہ و فساد ختم ہو سکتا ہے اور آج کے دور کی اولین اہم ضرورت ہماری صفوں میں اتحاد کا ہونا ہے۔ ہم متحد قوم بنیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ڈاکٹر غضنفر نے نظامت کے دوران بیچ بیچ میں مختصر تقریر کر کے بتایا کہ پاکستان پر صوفیا کا سایہ ہے، بزرگوں کا اولیا اللہ کا کرم ہے۔ یہ بزرگان دین زیادہ تر ایران سے تشریف لائے اور انہوں نے اس خطے میں نور ایمان پھیلایا۔ اپنے طرز عمل سے کافروں کو مسلمان بنایا۔ اتحاد و یکجہتی ہی میں ہماری سلامتی ہے، بقول اقبالؒ۔

اگر اسلامیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

ثقافتی قونصلیٹ اسلامی جمہوریہ ایران کے زیر اہتمام سے منعقدہ اس خصوصی تقریب کے آخر میں پیر نقیب الرحمٰن (سجادہ نشین عیدگاہ شریف۔ راولپنڈی) نے مسلمانوں کے اتحاد و یکجہتی اور امن و سلامتی کیلئے خصوصی دعا کرائی۔

Marfat.com

نذرِ عاشورِ امامِ عالی مقامؑ

جاوید اقبال قزلباش

میری ہر سانس ہے مقروض دعائے زہراؑ
مجھ کو پروائے ملامت، ہے نہ تعزیر و سزا
مجھ کو ہر ذرّہء وحشی تو ہر اِک سنگ قبول
کرتا ہوں حمدِ خدا زندہ ہوں میں بہرِ عزا
میرے انفاس کی خوشبو سے معطّر ہو فضا
مدح کا ایک تسلسل بنے تا شامِ فنا

قطعہ

جبر کی آہنی دیوار سے ٹکراؤں گا
پرفتن دور میں شبیرؑ کو اپناؤں گا
پیکرِ عزم و شجاعت ہوں میں دنیا والو
جب بھی چاہو گے نئی کربلا دہراؤں گا!

○

مجرمو ظلم کی ہر حد سے گزر جاؤ کہ اب
برقِ سوزندہء حیدرؑ کی کڑک دور نہیں
طور بھی جس کی تجلّی سے ہوا سرمہ ہے
نورِ یزداں کی وہ ہیبت، وہ چمک دور نہیں
آج ہر لحظہ ہے مومن کے لئے آفتِ جاں
کل کو مومن کی رجز اور دَمک، دور نہیں!!!

***

Marfat.com

نخلِ نبیؐ کے پھول

سجاد مرزا

ابنِ علیؑ نے ہم کو سکھایا ہے یہ اصول
حق کی بقا کے واسطے ہے موت بھی قبول

جو بھی ستم کے سامنے سینہ سپر ہوئے
ان کے ہیں سربراہ جگر گوشۂ بتولؑ

دیکھا فلک نے ایسا بھی منظر لبِ فرات
انسانیت کو جیسے زمانہ گیا ہو بھول!

خیموں کے آس پاس تھے لاشے پڑے ہوئے
چہروں پہ تھی جمی ہوئی دشتِ بلا کی دھول

آلِ نبیؐ تھی نرغۂ اعداء میں یوں گھری
کرب و بلا میں جیسے بلاؤں کا تھا نزول

بیٹے کی لاش گرچہ اٹھائے ہوئے تھا وہ
پھر بھی علیؑ کے لال کا چہرہ نہ تھا ملول

سجادؔ ذکرِ گلشنِ شبیرؑ کیا کروں؟
پیوندِ خاک ہو گئے نخلِ نبیؐ کے پھول!

Marfat.com

سلام

نصرت زیدی

کب ہمیں تخت و شکوہ و جاہ و لشکر چاہیے
ہاں مگر اک دل فقیری میں تونگر چاہیے

دیکھنا اسلام ہوگا سرخرو کچھ اور بھی
چہرۂ شبیرؑ پر بس خونِ اصغرؑ چاہیے

ہر گلی کوچہ میں سچی بات کہنے کے لئے
لوگ کہتے ہیں ہمیں کوئی ابوذرؓ چاہیے

منتظر بیٹھا ہوا ہوں دیر سے اے جبرائیلؑ
مدحتِ حیدرؑ لکھونگا تیرا شہپر چاہیے

ختم کرنا ہے اگر تفریق۔ آقا و غلام
پیروی سیرتِ مولائے قنبر چاہیے!

خطبہ دینا ہے سرِ دربار لے کر تیرا نام
اے رسولِ ہاشمیؐ زینبؑ کو چادر چاہیے!

گل کیا نصرتؔ شبِ عاشور جو شبیرؑ نے
روشنی اب اس چراغِ شب کی گھر گھر چاہیے

Marfat.com

امتِ واحدہ

ریاض احمد چشتی نظامی قصوری

اسلام کی قدیم روایات ہمیشہ سے مخصوص گروہوں کے عارضی معاشی مفاد کی نہیں بلکہ وسیع تر انسانیت کے حقوق کی علمبردار ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے لوگوں نے آپ کے خاندان کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا "سلمان ابن اسلام" یہ جواب ایک فرد یا شخص نہیں، بلکہ ایک تہذیب کا جواب ہے 'ایک تمدن کا جواب ہے، جو اس نے زندگی کے ایک نہایت ہی اہم مسئلہ کو حل کرنے کی غرض سے دیا تھا علامہ اقبال کے بقول :

فارغ از باب وام و اعمام باش
ہمچو سلمانؓ زادہء اسلام باش

آب و گل کی فضیلت جس سے وطنیت عبارت ہے 'اسلام کے خاندانی شرف کو معدوم کرنے کی طرح اسے بھی اپنے نظام اخلاق میں کوئی جگہ نہیں دی۔ اس میں شبہ نہیں کہ انسان کا تعلق جس سرزمین سے ہوتا ہے 'اس سے وہ یقیناً مانوس ہو جاتا ہے۔ وہاں کی ہر چیز اسے بھلی معلوم ہونے لگتی ہے' لیکن اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ انسانی روح خاک کی پستیوں میں اپنے تئیں ایسی آلودہ کرے کہ اس کی قوت پرواز ہی جاتی رہے۔ ہندی 'ایرانی' تورانی اور افغانی کے اعتبارات سے بالاتر ملت اسلامی کی روحانی ہستی ہے جو کسی خطہء زمین میں مقید نہیں ہو سکتی :

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی
بتان رنگ و خون کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

☆☆نگری بابا بلھے شاہ، قصور۔

Marfat.com

ہندی و تورانی ہونے سے پیشتر آدمی' آدمی ہوتا ہے اس کی آدمیت کسی خطہ سے وابستہ ہونے سے پہلے ہی وجود میں آتی ہے' علامہ اقبال کے بقول :

فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہر ملکوتی
خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند
درویش خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلی' نہ صفاہاں' نہ سمرقند

بندہ' پہلے تو آدم بے رنگ وبو ہے' اس کے بعد جو چاہو' نام رکھو لو' جس نام سے چاہے پکار لو' جہاں کا مرضی سمجھ لو :

ہنوز از بند آب و گلِ نرسی
تو گوئی رومی و افغانیم من
من اول آدم بے رنگ و بویم
ازاں پس ہندی و تورانیم من

اگر عالم بشریت کا مقصد اقوام انسانی کی امن و سلامتی اور ان کی موجودہ اجتماعی ہستیوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام بنانا قرار دیا جائے تو سوائے نظام اسلام کے کوئی اور اجتماعی نظام ذہن وخیال میں نہیں آسکتا۔ قرآن حکیم فرقان الجید کی رو سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح کا ہی داعی نہیں بلکہ عالم بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے' جو اس کے قومی اور نسلی نقطۂ نگاہ کو یکسر بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے۔

وطن دوست ہونا ایمان ہے لیکن "وطنیت پرستی" سے بیزاری اسلام کی عالمگیر روح ہے۔ تاریخ ادیان اس بات کی شاہد ہے کہ زمانہ قدیم میں "مذہب" قومی تھا۔ جیسے مصریوں' یونانیوں اور ہندیوں کا' بعد میں نسلی قرار دیا گیا' جیسے یہودیوں کا۔ مسیحیت نے یہ تعلیم دی کہ مذہب انفرادی اور ذاتی ہے' جس نے یورپ میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ مذہب ذاتی اور خالصتاً نجی زندگی کے عقائد کا نام ہے' اس لئے انسان کی اجتماعی زندگی کی ضامن صرف اور صرف ریاست اور ملک ہے۔ لیکن یہ اسلام ہی ہے جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ "دین" نہ قومی ہے نہ نسلی' نہ انفرادی ہے نہ ذاتی بلکہ خالصتاً انسانی ہے اور اس کا مقصد باوجود فطری امتیازات کے عالم بشریت کو متحد و منظم کرنا ہے۔

Marfat.com

ایسا دستور العمل قوم و نسل پر بنایا نہیں جا سکتا نہ اس کو خاص ذاتی و نجی معاملہ کہہ سکتے ہیں بلکہ اس کو صرف معتقدات پر ہی مبنی کیا جا سکتا ہے۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس سے عالم انسانی کی جذباتی زندگی اور اس کے افکار میں یک جہتی و ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے' جو ایک "امت" کی تشکیل اور اس کی بقا کیلئے ضروری ہے' مولانا روم نے کیا خوب فرمایا ہے :

ہم دلی از ہم زبانی بہتر است

قدیم الایام سے اوطان اقوام کی طرف منسوب ہوتے چلے آئے ہیں۔ ہم سب پاکستانی ہیں اور پاکستانی کہلاتے ہیں کیونکہ ہم سب کرہ ارض کے اس حصہ میں بود و باش رکھتے ہیں جو کبھی ہند مگر آج پاکستان کے نام سے موسوم اور جانا پہچانا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس چینی' عربی' جاپانی' امریکی' ایرانی وافغانی وغیرہ ۔ وطن محض ایک جغرافیائی اصطلاح ہے اور اس حیثیت سے اسلام سے متصادم نہیں ہوتا۔ ان معنوں میں ہر انسان فطری طور پر اپنی جنم بھومی سے محبت رکھتا ہے اور بقدر ظرف وبساط اس کیلئے قربانی دینے کو تیار رہتا ہے۔ مگر زمانہ حال کے سیاسی ادب میں وطن کا مفہوم محض جغرافیائی نہیں بلکہ وطن ایک اصول ہے' ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا اور اس اعتبار سے ایک سیاسی تصور ہے۔ چونکہ اسلام بھی ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا ایک قانون ہے' اسلئے جب لفظ وطن کو ایک سیاسی تصور کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اسلام سے متصادم ہوتا ہے۔

بعض لوگ طاقت و جبر کو سراہتے ہیں۔ ان کے نزدیک قوی اقوام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کمزوروں کو اپنا غلام بنائیں' لیکن کمزوری و بے عملی بھی انسان کیلئے سب سے بڑی لعنت ہے' مظلوم بھی ایک طرح کا ظالم ہے' اسلئے کہ وہ دوسروں کے ظلم سہہ کر انہیں مزید ظلم کرنے کا حوصلہ اور موقع فراہم کرتا ہے۔ کمزور اقوام اور جماعتیں اپنی سعی پیہم سے زبردست بن کر ہی دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کر سکتی ہیں' لیکن مطلق و بے قید طاقت سے نہیں' انسانیت اور اخلاقیات کی پابندیاں عائد کرتے ہوئے' قوت کا استعمال صرف اسی وقت جائز ہے جب وہ اخلاقی مقاصد کیلئے ہو نہ کہ جوع الارض کے لئے۔

بادشاہت کے بعد ملوکیت و جمہوریت' جارحانہ وطنیت ہی کا ایک شاخسانہ تصور ہے' جو اسلام کی اخلاقی تعلیم کی ضد ہے۔ قومیت کے علمبرداروں کا نظریہ " میرا وطن غلط ہو یا صحیح حق ہے " یہ جھوٹی عصبیت ہے جو حق و باطل میں تمیز نہیں ہونے دیتی۔ جب آدمی سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے کے قابل

Marfat.com

نہیں رہتا تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اپنے عمل کو حق جانب ٹھہرا سکتا ہے۔ جدید مملکت اور سرمایہ داری کا چولی دامن کا ساتھ ہے جسطرح سرمایہ داری قومی دولت میں اضافہ کیلئے نئی نئی منڈیوں کی تلاش میں رہتی ہے اس طرح ملوکیت جو وطنیت ہی کی ایک شکل ہے' نئے نئے علاقوں کو فتح کر کے اپنا پھریرا لہرانا چاہتی ہے اور اپنے اقتدار کی حدود دنیا کے ہر گوشہ میں وسیع کرنے کی متمنی رہتی ہے۔ اس کو اپنا اقتدار وسیع کرنے سے کام ہوتا ہے' چاہے خدا کی بے بس مخلوق پر کچھ بھی گزر جائے:

متاعِ معنیٔ بیگانہ ازدوں فطرتان جوی　　　ز موران شوخیٔ طبع سلیمانی نمی آید

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کاری شو　　　کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

دور حاضر کو علوم عقلیہ اور سائنس کی عدیم المثال ترقی پر بڑا فخر ہے اور یہ ناز و فخر یقیناً بجا ہے' آج زمان و مکاں کی پہنائیاں سمٹ کے رہ گئی ہیں اور انسان نے فطرت کے اسرار کی نقاب کشائی اور تسخیر میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے: لیکن اس تمام تر ترقی کے باوجود اس زمانہ میں ملوکیت کے جبر و استبداد نے جمہوریت' قومیت' لسانیت' سیاست' اشتراکیت' فسطائیت اور نہ جانے کیا کیا نقاب اوڑھ رکھے ہیں۔ ان نقابوں کی آڑ میں دنیا بھر میں قدر حریت اور شرف انسانیت کی ایسی مٹی پلید ہو رہی ہے کہ تاریخ عالم کا کوئی تاریک سے تاریک صفحہ بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ جن نام نہاد مدبروں کو انسانوں کی قیادت و حکومت سونپی گئی ہے وہ خون ریزی' سفاکی اور جبر کے دیوتا ثابت ہوئے۔ جن حاکموں کا یہ فرض تھا کہ اخلاق انسانی کی اقدار عالیہ کی حفاظت کریں' انسانوں کو انسان پر ظلم کرنے سے روکیں اور انسانیت کی ذہنی و عملی سطح کو بلند کریں انہوں نے ملوکیت اور استعمار کے جوش میں لاکھوں کروڑوں مظلوم بندگان خدا کو ہلاک و پامال کر ڈالا' صرف اس واسطے کہ ان کے اپنے مخصوص گروہ کی ہوا و ہوس کی تسکین کا سامان بہم پہنچایا جائے۔ انہوں نے کمزور قوموں پر تسلط حاصل کر کے ان کے اخلاق، مذہب، معاشرتی روایات، آداب و ادب اور اقدار و اموال پر دست تطاول دراز کیا، پھر ان میں تفرقہ ڈال کر ان بدبختوں کو خون ریزی اور برادر کشی میں مصروف کر دیا تا کہ وہ غلامی کی افیون سے مدہوش و غافل رہیں اور استعمار کی جونک چپ چاپ انکا لہو پیتی رہے۔

اگر فرصت ہو تو اپنے اردگرد نظر ڈالو، دنیا کے واقعات گواہی دے رہے ہیں کہ اس دنیا کے ہر گوشہ میں چاہے وہ فلسطین ہو یا حبش، چیچینا ہو یا بوسنیا، چین ہو یا افریقہ، آذربائیجان ہو یا ترکستان، کشمیر ہو یا افغانستان، شرق اوسط ہو یا الجزائر جہاں بھی دیکھو، جدھر دیکھو، ایک قیامت برپا ہے۔ لاکھوں انسان

Marfat.com

بید ردانہ موت کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں۔ سائنس کے تباہ کن آلات سے تمدن انسانی کے عظیم الشان آثار کو معدوم کیا جا رہا ہے اور جو حکومتیں فی الحال آگ اور خون کے اس تماشے میں عملاً شریک نہیں ہیں وہ اقتصادی میدان میں خون کے آخری قطرے تک چوس رہی ہیں۔

تمام دنیا کے ارباب فکر و نظر دم بخود سوچ رہے ہیں کہ کیا تہذیب و تمدن کے اس عروج اور انسانی ترقی کے اس کمال کا یہی انجام ہونا تھا کہ انسان ایک دوسرے کی جان و مال کے درپے ہو کر کرہ ارض پر زندگی کا قیام ناممکن بنا دے۔ دراصل انسان کی بقا کا راز انسانیت کے احترام میں ہے۔ جب تک تمام دنیا کی تعلیمی و اخلاقی قوتیں اپنی توجہ کو محض احترام انسانیت کے درس پر مرکوز نہ کر دیں، یہ دنیا بدستور درندوں اور وحشیوں کی بستی ہی رہے گی۔

کیا آج کسی ایک ہی ملک کے باشندے، ایک ہی نسل، ایک ہی زبان، ایک ہی مذہب اور ایک قوم رکھنے کے باوجود محض اقتصادی مسئلوں کے اختلاف پر ایک دوسرے کا گلا نہیں کاٹ رہے ہیں؟ اور اپنے ہی ہاتھوں، اپنے تمدن کا نام و نشان نہیں مٹا رہے ہیں؟ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قومی وحدت ہرگز قائم و دائم نہیں ہے۔ وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے اور وہ ہے بنی نوع انسان کی وحدت، جو نسل، زبان، رنگ، اور وطنیت کے بتوں سے بالاتر ہے۔ جب تک اس نام نہاد جمہوریت، اس ناپاک قوم پرستی، اور اس ذلیل ملوکیت کی لعنتوں کو پاش پاش نہ کر دیا جائیگا، جب تک انسان اپنے عمل کے اعتبار سے "اَلْخَلْقُ عیال الله" کے اصول کا قائل نہ ہو جائیگا جب تک جغرافیائی وطن پرستی اور رنگ و نسل اور زبان کے اعتبارات کو نہ مٹایا جائیگا اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کر سکیں گے اور اخوت، قربت و مساوات کے شاندار الفاظ شرمندۂ معنی نہ ہوں گے:

اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ اے ناداں! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

ہر اعلیٰ جذبات رکھنے والے شخص کی طرح وطن سے محبت رکھنا ہر انسان کا حق ہے، لیکن وطنیت پرستی بدترین لعنت ہے جس کی تبلیغ سب سے پہلے مغربی دنیا میں ایک مستقل نظریۂ حیات کی شکل میں مخصوص اغراض کے تحت ہوئی۔ بدقسمتی سے نام نہاد وطن پرستوں نے اہل مغرب کی اندھی تقلید میں، ہیئت اجتماعیہ کے نشو و نما کیلئے اُنہیں اصول حیات کو اختیار کرنا ضروری سمجھا جو یورپ میں جنگ اور فساد کا موجب ثابت ہوئے اور جو اسلامی تعلیم کے سراسر خلاف ہیں۔ مغربی تصورات کے تحت

Marfat.com

مسلم امہ کی اکثریت نے ہیئت اجتماعیہ کی تنظیم کیلئے جو نقطۂ نظر اختیار کیا وہ نہ صرف یہ کہ اسلامی روایات کے نقیض تھا بلکہ اس کے ساتھ ہی اس سے مسلمانوں کی باطنی ہم رنگی اور اشتراک احساس کو سخت صدمہ بھی پہنچا۔

مغربی جمہوریت جو کمزور قوموں کے حقوق کی علمبردار بن کر اٹھی تھی آج ملوکیت و استعماریت کے پست ترین مناظر دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے انقلاب فرانس کے وقت "قوم زندہ باد" کا جو نعرہ بے بس مخلوق کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کیلئے بلند کیا گیا تھا وہی بعد میں جمہوری فرانس کی سلطنت کو وسیع کرنے اور دوسروں کو غلام بنانے کیلئے استعمال ہوا۔ قوت و اقتدار کا جذبہ، جدید تمدنی دنیا کا سب سے زیادہ مؤثر جذبہ ہے، جس کا شکار خود جمہوریتیں بن گئیں۔ پھر موجودہ دور کی جمہوریت کے خارجی مظاہر ایسے پھپھسے، زندگی کی دشواریوں سے گریز کرنیوالے اور غیر مستحقوں کو سیاسی اقتدار کی گدی پر بٹھانے والے ہیں کہ اگر کوئی اعلیٰ جذبات و بلند فکر ان سے بیزار ہے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔

عمومیت کی ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اس کی بدولت انسانی ذمہ داری کے اصول کو سخت ٹھیس لگتی ہے اس نظام کے تحت وہ لوگ کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتے یا کرپاتے جو ایسا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں بلکہ عوام پر اپنی رائے کی تشکیل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ انسان بھی خود کچھ نہیں کرتا بلکہ اپنے تئیں خارجی قوتوں کا کھیل تصور کرتا ہے۔ زمانے کی آندھیاں اسے کبھی ایک طرف اڑا لے جاتی ہیں اور کبھی دوسری طرف۔ وہ اپنے اخلاقی معیار سے حالات اور واقعات کو جانچنے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ اپنے ضمیر کے فیصلہ کو بھی دوسرے کی رائے کا پابند کر دیتا ہے۔ اس کا نہ کوئی سیاسی عقیدہ ہوتا ہے اور نہ کوئی عمرانی نصب العین، جس کی روشنی میں وہ اپنا قدم آگے بڑھائے زندگی اس کیلئے بھول بھلیاں ہے جس میں وہ ایک اندھے کی طرح ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرتا ہے۔ جب کوئی واضح منزل ہی اس کے سامنے نہیں تو ظاہر ہے کہ اس کو آگے بڑھنے اور حالات بدلنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

یہی حالات ہیں جن کے باعث جدید عمومی مملکتیں حرکت اور عمل کیلئے روحانی و اخلاقی محرکات کی متلاشی ہیں، کیونکہ ان کے بغیر ان کا وجود خطرے میں ہے، انسانیت کے تمام اہم فیصلوں کو جو زندگی کے رخ کو بدلنے والے ہوں، محض اقتدار کے تابع کر دینا، انسانیت کیلئے باعث ننگ ہے۔ جمہوریت کا بڑا عیب یہی ہے کہ وہ شمار کرنا تو جانتی ہے لیکن وزن کرنا نہیں جانتی، جس کے بغیر ہیئت

Marfat.com

اجتماعی میں عدل واعتدال قائم نہیں رہ سکتا ہے :

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردہ میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری
گرمیِ گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

حقیقی آزادی کی روح کا مخالف کوئی نہیں ہے، آزادی، خودی کی پرورش کیلئے ضروری ہے۔ غلامی کی بے آب ورنگ زندگی انسانیت کیلئے باعث ننگ ہے، جو خود آزاد منش ہو وہ دوسروں میں بھی جوہر آزادی دیکھنا چاہتا ہے :

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حُر کی آنکھ ہے بینا

وطن سے محبت اور اس کی آزادی سے محبت اس فطری جذبہ پر مبنی ہے جو انسانیت کی قدر مشترک ہے، یہ محبت اس واسطے نہیں کہ دوسروں سے نفرت کی جائے :

مشرق سے ہو بیزار، نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

یہی جذبۂ محبت کسی خطۂ ملک سے حکومت الٰہیہ کے قیام کی ابتدا بن جائے تو پھر چشمۂ کوثر کی مختلف شاخیں گردوپیش کے خطوں میں بھی پھیل کر خدا کی حکومت قائم کر دیتی ہیں اور اگر حب وطن کا جذبہ دل سے نکال دیا جائے تو انسان میر جعفر اور میر صادق بن کر رہ جاتا ہے جنہیں نہ وجود قبول کرتا ہے نہ عدم۔ پھر وہ چاہے جہان شرق و غرب کی خاک چھان ڈالے کہیں بھی جائے پناہ نہیں ملتی لاکھ منتیں کریں جہنم بھی اپنے دروازے کھول کر انہیں اپنے اندر داخل نہیں کرتا وہ بھی قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے، نجات کیلئے مرگ ناگہاں کے جتنے ہاتھ پاؤں جوڑے وہ بھی دیکھ کر آنکھیں پھیر لیتا ہے :

Marfat.com

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگ آدم ، ننگ دین، ننگ وطن
ناقبول و ناامید و نامراد
ملتے از کارشان اندر فساد

جب تک غداروں کی ملعون روحیں حیاتِ اجتماعی میں اپنا کام کرتی ہیں، ملک گلو خلاصی کی ہر جدوجہد میں ناکام رہتا ہے ان ارواحِ زشت کی لعنت سے ملک کے افراد میں اعلیٰ سیرت کا جوہر نہیں پیدا ہوتا، جس کی بدولت وہ اپنی کوتاہ خیالیوں کو مصالحِ کلی کی خاطر قربان کر کے اپنے مسائل کے حل میں عقل و بصیرت سے کام لیں۔ ان کی وجہ سے وہ غالب اقوام کی جادوگری سے مسحور رہتے ہیں، جب ذرا خواب کی حالت سے بیدار ہوتے ہیں تو حکمرانوں کی ساحری پھر انہیں تھپک کر سلادیتی ہے۔ اسی وجہ سے مسحور ہونے والے کبھی ردِ سحر کا پکا ارادہ نہیں کر پاتے، اس بارے میں دوسروں کی شکایت فضول ہے اگر شکایت کرنا ہے، تو خود اپنے آپ سے کرو ملوکیت وغلامی کی نفسیات خودبخود سمجھ میں آجائیگی:

آبتاؤں تجھ کو رمز آیۂ اِنَّ المُلوک
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اسکو حکمراں کی ساحری
جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز
دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری
از غلامی فطرتِ آزاد را رسوا مکن
تاتراشی خواجہ ئی از برہمن کافر تری

اجتماعی زندگی کیلئے نظامِ حکومت کی تو ضرورت ہے لیکن اس کی کسی مخصوص شکل کو مطلق و دائمی نہیں سمجھنا چاہیے۔ ہر قسم کا طرزِ حکومت صحیح اور موزوں ہوسکتا ہے بشرطیکہ اس سے اعمالِ انسانی نتیجہ خیز بنتے ہوں اور نظامِ عدل نافذ ہوتا ہو جو اس کی وجہ وجود ہے۔ اگر حکومت اس مقصد کو پورا نہیں کرتی تو وہ بے سود ہے چاہے اس کی اصطلاحیں کتنی ہی مرعوب کن کیوں نہ ہوں۔ اس خیال کے علاوہ

Marfat.com

سیاسی افکار میں قدر حریت کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔انسانی روح آزاد ہے اسلئے ضروری ہے کہ ہر گروہ اپنی حدود کے اندر جو قرآن مجید و فرقان الحمید نے متعیّن کی ہیں، خود مختار ہو۔ جدید مملکت کی خصوصیات، جارحانہ وطنیت و ملوکیت اخلاق سے بے تعلقی اور جمہوریت کے جھوٹے دعووں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

ملوکیت، آمریت و جمہوریت وہ نظام حکومت نہیں جو دنیا کو وسیع تر انسانیت کے ارتقاء کا نظام دینے میں ممد و معاون ہوں۔ ان کا خارج ہونا اُسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جبکہ سیاست بھی تمدّن کے دوسرے شعبوں کی طرح بے قید اور مطلق العنان نہ رہے بلکہ ضبط و آئین خداوندی اور اخلاق کی پابند ہو جائے وہی سیاست حقیقی ہے جو مصالح کلی کی نگہبان ہو نہ کہ جزئی مفاد کی جیسے افادی نقطۂ نظر کے مطابق اکثریت کے ذریعے متعیّن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:

اگرچہ قالبت خاکی نہاد است
بنا کن بر ثریا مسکن خویش
نگاہی بر رموز "فاذکرونی"
بر آر از طوقِ شیطان گردن خویش

چونکہ سیاسی نظام دائمی نوعیت نہیں رکھتا۔ اسلئے انسانیت کو اس کا پورا موقع حاصل رہتا ہے کہ وہ نئے حالات کے مطابق ازلی و ابدی اور اخلاقی اصولوں کے تحت اپنی معنوی تنظیم عمل میں لاتی رہے اور اپنے احوال و ضروریات کی تکمیل کا سامان بہم پہنچایا جائے۔ ضروری ہے کہ اس تنظیم میں انفرادی اقدار جیسے آزادی، عزتِ نفس اور ذاتی وقار برقرار رہیں اور ساتھ ہی ہیئت اجتماعی کی مجموعی نشو و نما اور نظام امن و عدل میں بھی کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو، سوائے اس صورت کے مملکت اپنا منشا پورا نہیں کر سکتی:

ای کہ خود رستی زیبنای خلیل
گرمی خونت زیبنای خلیل
بر سر این باطل حق پیرہن
تیغ لا موجود الا ھُو بزن

***

Marfat.com

اقبال شناسی

Marfat.com

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ

Marfat.com

شہید مرتضیٰ مطہری اور اقبالؒ

سید سکندر عباس زیدی☆

سترھویں صدی کے آغاز میں یورپی اقوام اپنے ممالک سے نکل کر تسخیر عالم کے در پے ہوئیں۔ یہ اقوام صنعتی و سائنسی اعتبار سے نسبتاً ترقی یافتہ تھیں اور ان کے مقابلے میں ایشیا و افریقہ کے ممالک پسماندگی اور افلاس کا شکار تھے۔ چنانچہ جلد ہی مغربی استعماری قوتیں پسماندہ مشرقی ممالک کو اپنا محکوم بنانے میں کامیاب ہو گئیں۔ نیل کے ساحل سے لے کر خاکِ کاشغر تک اور طرابلس الغرب کے میدانوں سے ملایا اور انڈونیشیا تک ۔ ہر جگہ مغربی استعمار نے اپنے پنجے گاڑ دیئے۔ اسی طرح اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر میں سلطنتِ عثمانیہ بھی یورپی طاقتوں کی ہوسِ ملک گیری کا شکار ہو رہی تھی۔ انیسویں صدی تک ترکی جو بظاہر اپنی حاکیت کو قائم رکھے ہوئے تھا مغربی طاقتوں کی سازشوں کے زیر اثر آزادانہ قوتِ عمل کھو بیٹھا۔ عالم اسلام کی اس کیفیت نے تمام سوچنے والے ذہنوں کو شدت سے متاثر کیا۔ وہ سالہا سال سے مسلمانوں کے انحطاط اور زوال پذیری کے اسباب و علل پر غور کرتے رہے۔ انہوں نے ہر پہلو پر تحقیق کی اور مسلمانوں کی مشکلات پر غور و فکر کیا۔ ان مسائل کے حل کے لئے راستوں کا تعین کیا۔ خاص طور پر مادہ پرستی کا زور' اسلام کی کمزوری اور اس میں دوسرے نظاموں کی پیوندکاری اور بدعتوں کا وجود میں آنا شامل ہیں، اسی طرح بے پردگی و عریانی' مغرب پرستی' ثقافت اسلامی سے دوری سے جنم لینے والی معاشرتی برائیاں بھی شامل تھیں۔ ہندوستان سیاسی' فکری' علمی اور معاشی اعتبار سے مغرب کا دست نگر ہو چکا تھا اور اسلامی ممالک جو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے ان کی حالت زار کو دیکھ کر اقبالؒ کا دل خون کے آنسو روتا تھا، لیکن ان کا یقین اور ایمان تھا کہ ملت کو اس بے عملی اور حالتِ زوال سے نکالا جا سکتا ہے۔ ان کو ملت اسلامیہ کی خوابیدہ

☆ قرطبہ سٹریٹ، لاہور۔

Marfat.com

صلاحیتوں پر پورا اعتماد تھا۔ وہ مسلمانان برصغیر سے توقع رکھتے تھے کہ وہ مسلم قومی ریاستوں کے اتحاد کو وجود میں لانے کے لئے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ قیام پاکستان سے پہلے ہی اقبالؒ کا نام ملکی حدود کو عبور کر کے دنیائے ادب کی آخری سرحدوں تک جا پہنچا تھا۔ ان کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے۔ انہیں ایک سیاسی مفکر ہی نہیں بلکہ ایک فلسفی شاعر کی حیثیت سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ مغرب کے بعد جب مشرق میں اقبالؒ شناسی کی روایت کا جائزہ لیں تو نگاہ سب سے پہلے ایران کی طرف جاتی ہے۔ زبان و ثقافت کی بناء پر اس خطہ کے عوام سے ایران کے جو گہرے جذباتی روابط رہے وہ بہت قدیم اور واضح ہیں۔ اقبالؒ نے جب اردو پر فارسی کو ترجیح دی تو ان کا مقصد اہل ایران اور دیگر فارسی دان دنیا کی صورت میں اپنے لئے قارئین کا وسیع تر حلقہ پیدا کرنے کی خواہش تھی۔

ایران میں اقبالؒ کسی بھی ایرانی شاعر کی طرح مقبول ہیں۔ ایک طرف ایرانی ناقدین نے ان کے فکر و فن پر گرانقدر مقالات لکھے ہیں تو دوسری طرف عظیم شعراء نے اقبالؒ کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ایران کے اسلامی جمہوری انقلاب کے پس پردہ جو فکری روح کار فرما تھی اس میں بھی اقبالؒ کی بصیرت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ اقبالؒ کی انقلاب انگیز فکر نے ایرانی قوم کے فکر و نظر میں انقلاب پیدا کر دیا۔

اقبالؒ اور شہید مرتضیٰ مطہریؒ دونوں اسلام کا محکم قلعہ اور اس کا عظیم حصار تھے۔ ان دونوں نے دفاع اسلام کے اس اہم ترین مورچے پر استعمار کو حکیمانہ' محققانہ' عالمانہ اور مجاہدانہ شان سے شکست فاش دی۔

علامہ اقبالؒ کا آفاقی اور انقلاب انگیز پیغام محض برصغیر کے مسلمانوں ہی کے لیے مخصوص نہ تھا بلکہ عالم اسلام کے لیے آزادی و حریت اور خودشناسی و خودسازی کی ایک مؤثر آواز بھی تھا۔ معلم انقلاب اسلامی استاد شہید مرتضیٰ مطہریؒ نے علامہ اقبالؒ کے انقلاب انگیز افکار کی روشنی میں امام خمینیؒ کی قیادت اور اپنے ہم عصر علماء اور مفکرین کے ساتھ مل کر گزشتہ اسلامی انقلاب برپا کیا۔ درحقیقت یہ اسی جدوجہد کی ایک کڑی تھی جو گزشتہ ایک صدی سے سامراجیوں اور استحصال پسندوں کے خلاف علماء اور مفکرین کی جانب سے چل رہی تھی۔ اقبالؒ کی طرح استاد شہید مرتضیٰ مطہریؒ بھی اس بات پر کامل یقین رکھتے تھے کہ اسلام ہی وہ تنہا مکتب ہے جو انسان کی راہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ انہوں

Marfat.com

نے مسلمانوں کی نجات اور اصلاح کا راستہ اتحاد اور یکجہتی کو قرار دیا۔ ان دونوں مفکرین نے اپنی تقاریر اور تحریروں کے ذریعے مغربی استعمار کی سازشوں کو بے نقاب کیا۔

شہید مرتضیٰ مطہریؒ ۲ فروری ۱۹۱۹ء کو مشہد مقدس سے ۷۵ کلو میٹر دور ایک گاؤں فریمان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ محمد حسین مطہری سے جو ایک متقی اور پرہیزگار انسان تھے حاصل کی۔ تیرہ سال کی عمر میں حصول علم کے لیے مشہد تشریف لے گئے۔ ۱۹۳۷ء میں قم میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ آیت اللہ میرزا مہدی شہید' میرزا علی آقائے شیرازی اصفہانی' آیت اللہ بروجردیؒ اور محمد حسین طباطبائی آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ۱۳۴۸ش میں آپ نے بعض دیگر احباب کے ساتھ ملکر استعمار کے خلاف انجمن حسینیہ ارشاد، تہران کی بنیاد رکھی اور توحید' عدل' نبوت' امامت' اقتصاد اسلامی اور اسلام کے فلسفی اور نظریاتی مسائل پر لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا۔ فلسطینی مہاجرین کی امداد جمع کرنے پر گرفتار کیا گیا۔ آپ نے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے لئے اس دور میں بھرپور جدوجہد کی جب شاہ ایران نے ملک ایران کا آئینی اور قانونی ڈھانچہ امریکہ اور برطانیہ کے اشارے پر مکمل سیکولر بنا دیا تھا۔ عدالتوں میں قرآن پاک کی گواہی بے معنی ہو گئی تھی اور دین اور سیاست میں دوری پیدا کر کے علماء اسلام اور اسلام پسند مفکرین اور سیاستدانوں کی برسر عام توہین کر کے جیل بھجوایا جاتا تھا۔ شاہ ایران اور اس کا شاہی خاندان ایران کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھ کر ملک کے تمام وسائل پر قابض تھے۔ ملک کی اقتصادیات پر امریکی لالی کا مکمل قبضہ تھا۔ قومی تعلیمی اداروں کو جو کسی قوم یا نسل کی نظریاتی تربیت کا مرکز ہوتے ہیں، رقص و شراب کے اڈے کے طور پر متعارف کروایا جا رہا تھا۔ ان حالات میں شہید مطہریؒ کمر ہمت باندھ کر ان تمام برائیوں' بد عنوانیوں' بدعتوں' اور کمزوریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔ شاہ ایران کی حکومت نے آپ پر زبان بندی نافذ کر کے عوام سے دور کرنے کی کوشش کی، کیونکہ شاہ کسی بھی صورت اسلامی انقلابی تحریک کو روکنا چاہتا تھا اور اس کے مقابلے میں چھوٹے چھوٹے اشتراکی گروہ بنا کر انہیں فعال بھی کیا گیا لیکن استاد مطہری جو نامور مفکر' روشن خیال دانشور' انقلابی عالم اور اخوت اسلامی کے علمبردار اور مصلح تھے، انہوں نے اپنی تقریر و تحریر کا سلسلہ جاری رکھا۔ استاد مطہریؒ کا براہ راست دین' قرآن' حدیث' فلسفہ' کلام' تاریخ اور عرفان سے رابطہ تھا۔ انہوں نے مستند اسلامی متون پر تحقیق کی، کیونکہ وہ مشرق و مغرب کے مختلف مکاتب فکر کے فلسفی اور نظریاتی متون سے نہ صرف

Marfat.com

پوری طرح آگاہ تھے بلکہ اپنی علمی بحثوں میں ان کے نظریات کو پیش کر کے ان پر تنقید بھی کرتے تھے۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے موقع پر استاد مطہریؒ کو امام خمینیؒ کی طرف سے انقلابی کونسل کا رکن نامزد کیا گیا، لیکن ۲ مئی ۱۹۷۹ء کو انقلاب کی کامیابی کے ٹھیک ۸۰ روز بعد فخر آباد میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔ آپ ایران کے مذہبی اور علمی مرکز قم میں بی بی معصومہ کے حرم میں مدفون ہیں۔

شہید مرتضیٰ مطہریؒ جو اقبالؒ شناس کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں، علامہ اقبالؒ کے نظریات کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے' جس کا اظہار انہوں نے اپنی کتب میں اقبالؒ کو بھرپور خراج عقیدت پیش کر کے کیا ہے۔ مطہریؒ شہید نے اپنی کتب میں تقریباً ۷۰ مختلف مقامات پر علامہ اقبالؒ کی شخصیت و فن اور کلام کے حوالے سے اظہار خیال اور علامہ اقبالؒ کی انقلابی فکر کا بھرپور اعتراف کیا ہے۔

اقبالؒ اور شہید مطہریؒ دونوں مفکرین نے اپنے اپنے انداز سے اپنے دور کے ثقافتی اور سیاسی حالات کے مطابق انسانی معاشرے کو اسلام کی پر ثمر ثقافت کا ہدیہ پیش کیا۔ جب ہم دونوں شخصیات کے افکار کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے بنیادی شعائر اور تعلیمات پر دونوں کا نقطہ نظر ایک ہے اور دونوں نے تقریباً ایک جیسے موضوعات پر اظہار خیال کیا، خاص طور پر دونوں عظیم شخصیات نے استعمار کی سازشوں اور مسلمانوں میں پائی جانے والی بداعمالیوں کی نشاندہی کر کے قوم میں اسلامی شعور کی بیداری کی بھرپور اور کامیاب کوشش کی ہے۔ مرتضیٰ مطہریؒ نے اقبالؒ کی پیروی کرتے ہوئے ان کے انقلاب انگیز پیغام کو کامیابی سے آگے بڑھایا۔

استاد شہید مرتضیٰ مطہریؒ نے اقبالؒ کو "رہبر اصلاح" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اقبالؒ کے اصلاحی نظریات ان کی زادگاہ کی سرحدوں کو پار کر گئے۔ اقبالؒ مغربی تہذیب کا وسیع مطالعہ رکھنے کے باوجود مغرب کو ایک جامع انسانی نظریے سے محروم سمجھتے تھے۔ مطہریؒ اقبالؒ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ اقبالؒ لاہوری کی آہ و فغاں ہی ہے جو مسلمانوں کے خوابیدہ دلوں اور پریشان ذہنوں کو نسیم سحر کی طرح بیدار کر رہی ہے اور انہیں خلق خدا کی بے لوث خدمت اور انسانی آزادی کی بشارت کا احساس دلا رہی ہے۔ مطہریؒ کا خیال ہے کہ اقبالؒ جہاں مذہبی افکار نو کی تخلیق چاہتے تھے وہاں انہیں معنویت کے احیاء کے بغیر بے کار سمجھتے تھے۔ اقبالؒ صرف ایک مفکر ہی نہیں تھے بلکہ صاحب عمل شخصیت بھی تھے۔ وہ استعمار کے خلاف تھے اس کا ثبوت ان کے

Marfat.com

عمل سے ملتا ہے۔ وہ مرد میدان اور فکر پاکستان کے محرک تھے۔ مطہری کے نزدیک اقبال ایک زبردست شاعر تھے۔

انہوں نے اپنی صلاحیتیں مقاصد اسلام کو واضح کرنے کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ اسی وجہ سے اسلامی معاشرہ اقبالؒ کا بہت احسان مند ہے۔ استاد مطہری فرماتے ہیں کہ اقبال "مغربی تہذیب و تمدن سے کامل آگاہی کے باوجود اس کے زبردست نقاد رہے۔ انہیں مغربی فلسفۂ حیات اور اجتماعی زندگی سے گہری واقفیت رہی لیکن وہ مغربی مدنیت کو مرتبۂ انسانیت سے کم تر تصور کرتے رہے۔ وہ ذہنی طور پر مسلمانوں کے سیاسی اقتصادی اور اجتماعی مسائل کے حل کے لئے سرگرداں رہے اور ان کے مسائل کے حل کے لئے انہوں نے اجتہاد اور اجماع کی ضرورت پر خصوصی توجہ دی۔ ان کے نزدیک اسلامی ثقافت ہی حقیقت میں انسانی ثقافت ہے۔ وہ جہاں مغربی علوم وفنون کے حصول کے داعی اور اس کام کے قدردان تھے وہاں وہ تقلید مغرب اور جہان غرب میں بے جا آزاد خیالی اور فتنہ انگیزی کے زبردست ناقد بھی تھے۔ انہوں نے دوسرے علوم وفنون کا مطالعہ اسلامی مقاصد کے حصول کے لئے کیا۔ وہ ان شعراء میں شامل ہیں جن کی معاصر عرب عالم اور مفکر عبدالرحمٰن الکواکبی نے بھی تعریف کی ہے اور فرمایا کہ اقبالؒ کی انقلابی شاعری نے انہیں حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ اور ابو مستہل کمیت بن زید اسدی کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔

شہید مرتضٰی مطہریؒ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اقبالؒ کی شاعری کا کمال یہ ہے کہ ان کے اردو اشعار عربی یا فارسی میں بھی ترجمہ ہونے پر اپنی اثرانگیزی اور حماسہ آفرینی قائم رکھتے ہیں۔ درحقیقت شاعری کی حیثیت اقبالؒ کے ہاں ایک وسیلہ و آلہ کی رہی لیکن ان کا اصل مقصد یہ نہ تھا۔ اقبالؒ کی نظم ونثر امت اسلامیہ کے شاندار ماضی کو خاطر نشین کرتی ہے۔ حال کے تقاضے سمجھاتی ہے اور بہتر مستقبل کی راہیں دکھاتی ہے۔ ان کی کوشش رہی کہ اسلامی تاریخ میں چھپی ہوئی شخصیات کے کردار کو منظر عام پر لا کر امت اسلامیہ کو باخبر کریں۔ اسی وجہ سے اسلامی معاشرہ اقبالؒ کا بڑا احسان مند ہے۔

ایران میں میٹرک کی سطح تک جو مضمون اقبالؒ کی شخصیت اور فن کے بارے میں پڑھایا جا رہا ہے وہ بھی شہید مرتضٰی مطہری ہی کا تحریر کردہ ہے۔ وہ علامہ اقبالؒ کے انقلابی افکار کا بھرپور اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علامہ بلند پایہ شاعر تھے۔ انہوں نے اپنے فن کو اسلامی مقاصد میں صرف کیا۔

Marfat.com

ان کے اشعار کی انقلاب آفرینی اب تک باقی ہے۔ اقبالؒ اس حقیقت کے معترف ہیں کہ اسلامی سماج، مغربی ثقافت اور تمدن کی بنا پر متزلزل ہو کر رہ گیا ہے۔ اولین کام یہ ہے کہ سماج خود اپنی خودی پر ایمان لائے اور یہ خودی عبارت ہے اسلامی تعلیم اور تمدن سے۔ اسی کو فلسفہء خودی کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اقبالؒ نے اپنے اشعار، مضامین اور تقاریر میں ہمیشہ مسلمانوں کی عظمت رفتہ اور آباء کی بے پناہ استعداد و صلاحیت کو بھرپور انداز میں پیش کیا اور اسلاف مسلمانوں کے کارناموں کو یاد دلا کر مسلمانوں میں دوبارہ خود اعتمادی اور حرارت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ ساری کوشش اسلامی سماج پر اقبالؒ کا بڑا احسان ہے

استاد مرتضٰی مطہریؒ نے اقبالؒ کی بہت سی خوبیوں اور انقلابی افکار کی نشاندہی کے ساتھ چند ایک مقامات پر اختلاف رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔ اس اختلاف رائے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شہید مرتضٰی مطہری اور علامہ اقبالؒ کے ارد گرد کے سیاسی و ثقافتی حالات مختلف تھے۔ اختلاف رائے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شہید مرتضٰیؒ نے اقبالؒ کے اردو اور انگریزی آثار کا شاید دقیق مطالعہ نہ کیا ہو جس میں ان کے فارسی کلام کی وضاحت بھی ہوتی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اقبالؒ کی فکر میں ایک ارتقائی رجحان پایا جاتا ہے جس سے بعض قارئین کو ان کے بعض افکار میں شبہات نظر آتے ہیں۔

***

Marfat.com

یادیں

Marfat.com

اتحاد

کسی پہ ظلم نہ ہو حق کسی کا غصب نہ ہو
جہاں جہاں بھی ہے جو فرد با مراد رہے
عرب عجم میں ہے تفریق ان کی کوشش ہے
جو چاہتے ہیں کہ یہ باہمی فساد رہے

(ڈاکٹر مسعود رضا خاکی)

Marfat.com

جوش ملیح آبادی

شبنم شکیل☆

ابھی میں نے اچھی طرح سے ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا کہ مجھے کچھ شعراء اور ادیبوں کے رعب اور دبدبے سے ڈرا دیا گیا۔ ایسا محسوس کروایا گیا کہ گویا ان لوگوں کا نام بغیر وضو کئے نہیں لیا جا سکتا۔ پھر ایسا ہوا کہ اردو ادب کی طالب علم ہونے کی حیثیت سے مجھے ملاّ وجہی اور ولی دکنی سے لے کر آج تک کے شاعروں اور نثر نگاروں کو پڑھنا پڑا۔ نتیجہ اچھا نکلا۔ وہ یوں کہ ان میں سے اچھے لکھنے والوں کا رعب اور دبدبہ تو ویسے ہی قائم رہا مگر اس میں محبت کا عنصر بھی شامل ہوتا گیا۔ یہی میری اور ان کی خوش قسمتی تھی۔ وہ تمام لکھنے والے کہ جو کلاسیک کا درجہ حاصل کر چکے تھے ان میں سے اقبال ایک ایسا شاعر تھا کہ جس کا نام لے کر خاص طور پر ڈرایا دھمکایا جاتا تھا۔ کوئی کہتا اقبال شناسی ہر ایرے غیرے کا کام نہیں اس کے لئے تو پتہ پانی کرنا پڑتا ہے۔ کہیں سنتی کہ فلاں تو ان کی تلمیحات کو نہیں سمجھ پایا شاعری خاک سمجھے گا۔ کوئی کہتا عربی فارسی تو آتی نہیں بیٹھے ہیں اقبال کو پڑھنے اور جناب جب نوجوانی ہی میں یہ بھی سن لیا کہ اقبال مجازی عشق کے تو قائل ہی نہیں تھے وہ تو خدا اور اس کے رسولؐ سے عشق کرتے تھے تو میں نے باقاعدہ تھر تھر کانپنا شروع کر دیا۔ سوچا کہ ان کا کلام کسی اونچی جگہ پر رکھ دوں گی اور کبھی کبھی ہاتھ سے چھو کر دیکھ لیا کروں گی۔ یہ سب ایسا ہی رہتا مگر ہوا یہ کہ ہمارے گھر کو اچانک ایک جذباتی حادثے نے آن لیا۔ پورا گھر ہائے ہائے کرنے لگا۔ ہم سب بہن بھائی کونوں کھدروں میں بیٹھ کر رویا کرتے۔ میرا تو یہ حال تھا کہ لوگوں سے بات چیت بھی چھوڑ دیا۔ میرے والد کہ جن کے حوالے سے صورت حال ایسی ہوئی تھی ایک دن میرے کمرے میں آئے اور کہا "بہت روتی رہتی ہو" اتنا غم ہے کہ کسی چیز میں دلچسپی ہی نہیں رہی" میں نے جرات کر کے کہا "جی ہاں" بولے "تمہیں غم کرنے سے

☆- معروف پاکستانی شاعرہ و مصنفہ۔

Marfat.com

منع نہیں کرتا یہ تو بہت ارفع واعلیٰ جذبہ ہے لیکن تم اسے Negative طریقے سے برت رہی ہو۔ غم کو اپنی کمزوری نہیں طاقت بناؤ۔ میں نے ان کی طرف دیکھا۔ بولے اقبال کو پڑھتی ہو؟ پڑھا کرو وہ تمہیں بتائے گا کہ غم کو اپنی طاقت کیسے بناتے ہیں۔

یہ ایک جذباتی بات تھی جو انہوں نے کہی اور میری عمر ایسی تھی کہ جذبات کے سوا کوئی چیز دل کو لگتی ہی نہ تھی چنانچہ اس کے بعد تمام خوف اور رعب کو بالا طاق رکھتے ہوئے میں نے محض غم کے حوالے سے اقبال سے اپنے آپ کو Identify کرتے ہوئے اسے پڑھا اور یوں پڑھا کہ اقبال کی شاعری سے پہلے محبت ہوئی اور پھر وہ عشق میں تبدیل ہو گئی اور بہت بعد میں تو یہ سوچ کر کہ وہ بھی انسان تھے بشری کمزوریوں والے۔ کبھی کبھی حسِ مزاح بھی جاگی۔ چنانچہ ایک دن ''حیاتِ اقبال کی گم شدہ کڑیاں'' لے کر قاسمی صاحب کے پاس گئی اور کہا لیجئے اقبال تو مکمل ہو گئے۔ حیات اقبال کی گم شدہ کڑیاں بھی سامنے آ گئیں۔

میں نے جوش صاحب کی بات کرنے سے پہلے یہ تمہید کسی تقابل کے لئے نہیں باندھی۔ یہ سب کہنا اس لئے ناگزیر تھا کہ لوگوں نے جوش صاحب کے سلسلے میں بھی خوب ڈرایا تھا۔ ''کیا بلند بانگ لہجے کا شاعر ہے' کیسا عالم شخص''۔ ''کیا Images استعمال کی ہیں''۔ لفظ ہے کہ انگوٹھی میں نگینہ جڑا ہے۔ قافیے ہاتھ باندھے غلام ہیں۔ غنائیت تو ان پر ختم ہے۔ لفظ کی صوتی اہمیت سے تو بس جوش صاحب ہی واقف ہیں۔ بھئی مشکل پسند بہت ہیں ان کی شاعری اور ان کے نظریہ ء فن کو سمجھنا عام قاری کا منصب نہیں ہے۔ ''اردو نظم کا کیا معتبر نام ہے۔ کیسے نہ ہو صدیوں کی تہذیب اور تمدن کا امانت دار ہے۔'' اور پھر سب سے آخر میں آپ کے غبارے میں سے ساری ہوا نکالنے کے لئے یہ بھی کہ شاعر انقلاب ہے۔ حق گو اور بے باک' جراتِ رندانہ کا مالک۔ ظلم کے آگے سینہ تان کر کھڑا ہونے والا۔ مظلوم کا ساتھ دینے والا۔ بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرا جانے والا۔ بہت احسانات ہیں۔ جوش کے اردو ادب پر۔ بس ایسی ہی Observations کانوں میں پڑتی رہتی تھیں۔ اب میں سچ بات کروں گی کہ میں نے جوش صاحب کی شاعری کو سنجیدہ طریقے سے تب پڑھنا شروع کیا جب میں نے ''یادوں کی برات'' پڑھ لی۔ ویسے تو جوش صاحب ایسے شاعر تھے کہ کوئی ذی شعور ان کے نام سے صرف نظر کر ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ نہ ماننے والوں سے بھی اپنے آپ کو تسلیم کروا لیتے تھے۔ شعلہ و شبنم' نقش و نگار' فکر و نشاط' جنون و حکمت اور شاعر کی راتیں جیسے شعری مجموعوں کے خالق کی شعری عظمت

Marfat.com

سے کون انکار کر سکتا تھا۔

عالم کی اصطلاح اپنے صحیح معنوں میں بہت کم ادیبوں کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے گو ہمارے ہاں اس کا بہت فراخدلی کے ساتھ استعمال ہوتا رہا ہے لیکن جوش صاحب کا ذکر کرتے ہوئے انہیں عالم نہ کہا جائے تو یہ اپنی لاعلمی ہو گی۔ وہ دنیا کی بہت سی زبانوں کے ادب کا گہرا مطالعہ کئے ہوئے تھے اور ادب کے معاملے میں ان کے بین النظریاتی رویے نے انہیں ایک ایسی وسعت قلب و نظر بخشی تھی کہ جس کی مثال ہمارے ادیبوں اور شاعروں میں بہت کم ملتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کثرت مطالعہ وسعتِ نظری کا باعث بنتا ہے اور وہاں تو یہ عالم تھا کہ :

علم کی انتہا ہے بے تابی

یہ بے تابی اور اضطرابی کیفیت ان کے کلام میں جگہ جگہ جھلکتی ہے' تاہم وہ کسی منفی سوچ کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیتے۔ اپنی شاعری میں اپنے معاشرے کے تمام امراض کی تشخیص کرنے کے بعد بھی ان کا لہجہ پر یقین پر اعتماد اور توانا رہتا ہے۔ ان کی شاعری سے زندگی کی حرارت اور توانائی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اب جہاں تک اس مشکل پسندی کا تعلق ہے تو اس پر رائے دینے سے پیشتر مجھے اور دوسرے بہت سے لوگوں کو اپنی کم مائیگی کا اعتراف کرنا ہو گا۔ کسی بھی فن پر بات کرنے سے پیشتر اس فن کے رموز سے واقف ہونا ضروری ہے سو اگر روشن آراء بیگم کی گائیکی بہت سے لوگوں کی فہم سے بالاتر ہے تو اس میں قصور کس کا ہے۔ یہ اور ایسی ایک دو دوسری وجوہات ہیں کہ جن کی وجہ سے جوش صاحب مقبولیت کی عام سطح تک نہیں آسکے اور یہ امر بھی اپنی جگہ واضح ہے کہ اردو کی یک رخی تنقید نے ان کی شاعری کا مطالعہ سنجیدگی سے کر کے نتائج مرتب نہیں کئے اور بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض اوقات تو ان کی تحریریں یک گونہ بے رخی کا شکار ہو کر رہ گئی ہیں۔ یہاں سے داغ اور ذوق دونوں شاعر یاد آتے ہیں۔ داغ کی عام سطح پر مقبولیت کیوں تھی آپ سب اس سے واقف ہیں۔ لیکن میں بات عظمت کی نہیں محبت کی کروں گی کہ میں نے اسی جذبے کے تحت ان کے کلام کو پڑھنا شروع کیا زیادہ مطالعے کا دعویٰ تو ہرگز نہیں کر سکتی مگر جتنا بھی پڑھا بغیر کسی ذہنی تعصب کے اور جب یوں پڑھا تو انہیں ایک دردمند اور محبت کرنے والا انسان پایا۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ دل میں مقام صرف محبت ہی سے بنایا جا سکتا ہے۔ عظمت تو آپ سے علماء کی بھی تسلیم کرتے ہیں مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ :

Marfat.com

"ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں"

عزت اور محبت صرف خوش قسمتوں کو ہی ملا کرتی ہے۔ مگر اسے حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ دوسروں کو دینا پڑتا ہے۔ اور جوش صاحب نے تو دنیا کو دیا زیادہ اور وصول کم کیا۔ اب یہاں مجھے پھر بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری نئی نسل کی اکثریت جہاں اپنے بہت سے دوسرے اکابرین کے کارناموں سے ناآشنا ہے وہاں جوش صاحب سے بھی محض ان کے نام کی حد تک واقف ہے۔ میں تمام زندگی پڑھاتی رہی ہوں اور جانتی ہوں کہ کس مرحلے پر انہیں نصاب سے خارج کیا گیا تھا۔ اگرچہ بقول یوسفی صاحب نصاب میں شامل ہونا ادیب کے شایانِ شان نہیں۔ اور میرے خیال میں جوش صاحب بھی اس کے مرہونِ منت نہیں ہیں مگر پھر بھی کیا یہ کہہ کر ہماری ذمہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ کیا محض سالگرہ اور برسی منا کر ہم کوئی کارنامہ انجام دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ نہیں۔ بلاشبہ ضرورت اب اس امر کی ہے کہ جوش صاحب کی شاعری پر تحقیقی کام سنجیدگی سے کیا جائے۔ یہ تحقیق ایسے خطوط پر استوار ہو کہ آج کی نسل ان کی شخصیت اور ان کے کام کو علم کی روشنی میں پرکھ سکے۔ ان تمام باتوں کو بھی کہ جن سے انہیں متنازعہ فیہ بنانے کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ انہیں غیر جذباتی اور غیر متعصب حوالے سے پرکھا جائے۔ انہیں ان کے صحیح تناظر میں اور سیاق و سباق کے ساتھ دیکھا جائے۔ ایک بڑا فنکار ہونے کی حیثیت سے تعمیری انداز میں انکے نظریہ حیات اور نظریہ فن کا تجزیہ کیا جائے۔ یہ کام اگر اور کسی وجہ سے نہیں تو محض نئے پڑھنے والوں کی رہبری کے لئے ہی کر دیا جائے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ کام فرخ جمال یا تبسم اخلاق یا جوش کے کنبے کے افراد اکیلے تو نہیں کر سکتے۔ نجی یا سرکاری سطح پر کسی نہ کسی ادارے کو تو آگے آنا پڑے گا۔ میں تو بس یہ کہوں گی۔

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

Marfat.com

ثقافتی روابط

Marfat.com

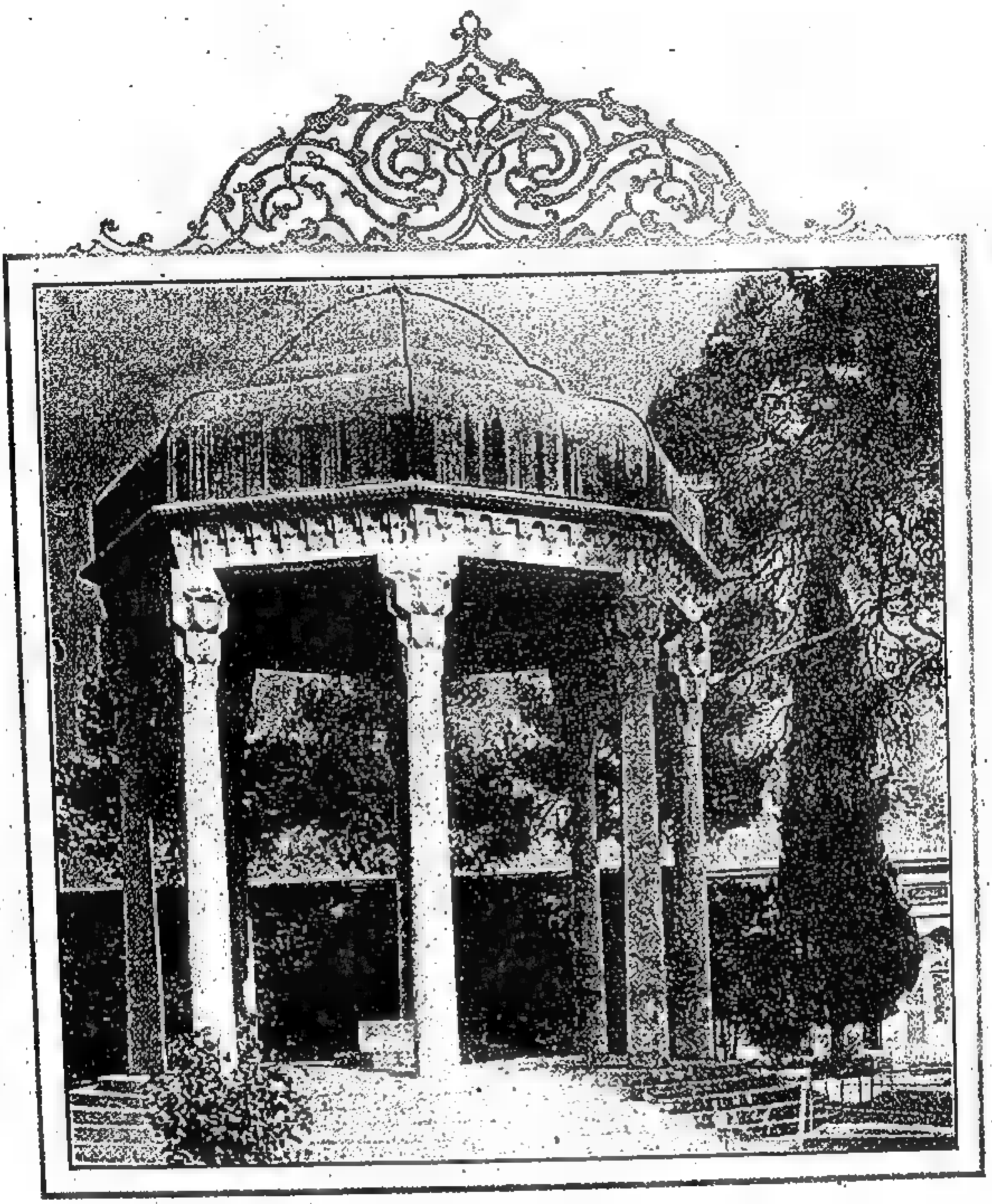

آرامگاه خواجه شمس الدین حافظ ـ شیراز

Marfat.com

ایران و پاکستان کے ثقافتی، علمی اور ادبی روابط میں پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور کا کردار

سید مرتضی موسوی☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

صدر محترم ڈاکٹر ظفر ایچ زیدی، وائس چانسلر، رئیس ارجمند خانۂ فرہنگ ایران کراچی، اساتید گرامی، معزز خواتین و حضرات!

میرے لئے یہ امر باعث امتنان ہے کہ شعبۂ فارسی کراچی یونیورسٹی اور خانۂ فرہنگ ایران کراچی کے اشتراک سے استاد بزرگوار پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور کی یاد میں اس علمی، دانشگاہی اور ثقافتی ریفرنس و سیمینار میں اسلام آباد سے مجھے مدعو کیا گیا ہے۔ میں جملہ منتظمین کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ڈاکٹر غلام سرور صاحب مرحوم و مغفور کے ذکر جمیل کے حوالے سے ایران اور پاکستان کے روابط حسنہ میں فارسی زبان و ادب، پاکستانی اساتید فارسی، پاکستان کی دانشگاہوں، بعض پاکستانی اور ایرانی سفراء پاکستانی اور ایرانی کلچرل قونصلرز، ثقافتی نمایندوں، دانشوروں اور اہلِ قلم کے کردار پر گفتگو کروں:

خوشتر آن باشد کہ سرِ دلبران
گفتہ آید در حدیث دیگران

☆ سابق ڈائریکٹر جنرل پاکستان نیشنل سنٹرز، اسلام آباد۔ کراچی یونیورسٹی نے پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور مرحوم کی تجلیل کے لئے خانۂ فرہنگ ایران کراچی کے اشتراک سے اپنے آڈیٹوریم میں علمی ریفرنس کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر کی گئی تقریر کا متن ہدیہ قارئین ہے۔

Marfat.com

یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ قیامِ پاکستان کے اعلان پر پہلا ملک جس نے پاکستان کو حیثیت آزاد اور خود مختار ملک تسلیم کیا' وہ ایران تھا۔ میرے نزدیک ایسا ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ برِ صغیر میں اسلام کی ترویج و اشاعت میں ایرانی مبلغین' عرفاء' صوفیاء علماء اور اہلِ قلم کا کردار بہت نمایاں تھا بلکہ اس بات کو زیادہ وضاحت سے اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ دینِ مبین اسلام' ایرانی زبان' ادب اور ثقافت کے ساتھ باہم برِ صغیر میں وارد ہوئے اور یہاں ایک ہزار سال تک فارسی' علمی' ادبی' درباری اور اداری زبان کے طور پر رائج رہی۔

انگریزوں کی عملداری کے قیام کے بعد' فارسی کی اداری زبان کے طور پر حیثیت میں تبدیلی ہی' دراصل مسلمانانِ برصغیر کے انحطاط و زوال کا نقطۂ آغاز تھا۔ اس صورت حال کا مؤثر ادراک ہمیں سر سید احمد خان کے آثار اور فکر و عمل میں نظر آتا ہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا قیام فی الواقع ایک انقلابی قدم تھا جس نے نصف صدی میں مسلمانانِ برصغیر کو نظریاتی اساس' ملی شعور اور فکر اسلامی سے بہرہ مند کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور' موجودہ صدی کے دوسرے ربع کے آغاز سے تقریباً بیس سال تک اسی علی گڑھ میں پہلے طالب علم اور پھر معلّم کی حیثیت سے مقیم رہے اور پاکستان کی تحریک' نظریہ اور اقدار کی ترویج و اشاعت میں کوشاں رہے۔

پروفیسر غلام سرور علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم۔اے کرنے پر وہیں سے پی ایچ ڈی کے پہلے طالب علم کے طور پر، اپنے موضوعِ مقالہ "تاریخ شاہ اسمٰعیل صفوی کے منابع اور مواد کی تدوین و جمع آوری کے لئے ۱۹۳۳ء میں کوئٹہ اور زاہدان کے راستے سفر ایران پر روانہ ہوئے۔ وہاں ۱۹۳۴ء تک قیام فرمایا اور اس دوران کئی بڑے شہروں' میں موجود کتب خانوں سے استفادہ کیا اور اس دور کے اساتذہ اور دانشوروں کے محضر علمی سے مستفید ہوئے' استاد بدیع الزمان فروزانفر' علامہ علی اکبر دھخدا' استاد جلال الدین ھمائی' آقای عباس اقبال آشتیانی' سید جلال تھرانی' استاد محمد محیط طباطبائی' حاج آقا حسین ملک بانی کتابخانہ ملی ملک' استاد ابراہیم پور داود' استاد رشید یاسمی' ڈاکٹر محمود افشار متعدد دیگر اور ایرانی اساتید، دانشوروں' ادیبوں اور سخنوروں سے ملاقات اور اکتسابِ علمی کیا۔ واپسی کا سفر بندر بو شہر سے کراچی اور پھر لاہور کے راستے اختیار کیا۔ ۱۹۳۶ء میں ڈاکٹریٹ مکمل کی اور تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد اپنے استادِ ارجمند پروفیسر ڈاکٹر ہادی حسن کی اجازت سے پاکستان مراجعت فرمائی۔ علی گڑھ کے قیام کے دوران ان کا ایرانی وفود سے وقتاً فوقتاً ارتباط بر قرار رہا: ان میں سب سے

Marfat.com

نمایاں استاد علی اصغر حکمت کی قیادت میں آنے والا ایرانی وفد تھا۔

تاسیس پاکستان کے فوراً بعد جن ممالک نے کراچی میں سفارتخانے قائم کئے اور نوبنیاد اسلامی ملک میں سفراء مامور کئے' ان میں ایران بھی شامل تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے پہلے ایرانی سفیر سے کاغذات سفارت قبول کرتے ہوئے' ایران اور پاکستان کے درمیان موجود تمدنی' تاریخی اور ثقافتی رشتوں کا ذکر کیا اور مرکزی کابینہ کے سینئر رکن راجہ غضنفر علی خان کو پہلے پاکستانی سفیر کے طور پر ایران روانہ کیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تب حکومت پاکستان کے وسائل محدود تھے' پاکستانی سفارتخانے کی جانب سے ایرانی شخصیات' رجال' علماء' دانشمندوں اور اہل قلم حضرات کی پذیرائی' راجہ غضنفر علی خان اکثر اپنے ذاتی وسائل سے کیا کرتے تھے۔ حسن اتفاق سے انہی دنوں ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی پاکستان کے کلچرل اینڈ پریس اتاشی کے طور پر تہران روانہ کئے گئے اور یہ پاکستان کے حق میں "قران السعدین" تھا۔ سفیر اور کلچرل اتاشی دونوں ہی افکار اقبال کے شیدا اور ایران کے ساتھ روابط کے استحکام میں مشترکہ ثقافتی ورثہ کی اہمیت سے آگاہ تھے۔

ڈاکٹر غلام سرور ۱۹۵۰ء میں اردو کالج کراچی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر اور صدر شعبہ فارسی کے طور پر منتخب ہو چکے تھے اور کراچی یونیورسٹی کے لئے انٹرمیڈیٹ' بی اے اور ایم۔اے کے درسی نصاب کی کتب حرف نو' نقش تازہ' آثار جاویدان ، افکار جاودان' تاریخ ایران قدیم اور دیگر کتب کی تالیف و تصنیف میں مصروف تھے۔ ڈاکٹر محمد حسین مشائخ فریدنی ایران کے کلچرل قونصلر کے طور پر کراچی میں فرائض منصبی ادا کر رہے تھے کہ ایرانی حکومت کی جانب سے پاکستان کے اساتذہ اور دانشوروں پر مشتمل ایک ثقافتی وفد کو ۱۹۵۳ء میں ایران کے دورے کی دعوت دی گئی۔ ڈاکٹر غلام سرور اس وفد کے رکن تھے جبکہ مولوی محمد شفیع قیادت کر رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو ایرانی اساتذہ اور دانشوروں کے ساتھ تجدید ملاقات کا موقع فراہم ہوا۔ استاد سعید نفیسی' استاد حبیب یغمائی' استاد مجتبیٰ مینوی' ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا' آقای صادق سرمد' میر محمد حجازی' ڈاکٹر حسین خطیبی اور دیگر ایرانی شخصیات و رجال سے شناسائی اور دوستانہ روابط برقرار ہوئے۔

جب انتظامی اعتبار سے طے کیا گیا کہ اس وقت کے دارالحکومت کراچی کو وفاقی علاقہ قرار دیا جائے تو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد منتقل کر دی گئی اور کراچی یونیورسٹی کی بنیاد پڑی۔ سابق پرنس اسٹریٹ اور موجودہ چاندنی بی روڈ پر واقع تین بلڈنگوں اور نانک واڑہ میں واقع ایک عمارت' یونیورسٹی کے لئے مختص ہوئی۔ پروفیسر اے بی اے حلیم پہلے وائس چانسلر' پروفیسر ڈاکٹر محمود حسین اور پروفیسر ڈاکٹر

Marfat.com

قادری ڈینز کے طور پر کام کرتے تھے۔ انہی دنوں فارسی عربی اور اردو کے مستقل شعبوں کے قیام کا فیصلہ ہوا۔ ڈاکٹر غلام سرور فارسی، پروفیسر عبدالعزیز میمن عربی اور ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اُردو کے صدر مقرر ہوئے۔ شعبۂ فارسی کراچی یونیورسٹی ایران کے ساتھ ثقافتی روابط کے استحکام میں پیش پیش تھا۔

جب بھی انجمن ادبی فارسی کراچی یونیورسٹی کے اجلاس منعقد ہوتے، ایرانی سفیر یا کلچرل قونصلر مہمانِ خصوصی کے طور پر شرکت کرتے اور ایران میں شائع شدہ کتابوں کے متعدد ہدایا انہی برسوں میں کراچی یونیورسٹی لائبریری یا شعبہ فارسی کی لائبریری کے لئے موصول ہوئے۔ یونیورسٹی کے وائس چانسلر یا ان کی غیر موجودگی کی صورت میں ڈین، فیکلٹی آف آرٹس تمام ایرانی تقریبات میں باہتمام شرکت فرماتے۔

استاد محترم ڈاکٹر غلام سرور کے کراچی یونیورسٹی سے وابستگی کا پہلا سال تھا کہ میں بی اے آنرز کے باقاعدہ طالبعلم کے طور پر ان کا شاگرد رہا۔ مجھے اس اجتماع میں اس اعتراف میں کوئی باک نہیں کہ اس وقت میرا مبلغ علم بقول غالب ۔

لیتا ہوں مکتبِ غمِ دل میں سبق ہنوز
یعنی یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

سے بیش نہ تھا، لیکن بی۔ اے آنرز اور ایم اے دونوں ہی میں فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن کے ساتھ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہوا تو ڈاکٹر صاحب سے تلمذ، ان کی تصنیف و تالیف، مقالہ نویسی اور ریڈیائی گفتار نگاری (ریڈیو ٹاکس) میں مسلسل معاونت کی برکت سے فارسی نویسی میں ایک اعتماد اور ایک اسلوب کے حصول میں کامیاب ہوا جو کہ بعد میں تہران میں فصلنامہء پاکستان، کراچی میں ماھنامہ ھلال اور اسلام آباد سے مجلّۂ پاکستان مصوّر کی مدیریت اور اشاعت پر منتج ہوا اور شاید ازراہ تفنن کہا جا سکے :

لکھتا ہوں اسد سوزشِ دل سے سخن گرم
تا رکھ نہ سکے حرف پہ کوئی مرے انگشت

جیسا کہ ابتداء میں ایران اور پاکستان کے مشترکہ ثقافتی ورثے کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ کراچی یونیورسٹی کو یہ افتخار حاصل ہے کہ اسے علی گڑھ ذہن کے کئی وائس چانسلر میسّر آئے جن میں خاص طور پر پروفیسر اے بی اے حلیم، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اور ڈاکٹر محمود حسین کا

Marfat.com

ڈاکٹر سرور کو تعاون اور سرپرستی حاصل رہی۔ پھر محترم ڈاکٹر عابد علی خان اور محترم ڈاکٹر سید مطیع الامام جیسے شائستہ، مہذب اور شریف النفس رفقائے کار' ڈاکٹر صاحب کو میسر رہے' چنانچہ نہایت یکسوئی کے ساتھ نصابی و غیر نصابی' علمی اور ادبی کتابوں کی تصنیف و تالیف کے ساتھ ڈاکٹر غلام سرور پاکستان کے فارسی رسائل ہلال' سروش اور صدای پاکستان اور دیگر رسائل کے لئے ادبیات فارسی' تدریس زبان فارسی' اقبال شناسی اور رجال تاریخی' فرہنگی و ادبی کے موضوعات پر مقالے لکھتے رہے۔ اس دور میں ریڈیو پاکستان کی فارسی نشریات کراچی سے ہوا کرتی تھیں اور مولانا سید محمد عابد شبر' ڈاکٹر محمد علی زرنگار اور سید حسنین کاظمی شاد ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کے عشروں میں نظارت پر مامور تھے۔ اس دوران میں ڈاکٹر غلام سرور سالہا سال تک علمی' ادبی' ثقافتی' تاریخی اور تمدنی موضوعات پر "تقاریر" نشر فرمایا کرتے۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور مرحوم' پرورش لوح و قلم کے ساتھ ساتھ اپنے پاکستانی ہم منصبوں سے جو دیگر پاکستانی یونیورسٹیوں میں صدور شعبہ فارسی کے منصب پر فائز تھے' روابط حسنہ رکھتے تھے چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر عندلیب شادانی صدر شعبہ فارسی و اردو ڈھاکہ یونیورسٹی' پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان اور پروفیسر ڈاکٹر نبی بخش قاضی صدور شعبہ فارسی سندھ یونیورسٹی، ڈاکٹر ک. ب. نسیم صدر شعبہ' فارسی پشاور یونیورسٹی ان کے قریبی دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔ اسی طرح غیر ملکی یونیورسٹیوں میں فارسی کے اساتذہ بخصوص اٹلی کے پروفیسر الساندرو بوسانی' لندن یونیورسٹی کی ڈاکٹر لیمبٹن' بیروت یونیورسٹی کے پروفیسر عفیف عسیران' ڈاکٹر صاحب کی علمی کاوشوں کے معترف تھے۔

۱۹۵۰ء کے عشرے سے ڈاکٹر غلام سرور کے سانحہ ارتحال تک مختلف ادوار میں ایران کے جملہ ثقافتی قونصلرز مختلف ادوار میں ان کے مقام علمی سے آگاہ اور قدردان رہے۔ ان میں ڈاکٹر محمد حسین مشائخ فریدنی کا تذکرہ پہلے کر چکا ہوں' وہ ۱۹۷۰ء کے عشرہ میں سفیر ایران کے عہدے پر بھی پاکستان میں خدمات انجام دے چکے ہیں۔ علاوہ ازاین آقائے حسین علی سلطانزادہ پسیان' ڈاکٹر محمد تقی مقتدری' آقای حسین مظاہری' ڈاکٹر محمد جعفر محجوب' حاج سید جوادی' آقائے علی ذوعلم او دیگر ثقافتی نمائندے مختلف اوقات پر ڈاکٹر صاحب کی تجلیل فرماتے رہے ہیں۔ اسلام آباد میں واقع ایران پاکستان انسٹیٹیوٹ آف پرشین اسٹڈیز' جسے ہم مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان کے عام فہم نام سے بیشتر حوالہ دیتے ہیں' کے ڈائریکٹر استاد علی اکبر جعفری' ڈاکٹر مہدی غروی' آقائے علی اکبر ثبوت' ڈاکٹر رضا شعبانی اور ڈاکٹر محمد مہدی توسلی بھی ڈاکٹر غلام سرور کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام کر کے ڈاکٹر صاحب سے ہر

Marfat.com

طرح تعاون فرماتے رہے۔

حجۃ الاسلام سید سراج الدین موسوی سفیر اسلامی جمہوریہ ایران بھی ڈاکٹر غلام سرور مرحوم کی قدر دانی فرماتے رہے ہیں' شاعر کے بقول :

دوستان منع کنندم کہ چرا دل بہ تو دادم
باید اول بہ تو گفتن کہ چنین خوب چرائی

میں ۱۹۷۰ء کے عشرے میں جب مستقل طور پر اسلام آباد منتقل ہو گیا تو ڈاکٹر صاحب سے عرض ارادت کا سلسلہ محدود سے محدود تر ہوتا گیا بااین وصف الحمدللہ کہ میری نیاز مندی اور ان کی شفقت ورافت میں کبھی کمی نہیں آئی۔ اگرچہ بھری بزم میں راز کی بات نہیں کہی جاتی لیکن میں اپنے استاد بزرگوار کے حوالے سے ایک بات کہنا چاہوں گا کہ جس دور میں مجھے ان کے "شاگرد رشید" ہونے کا افتخار حاصل تھا' کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ اپنی توجہات و عنایات کے ذریعے وہ ڈاکٹر ہادی حسن مرحوم و مغفور کا قرض اتارنا چاہتے ہیں۔ پروفیسر غلام سرور کے حوالے سے میں اپنے عرایض کو اس بیت پر اختتام دینا چاہوں گا۔

نازم بدانکہ ہستی اوستادم
شادم بدانکہ ہستم شاگردت

***

Marfat.com

ایرانی اَدَب

Marfat.com

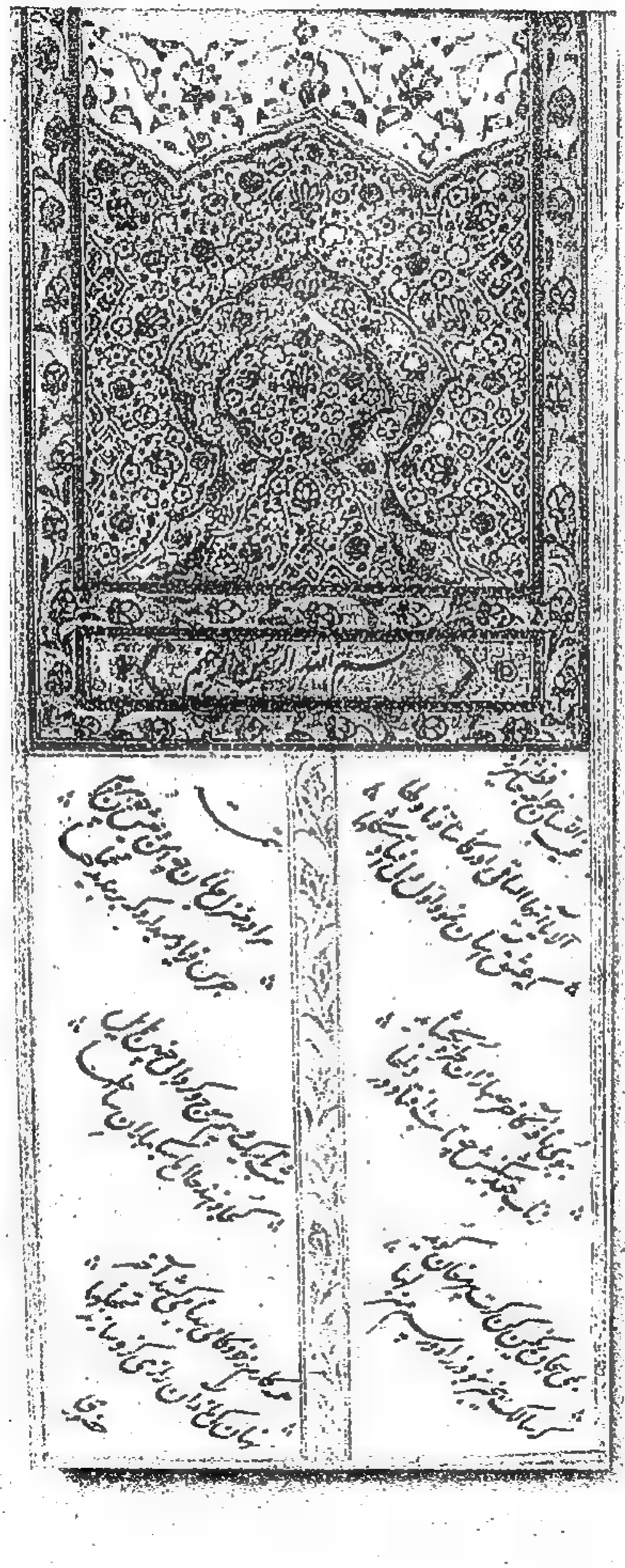

Marfat.com

اجنبی

ایک ایرانی افسانہ

تحریر: ناصر نادری☆

ترجمہ: ابو عمار

موسم گرما کی ایک گرم اور جلتی تپتی دوپہر تھی، گھر بیٹھے بیٹھے تنگ آگیا گلی کے بچوں کے ساتھ کھیلنے کی بھی ہمت و توانائی اپنے اندر نہ پاتا تھا۔ ذہن میں ایک خیال کی جلی کوندی کیوں نہ اومنی بس میں سوار ہو کر شہر میں تفریح کو جاؤں، مگر میری ماں نے اس خیال کی مخالفت کی۔ مگر میں نے تو پکا ارادہ کر لیا تھا کہ جیسے بھی ہو جاؤں۔ معلوم نہیں کیا ہوا کہ میں چلتے چلتے اس جنگل سے گھنے شہر میں گم ہو گیا۔ پہلے تو زیادہ تشویش محسوس نہیں کی سوچا کوئی خاص بات نہیں گھر کی راہ ڈھونڈ ہی لوں گا لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ مجھے یہ احساس متوحش کرنے لگا کہ میں تو سچ مچ گھر کا راستہ گم کر چکا ہوں اور اس شہر میں کھو چکا ہوں' سڑکوں کے نام' دکانوں کی شکل و صورت ہی اور طرح تھی۔ میں ان سب سے مانوس اور آشنا نہ تھا۔ یہاں کے آدمیوں سے بھی۔ پہلی دفعہ مجھے ڈر سا لگا خوف کے مارے میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں اور اب تو مجھے ہول اٹھنے لگا۔ سڑک وسیع اور کشادہ اور لمبی تھی جتنا چلتا تھا ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھی۔ کوئی بھی تو ایسا نہ تھا جس سے گھر کی راہ پوچھتا' چاروں طرف بڑی بڑی عظیم الشان کئی کئی منزلہ کوٹھیاں اور بنگلے تھے زیادہ تر سنگ مرمر سے مزین و آراستہ! ان کے دروازے دیو ہیکل اور انتہائی قیمتی تھے۔ اب تو مجھے رونا آنے لگا اپنے دل میں سوچنے لگا میں خواہ مخواہ ہی آگے بڑھتا جا رہا ہوں میں تو اس جگہ اجنبی ہوں اس جگہ کو نہ دیکھا ہے نہ جانتا ہوں۔ میں نے دیکھا اسی لمحے ایک خوبصورت چمکتی دمکتی کار جس میں ایک موٹا سا آدمی سوار تھا سامنے آیا قریب آکر میرے نزدیک رک گیا۔ اس شخص کی رنگت سرخی

☆معروف ایرانی افسانہ نگار۔

Marfat.com

مائل تھی میں اس کی جانب ڈرتے ہوئے آہستہ آہستہ بڑھا اور اس سے پوچھا "معاف کیجئے گا جناب یہ کونسی جگہ ہے؟"

اس نے مجھ پر ایک سرسری نظر ڈالی اس کی نگاہ میں ہمارے ٹیچر والی بات تھی وحشت اور دبدبہ مگر میں نے ہمت کر کے کہا۔

"میں نے راستہ کھو دیا ہے اس جگہ کو نہیں جانتا"

اس مرتبہ اس نے ایک نام بتایا جسے میں نے اب تک نہ سنا تھا۔ مجھے وہ شخص اور اس کا بات کرنا کچھ اچھا نہ لگا۔ پھر میں آگے بڑھنے لگا چاروں طرف نگاہ دوڑائی کدھر کو جاؤں' گھروں سے بچوں کے ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں ان خوش قسمتوں کے لان اس قدر وسیع و عریض تھے کہ اس میں وہ سائیکل سواری کر سکتے یا فٹ بال کھیل سکتے تھے۔ میں نے سوچا ایک ہم ہیں' ہماری بھی کیا حالت ہے گلیوں اور سڑکوں پر بھی ہمارے لئے جگہ نہیں صحن کی تو بات ہی بیکار ہے۔ ایک صحن کا دروازہ کھلا ایک بچہ جو میرا ہم عمر تھا وہ سائیکل لے کر باہر آیا اب تک میں نے اس قسم کی سائیکل نہ دیکھی تھی۔ بہت خوبصورت تھی سوچا اس کی قیمت بھی ضرور ان سائیکلوں سے کہیں زیادہ تھی جو ہماری گلی کے نکڑ پر عباس سائیکل والا کرائے پر دیتا ہے۔ مگر ہمارے پاس تو ان گھٹیا سائیکلوں کو کرائے پر لینے کیلئے بھی پیسے نہ ہوتے تھے۔ ایک بے پردہ عورت جو صاف ستھرا سفید لباس پہنے تھی اس بچے کے پیچھے لان سے باہر نکلی۔ لان کی دھلائی ہوئی تھی اس سے پھولوں کی خوشبو اور مہکار آرہی تھی عورت بولی "کامیز پیارے! کھانا کھانے کے بعد سائیکل کی سواری آپ کے لئے مضر ہے"۔

لڑکے نے پیڈل پر پاؤں رکھ دیا اور جواب دیا "تیز نہیں چلاؤں گا" عورت نے کہا پیارے آہستہ آہستہ سائیکل چلانا اور کوشش کرنا مین روڈ تک نہ جانا۔ میں نے دل میں خیال کیا ان کے بھی کیا عجیب نام ہیں کامیز؟ کامران، کوکا کولا ہو نہ ہو!

عورت نے کوٹھی کے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ لڑکا سائیکل پر سوار ہو کر پیڈل چلانے لگا۔ میں بھی اس کے پیچھے بھاگا۔ اس کی سائیکل نئی تھی ذرا سا پیڈل گھمانے سے وہ خاصہ آگے نکل جاتا۔ میں بھی زیادہ تیزی سے دوڑنے لگا لیکن آہ میرے کھلے جوتے پھک پھک کرنے لگے وہ مجھے بھاگنے نہ دیتے تھے۔ ایک بار میں اس کے نزدیک پہنچ گیا تو میں نے چیخ کر کہا!

"دیکھنا کہاں جارہے ہو؟"

Marfat.com

اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا اس کے بال نرم اور شفاف تھے اور سورج کی روشنی سے چمک رہے تھے وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا۔

"سائیکل چلانے کی ورزش کر رہا ہوں"۔

مجھے تعجب ہوا میں نے سوچا سائیکل سواری بھی کوئی ورزش ہے پوچھا "کیا؟"

کہنے لگا "سائیکل چلانے کی ورزش، مگر یار میں کشتی چلانے کو اس پر ترجیح دیتا ہوں، اسی طرح گھوڑا سواری کو بھی۔ اب تو دوڑتے دوڑتے میری سانس پھول چکی تھی اور سانس قابو ہی میں نہیں رہی تھی اور میرے جوتے ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ لڑکا باتیں کرتے ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ معلوم نہیں کیا ہوا کہ مجھے ٹھوکر لگی اور گر جانے سے میری پینٹ گھٹنے پر سے پھٹ گئی۔ ہتھیلیوں کے بل زمین پر گرا۔ میں پہلی بار تو زمین پر نہ گرا تھا۔ ہمارا تو کام ہی زمین پر گرنا اور گر کر اٹھنا ہے۔ لیکن اب کی مرتبہ تو خواہ مخواہ مفت میں ہی گر پڑا تھا اور زیادہ درد محسوس کر رہا تھا۔ اس مرتبہ تو بڑی ہی زور سے گرا تھا میں۔

میں نے دانتوں کو بھینچ کر تارکول کی سڑک پر ننگے پاؤں ہی دوڑنا شروع کر دیا اور اس لڑکے کے نزدیک جا پہنچا وہ دوبارہ پلٹ کر مجھے دیکھنے لگا اور بلند آواز میں ہنس کر کہنے لگا:

"ایسا لگتا ہے تم جاگنگ اور دوڑ لگانے کے کام سے وابستہ ہو۔ کہتے ہیں یہ اچھی ورزش ہے لیکن مجھے تو یہ بالکل بھی پسند نہیں۔ میرا خیال ہے یہ کام بڑا سخت ہے"۔

میں اس کے اتنے نزدیک تھا کہ اگر ہاتھ بڑھاتا تو اس کی سائیکل کو پکڑ لیتا لیکن میں نے یہ کام نہیں کیا مجھے ایک بار تو اس کی بات بری لگی میں نے کہا:

"میں گم ہو گیا ہوں، چاہتا ہوں معلوم کروں گھر کیسے پہنچ پاؤں گا؟"۔ اس نے تیز تیز پیڈل گھمانے شروع کر دیئے اب تو میں اس تک پہنچنے کی طاقت بھی نہ رکھتا تھا۔ اس نے دور ہوتے ہوئے کہا۔

"اپنے گھر ٹیلیفون کر لو گھر والے گاڑی لے کر تمہیں ڈھونڈ لیں گے اور سنو ان سے کہنا تمہارے ورزش کا سامان ساتھ لیتے آئیں اس لباس میں مشق زیادہ اچھی نہیں ہوتی۔ وہ تو چلا گیا اور میں نے اپنے آپ کو درخت کے سائے تک پہنچا دیا اور آستین سے پسینہ پونچھنا شروع کر دیا۔ بہت زیادہ دوڑ چکا تھا۔ اس لڑکے کے بدن پر لگی عطر کی خوشبو فضا کو معطر کر چکی تھی وہ خوشبو اب تک میرے مشام کو معطر کیے ہوئے تھی میں نے اپنی ناک اور ہونٹ رگڑے تاکہ اس عطر کی خوشبو چھوٹ جائے اور پھر لوٹ کر نہ آئے۔

معلوم نہیں وہاں کتنی دیر تک گھومتا پھرتا رہا میں وہاں کے آدمیوں سی نفرت محسوس کر رہا تھا۔ وہ آدمی اور

Marfat.com

عورتیں جو اپنے کتوں کے بھونکنے کی آوازوں کا بڑی توجہ سے جواب دیتے تھے لیکن میری طرف مطلقاً توجہ نہ کرتے تھے۔ سورج آہستہ آہستہ مغربی افق میں ڈوب رہا تھا۔ یوں محسوس ہوا کہ کہیں سے ایک مانوس آواز کانوں میں آرہی ہے خوب غور کیا یہ قرآن کی تلاوت کی آواز تھی۔ میں نے اس صدا کا پیچھا کیا ہوائیں قرآنی آیات کو اپنے دوش پر اٹھائے میری طرف بڑھ رہی تھیں۔ میں سڑک سے ہٹ کر چلنے لگا چلتے چلتے ایک ایسے مقام پر آپہنچا جہاں بلند و بالا عمارتیں نہ تھیں بلکہ وہاں ہمارے گھروں سے ملتے جلتے گھر تھے۔ چھوٹے چھوٹے اور ایک دوسرے سے پیوستہ گھر! ایک مسجد سے تلاوتِ قرآن کی آواز مسلسل آرہی تھی میں وہاں پہنچا لوگ وضو کر رہے تھے۔ وہاں کہ جہاں اس لڑکے کی عطر کی خوشبو کا کوئی اثر نہ تھا بلکہ وہاں آدمیوں کے پسینوں کی مہک اٹھ رہی تھی۔ میں خوش ہوا کہ میں نے اس ماحول سے نجات پالی یہاں کے آدمی میرے بابا جان کی طرح تھے۔ ان کے جسموں اور چہروں سے تھکاوٹ کے آثار برس رہے تھے وہ زیر لب صلوات پڑھتے ہوئے وضو کر رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ مٹی میں لتھڑے اور آلودہ ہاتھ پاؤں دھو ڈالوں۔ سوچا جب ہاتھ منہ ہی دھونا ہے تو کیوں نہ وضو کر لوں اور مسجد کے دالان میں جا کر ان سب کے ہمراہ نماز پڑھوں۔ جب میں ٹونٹی بند کر کے اٹھا تو میری کسالت اور تھکاوٹ گویا بدن سے جھڑ گئی تھی۔ جب نماز ختم ہوئی تو پہلو میں بیٹھے نمازی نے اپنے قوی، بڑے اور مضبوط مزدور ہاتھوں سے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے محبت سے میرے ہاتھ دبائے اور پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر انہیں چوما اس کی آنکھوں سے گویا مہربانی و محبت برس رہی تھی۔

میں نے آہستہ سے کہا "میں گھر کا راستہ کھو چکا ہوں"۔

اس نے ہمارے گھر کا ایڈرس پوچھا میں نے اسے اپنے مکان اور علاقے کے علامتیں اور نشانیاں بتائیں۔ وہ محبت سے بولا "ڈرو نہیں! جب نماز ختم ہو جائے گی تو تمہیں اپنے موٹر سائیکل پر گھر پہنچا دوں گا!"

نماز ختم ہوئی میں اس کی موٹر سائیکل کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا اس نے موٹر سائیکل کو ایکسلیٹر دیا اور ہم راستہ طے کرنے لگے!

***

Marfat.com

راہوں کے کھردرے پتھر

آمنہ بنت الہدیٰ☆

ترجمہ: جاوید اقبال قزلباش

قسم ہے راہ پہ جو اپنی میں
آج مانع ہزار دیکھتی ہوں
قسم ہے جستجوئے ثمر زمانے کی
روک سکتی نہیں مجھے قطعاً
اپنے اہداف سے مقاصد سے!
میری راہوں پہ کھردرے پتھر
لا رکھو روزگار خائن تم
لاکھ کوشش کرو کہ روکو پر
حاصل و سود کچھ نہ ہو گا پھر
ہاتھ میں ہاتھ دے کے ٹکراؤ
میرے سینے سے اے حوادث تم
میرے دردوں دکھوں کو بڑھاؤ
غم و اندوہ کے سیاہ بادل
میری فکروں کی کائنات پہ تم
لا کے انبوہ تم اندھیرے کے
میری راہوں پہ آج بکھراؤ
اپنے ارمان پر نہ پہنچوں گی
مڑ کے پھر لوٹ کے نہ جاؤں گی
گر میرے پاؤں بھی لہو ہونگے
ہاتھ سے جنگ نہ جانے دوں گی
کیوں کہ اہداف مرے عالی ہیں!
جانتی ہوں کہ حق کی راہوں پر
خار ہیں، سنگ ہیں، نہیں ریحاں

☆ آیت اللہ باقر الصدر شہید کی خواہر گرامی، عراق کی معروف عالمہ، فاضلہ، ادیبہ اور شاعرہ۔

Marfat.com

جو کہ آزردہ پانیوں کے کنار
پھیل جائیں بصد ادا و خمار
میں نے پچھلوں کی راہ اپنائی
کیوں کہ جب تک ہو ایک وہ تنہا
اِک مجاہد بھی لشکروں میں کہیں
اور جب تک کہ خالقِ یزداں
اپنے گنتی کے سر فروشوں کو
کامرانی کے پھول کر دے عطا
حق ہی ہستی میں جاوداں ہو گا
غیر تو اس کا نفی ہو گا ضرور
میں ہمیشہ یہ گیت گاؤں گی
میں مسلماں ہوں اور باطل کو
ایک لحظہ بھی نہیں کرتی قبول
تو کہ محبوب ہے مرا اسلام
تیرے ہونے سے سختیاں آساں
تیری دعوت عزیز و عزت مند
جس سے سب تلخیاں مٹھاس بنیں!
تجھ سے بالا نہیں بلند نہیں
عالمِ رنگ و بو میں کوئی شے!!
حق ہمیشہ ہی اوج پاتا ہے
تیرے پُر عدل و قیمتی مفہوم
اس جہاں کے تمام گوشوں پر
حکمرانی کریں گے بالآخر!!!

Marfat.com

اُردُو اَدَبْ

Marfat.com

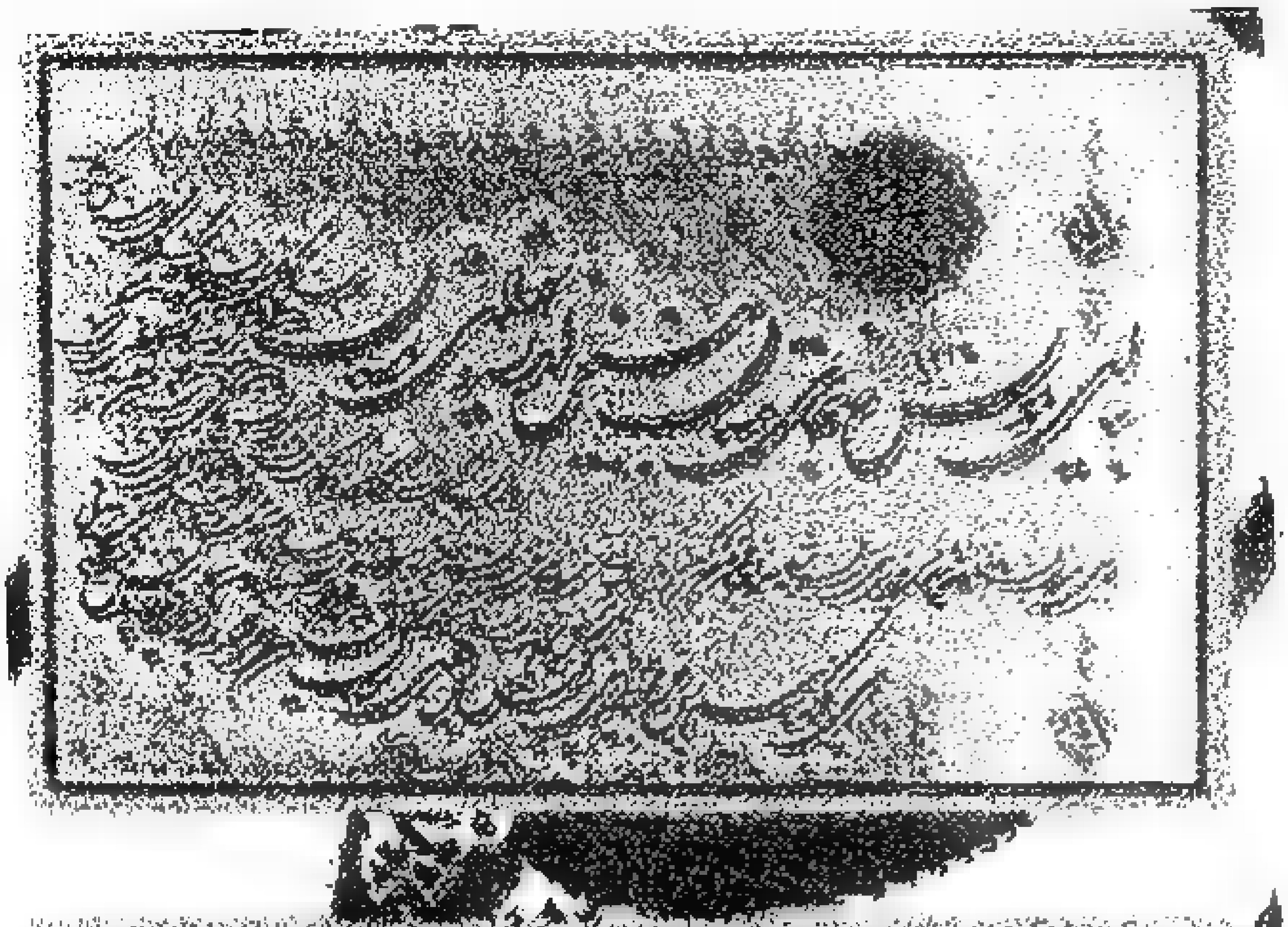

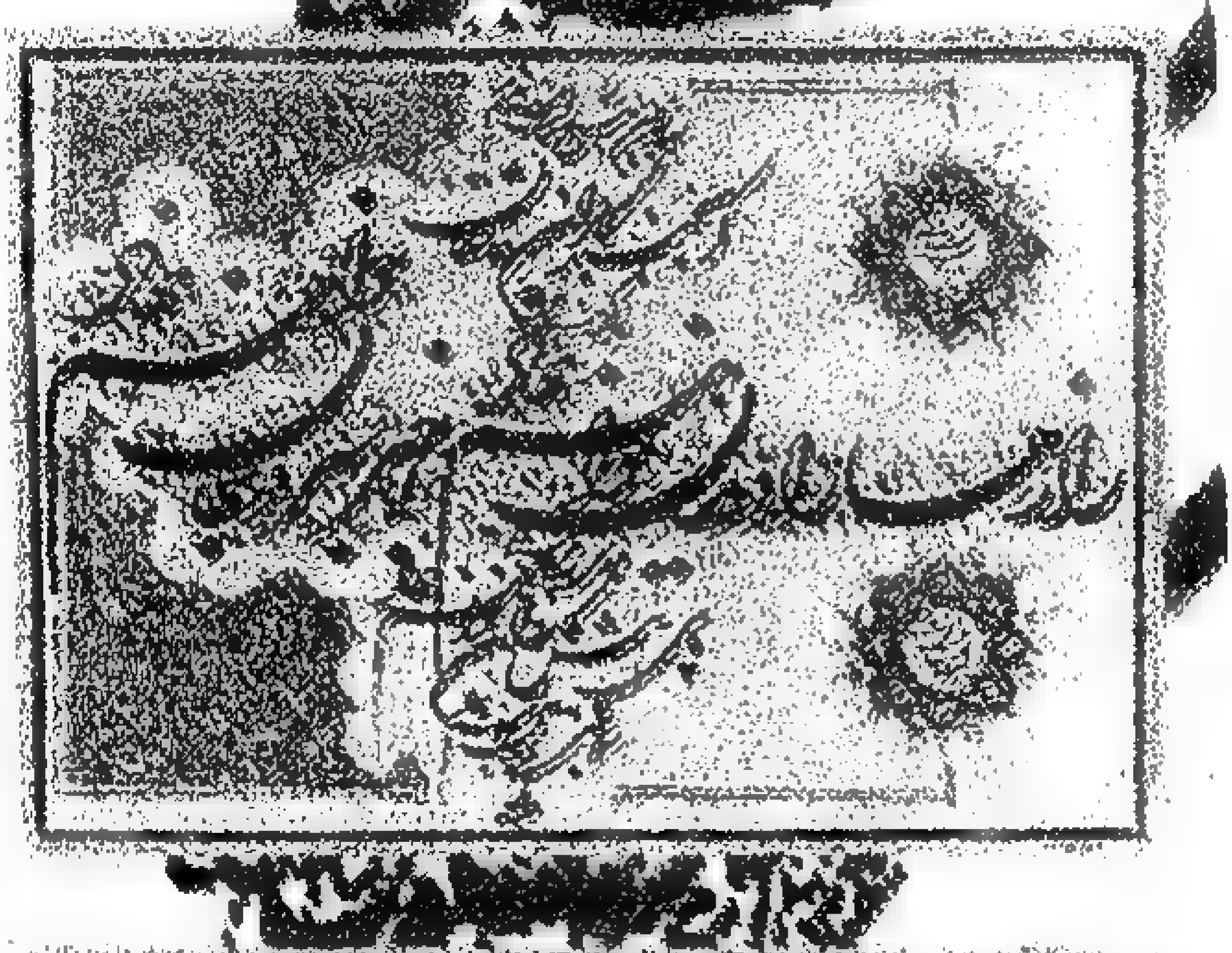

Marfat.com

قادر نامۂ غالب

ایک جائزہ

ڈاکٹر محمود الرحمٰن☆

یہ سب ہی جانتے ہیں غالب بہت بڑے شاعر تھے۔ اردو شاعری میں انہیں ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ بزم غزل میں ان کا کوئی حریف نہیں! لیکن اس بات کا بہت کم لوگوں کو پتہ ہے کہ وہ بچوں کے بھی بہت بڑے شاعر تھے۔ ادب الاطفال میں ان کی حیثیت سب سے جداگانہ اور منفرد ہے۔ بڑوں کے ادب کے ساتھ ساتھ بچوں کے ادب کی طرف بھی انہوں نے اپنی توجہ مبذول کی۔ اس صنف ادب کو انہوں نے جو عظمت عطا کی' آج بھی اس کی چمک دمک قائم ہے۔ لیکن افسوس کہ ادب الاطفال کا جائزہ لینے والے نقاد بچوں کے اس محسن کو فراموش کر کے' اس کے اس عظیم کارنامے کو طاق نسیاں کی زینت بنا دیتے ہیں۔

غالب نے بچوں کے لئے صرف ایک کتاب لکھی تھی جو **قادر نامہ ٔ غالب** کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ مالک رام نے ذکر غالب میں اس رسالہ کی شان نزول کے متعلق یوں لکھا ہے:

> مرزا نے عارف کے دونوں بچوں باقر علی اور حسین علی خان کی تعلیم کے لئے یہ رسالہ تصنیف کیا تھا(۱)

غالب کی غرض وغایت تو یہ تھی کہ وہ اپنے بھانجے عارف کے بچوں کو قادر نامہ کے ذریعہ تعلیم دیں۔ لیکن یہ کتاب تصنیف ہو جانے کے بعد باقر علی اور حسین علی کے لئے ہی مخصوص نہیں رہی' بلکہ تمام بچوں کی ملکیت ہو گئی۔ قاضی عبدالودود کے بقول:

> قادر نامہ بھی بچوں کے لئے لکھا گیا تھا۔ اصلی غرض کسی خاص بچے یا بچوں سے

☆ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

Marfat.com

تھی، مگر ایک بار شائع ہو گیا تو سب اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے (۲)

اس کتاب کے سن طباعت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مولوی امتیاز علی عرشی کا کہنا ہے کہ "کتب خانہ رام پور میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے جو ۱۸۶۴ میں خود دہلی کے مجلس پریس میں چھپا تھا (۳)۔ لیکن تحسین سروری کو حیدر آباد (دکن) میں سید مرتضیٰ حسین (علیگ) کے کتب خانہ میں قادریہ نامہ کا ایک ایسا مطبوعہ نسخہ ملا جس کے سرورق پر یہ عبارت مرقوم ہے:

نظیر اکبر آبادی کو وفات پائے ہوئے ۲۶ سال ہو چکے تھے۔ اس لئے نظیر کے بعد غالب دوسرے بڑے شاعر تھے جنہوں نے بچوں کے ادب کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔

غالب طبعاً جدت پسند تھے۔ اختراع اور ایجاد سے انہیں گہرا شغف تھا۔ وہ خالق باری اور اس طرز کی دوسری کتابوں سے ضرور واقف ہوں گے لیکن انہوں نے ان کتب کو بچوں کے قابل نہیں سمجھا ہو گا۔ اس لئے خود ہی ایک ایسی کتاب لکھ ڈالی جو گذشتہ تمام کتابوں سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

غالب کی اردو اور فارسی شاعری کا مطالعہ کرنے والا قادر نامہ کو پڑھ کر ضرور متحیر ہو گا اس لئے کہ یہ رسالہ نہایت سہل، عام فہم اور شگفتہ انداز میں لکھا گیا ہے۔ بایں ہمہ شعری محاسن سے بھی بھرپور ہے۔ غالب کو اس کا احساس تھا کہ وہ بچوں کے لئے کتاب لکھ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ان کے مذاق و مزاج کا پورا لحاظ رکھا اور دلچسپی پیدا کرنے کے لئے مختلف مقامات پر مزاحیہ انداز بھی اختیار کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا غالب نے جس کام میں بھی ہاتھ ڈالا اسے کمال تک پہنچا دیا۔ وہ نہ صرف جدت پسند تھے بلکہ خود پسند بھی! بقول رام بابو سکسینہ:

ان کے مزاج کی افتاد یہ واقع ہوئی تھی کہ وہ ہر چیز میں اپنے آپ کو عام لوگوں سے علیحدہ رکھنا چاہتے تھے (۵)

عام لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا خیال قادر نامہ میں بھی کار فرما ہے۔ بچوں کے لئے عالمگیر اورنگ زیب کے عہد میں اور اس کے بعد جو کتابیں اردو میں لکھی گئیں، وہ لغت پر مشتمل تھیں، مثلاً نصاب سہ زبان، خالق باری، رازق باری، ایزد باری وغیرہ۔ ان کتب میں عربی یا فارسی الفاظ کے اردو معانی شعر کے روپ میں بیان کر دیے گئے ہیں۔ غالب نے بھی ایسا ہی کیا ہے، لیکن انداز جداگانہ ہے۔ بلکہ شعریت بھی پیدا کرتے ہیں۔ اس طرح سبق نرا سبق نہیں رہتا، ادب پارہ بھی بن جاتا ہے۔ مثال

Marfat.com

کے طور پر مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں۔

نام گُل کا پھول' شبنم اوس ہے
جس کو نقارہ کہیں وہ کوس ہے
خُم ہے مٹکا اور ٹھلیا ہے سبو
آب پانی' بحر دریا' نہر 'جو
خار کانٹا' داغ دھبہ' نغمہ راگ
سیم چاندی' مس ہے تانبا' بخت بھاگ

سبق کی خشکی دور کرنے کے لئے غالب شعر میں ترنم بھی پیدا کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ بچے موسیقی سے خاص لگاؤ رکھتے ہیں' اور لے اور نغمہ سے انہیں فطری نسبت ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لفظ کے تکرار سے ایسا حسن اور اس درجہ دل کشی پیدا کر دیتے ہیں کہ بچے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ رنگ و آہنگ کی وجہ سے شعر خود بخود انہیں یاد ہو جاتا ہے اور شعوری طور پر حفظ کرنے کی کوشش نہیں کرنی پڑتی۔ موجودہ تعلیم کا یہ زرّیں اصول مرزا غالب کے ہاں موجود ہے۔ اس سے ان کی قدر و منزلت اور بھی فزوں ہوتی ہے۔ قادر نامہ کا ایک شعر ہے۔

غرب پچھّم اور پورب شرق ہے
ابر بدلی اور بجلی برق ہے

پورے شعر میں لفظ "ب" کی تکرار سے جو حسن اور دلکشی پیدا ہو رہی ہے وہ قابل غور ہے۔ کیا ممکن ہے کہ ایسے شعر کو بچہ سنے اور اسے یاد نہ ہو؟

غالب کے ہاں ایک بڑی خوبی یہ پائی جاتی ہے کہ وہ لفظ کے معنی بتانے کے ساتھ ساتھ مطلب بھی واضح کرتے چلے جاتے ہیں اور موقع ملتے ہی نہایت چابکدستی سے عمل کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔ اس طرح کی مثالیں مندرجہ ذیل اشعار میں مل سکتی ہیں۔

خوش رہو' ہنسنے کو خندیدن کہو
گر ڈرو' ڈرنے کو ترسیدن کہو

وہ خندیدن کے معنی بتانے سے پہلے ہی بچوں کو خوش رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اس طرح

Marfat.com

خندیدن کا معنی بغیر کدوکاوش کے بچوں کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ دوسرے مصرع میں "گر" کا استعمال کر کے غالب اپنی ذہانت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان کے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ ڈرنا کوئی اچھی بات نہیں لیکن اتفاقاً ڈر بھی جاؤ تو اسے ترسیدن کہا کرو۔ مگر دوسرے ہی شعر میں غالب ایک ماہر نفسیات نظر آتے ہیں۔ "گر" کا استعمال کر کے انہوں نے بچوں کی جس کمزوری کا اظہار کیا ہے اب دُور کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہے ہراسیدن بھی ڈرنا کیوں ڈرو؟ اور جنگیدن ہے لڑنا کیوں لڑو؟ "گر" کے مقابلے میں "کیوں" کا استعمال کر کے غالب نے بچوں کے ذہن سے ڈر اور خوف دور کرنے کا بڑا موثر طریقہ اختیار کیا ہے۔ دوسرے مصرع میں "کیوں لڑو" کی ترکیب بھی خوب ہے۔

غالب دوسرے معلموں کی طرح سنگدل اور بے رحم نظر نہیں آتے۔ وہ پیار اور محبت سے بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ ان کی ذات رحمت و شفقت کا مجموعہ ہے۔ وہ اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ بچے مار پیٹ سے کبھی نہیں پڑھتے۔ بے جا سختی بچوں کے لئے سم قاتل ہے 'اور غالب اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ ان کے رجحان کا اندازہ مندرجہ ذیل اشعار سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

زیستن کو جانِ من جینا کہو
اور نوشیدن کو تم پینا کہو
تابہ ہے بھائی توے کی فارسی
اور تبہو ہے لوھے کی فارسی
انگبیں شہد اور عسل ہے اے عزیز
نام گو ہیں تین پر ہے ایک چیز

"جان من" اور "اے عزیز" محبت آمیز الفاظ ہیں۔ متعلم اور معلم میں ہم آہنگی پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ الفاظ کی ملائمت اور لہجہ کی نرمی ہوتی ہے 'سو یہ چیز غالب کے ہاں موجود ہے۔

قادر نامہ میں ایک خصوصیت ایسی بھی ہے جو بچوں کی قدیم کتابوں میں نظر نہیں آتی۔ غالب موجودہ دور کے ماہر تعلیم کی طرح یہ جانتے ہیں کہ بچے ایک چیز پڑھتے پڑھتے اکتا جاتے ہیں۔ انہیں ہر آن نئی چیز کی تلاش رہتی ہے۔

آج کل پڑھائی کے دوران "نیاپن" پیدا کرنے کے بہت سے طریقے رائج ہو گئے ہیں۔ ان میں باغبانی' مصوری' کھیل کود اور ورزش قابل ذکر ہیں۔ غالب یہ طریقے تو پیدا نہ کر سکے لیکن بچوں کی تھکاوٹ دور

Marfat.com

کرنے کے لئے انہوں نے ایک دوسری روش اختیار کی۔ سبق یاد ہو جائے پر وہ غزل پڑھنے لگتے ہیں

ہاں غزل پڑھیئے سبق گر یاد ہو

بچوں کے لئے غزل غالب کا یہ طریقہ تو بڑا مخرب اخلاق دکھائی دیتا ہے لیکن جدت پسند غالب نے غزل کی پامالی پر بھی غلبہ پالیا اور آج سے سوا سو سال پہلے اسے ظرافت کے رنگ میں رنگ کر بچوں کے لائق بنا ڈالا۔ قادر نامہ میں مندرج غزل کے حسب ذیل اشعار پڑھ کر کون ایسا بچہ ہو گا جو کھلکھلا کر ہنس نہ دے اور اس کی دماغی تھکاوٹ دور نہ ہو جائے

وہ چرا دے باغ میں میوہ جسے
پھاند جانا یاد ہو دیوار کا
پل ہی پر سے پھیر لائے ہم کو لوگ
ورنہ تھا اپنا ارادہ پار کا
گر نہ ڈر جاؤ تو دکھلائیں تمہیں
کاٹ اپنی کاٹ کی تلوار کا
واہ بے لکھے پڑھے اچھی غزل
شوق ابھی سے ہے تجھے اشعار کا

اور دوسری غزل کا یہ شعر سن کر بچے مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو جائیں گے :

کیا کہیں کھائی ہے حافظ جی کی مار
آج ہنستے آپ جو کھل کھل نہیں

بچوں کے لئے غزل کو گوارا بنانے کا خیال سب سے پہلے غالب ہی کو آیا اور ان کی یہ غزلیں محض تک بندی کا نمونہ نہیں بلکہ ان میں بقول مولوی امتیاز علی عرشی "غالب کی شوخی اور ندرت بیان ہویدا ہے (۶) غالب کے ماہر تعلیم و نفسیات ہونے کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جیسے ہی غزل ختم ہوتی ہے وہ بچوں کو دوبارہ سبق کی طرف مائل کر دیتے ہیں

لو سنو! کل کا سبق آجاؤ تم

چونکہ بچے تازہ دم اور شاداں ہیں اس لئے یہ مصرع سن کر افسردہ نہیں ہوتے۔ الغرض قادر نامہ غالب کی ذہانت و ذکاوت کا آئینہ دار ہے۔ وہ نہ صرف بڑوں کے بہت بڑے شاعر تھے بلکہ بچوں کے بھی

Marfat.com

محسن و دمساز تھے۔ ان کا قادر نامہ ادب الاطفال کے لئے ہی نہیں ادب اردو کے لئے بھی باعث صد افتخار ہے اور چھوٹے بڑے سب اس میں دلچسپی لیں گے۔ ڈاکٹر سید سجاد مرحوم کے الفاظ میں :

غالب کی کوئی بات لطف سے خالی نہ تھی اور یہ غالب کا کلام ہے جو بچوں کے لئے لکھا گیا ہے' لیکن بڑے بھی جو لٹریچر کا قدرے قلیل ذوق رکھتے ہیں' اُسے مزے لے لے کر پڑھیں گے (۷)

حواشی

۱- ذکر غالب' دہلی ۱۹۵۰ص ۱۴۰
۲- مکتوب قاضی عبدالودود مرحوم بنام راقم الحروف' مورخہ ۴ فروری ۱۹۶۱ء
۳- مکاتیب غالب مرتبہ مولوی امتیاز علی عرشی' محل اشاعت طبع ششم' ۱۹۴۹ء ص ۳۵
۴- قادر نامہ غالب مرتبہ تحسین سروری' کراچی ۱۹۵۹ء' ص ۱۲۔
۵- تاریخ ادب اردو سکسینہ' مترجم مرزا محمد حسن عسکری' لکھنو' ۱۹۲۹ء' ص ۳۳۲۔
۶- بحوالہ قادر نامہ غالب مرتبہ تحسین سروری' ص ۱۰
۷- ڈاکٹر سید سجاد' بحوالہ مجلہ عثمانیہ' حیدر آباد دکن' جلد ۳' شمارہ-۱' جون ۱۹۲۹ء۔

***

Marfat.com

آدمِ نو

رشید نثار

سحر بدوش ستارے سے جھلملاتے ہیں
اُفق کے پار ابھی ظلمتیں سلگتی ہیں
زمیں پہ دانۂ تخلیق مسکراتا ہے
ہوا کے شور میں دریا سخن سناتا ہے
سفر کا باب کھلا وسعتیں مچلتی ہیں
بشر کی آرزوئیں کروٹیں بدلتی ہیں

***

صدی کی آنکھ کھلی آگہی گلاب ہوئی
چٹان ریگ ہوئی، ریگ بھی سراب ہوئی
تمام نقش ہوا، کارواں روانہ ہوا
طنابِ وقت میں پوشیدہ اِک زمانہ ہوا
لہو کے رنگ سے تزئینِ ماہتاب ہوئی
یہ ماہ و سال کا گرداب اِک فسانہ ہوا

***

نئی زمین، نیا آسماں، نئے آفاق
نئی زباں نئی تہذیب کے نئے اوراق
جڑی ہیں چیونٹیاں لفظوں کی اِک قطار بنی
قطار فہم ہے یہ فہم جادوانہ ہے
شعورِ غازۂ تاریخ، عنصرِ تحریر
مہک گئی مری یادداشت پھر بہار بنی

***

Marfat.com

زماں ہے اسکا تصور مکاں پرانا ہوا
مثال صبحِ درخشاں ظہورِ آدمِ نو
یہ ظلمتوں کی خلیجیں تمام کر دے گا
جو زندگی نے دیئے ہیں وہ زخم بھر دے گا

*****

Marfat.com

رشید امجد.... منتخب افسانے

جمیل آذر☆

۱۹۹۸ء میں ڈاکٹر نوازش علی نے رشید امجد کے گزشتہ تین دہائیوں میں لکھے افسانوں میں سے اکیس خوبصورت افسانوں کا انتخاب کر کے "رشید امجد،... منتخب افسانے" کے نام سے شائع کروا کر ہمیں رشید امجد کے فن و فکر کو سمجھنے کا مزید موقع عطا فرمایا۔ اس سے پیشتر ۱۹۹۶ء میں ان کے افسانوں کا انتخاب "گمشدہ آواز" کے نام سے فیروز سنز لاہور نے شائع کیا تھا۔ یہ بات اطمینان بخش ہے کہ ڈاکٹر رشید امجد فن کے اس مقام جلیلہ پر پہنچ چکے ہیں کہ اب ان کے افسانوں کے نہ صرف انتخاب شائع ہوتے رہیں گے بلکہ ان پر تحقیقی کام بھی ہوتا رہے گا۔ ڈاکٹر نوازش علی نے نہ صرف عمدہ افسانوں کا انتخاب کیا ہے بلکہ اسلوبیاتی حوالے سے گراں قدر دیباچہ لکھ کر رشید امجد کے افسانوں پر باقاعدہ تحقیقی اور تنقیدی کام کی بنیاد بھی رکھ دی ہے۔ تحقیقی طور پر نوازش علی نے یہ کام کیا کہ رواں عشرہ کے افسانوں کو پہلے اور گزشتہ دہائیوں کے افسانوں کو بعد میں رکھ کر ترتیب دیا ہے۔ کاغذ کی فصیل ۱۹۶۳ء میں لکھا ہوا افسانہ ہے اسے سب سے آخر میں رکھا گیا ہے۔ دشت امکاں ۱۹۸۶ء میں لکھا گیا تھا۔ تلاش ۱۹۹۳ء میں لکھا گیا تھا اسے سب سے پہلے رکھا گیا ہے۔ تلاش ۱۹۹۳ء میں لکھا گیا تھا اسے نمبر آٹھ پر رکھا گیا۔ جبکہ تاریخی اعتبار سے اسے تلاش سے پہلے نمبر ایک پر ہونا چاہیے تھا۔ یہ ترتیب انہوں نے اپنے تحقیقی اور تنقیدی شعور کو بروئے کار لا کر کی ہے جس کا انہیں پورا حق ہے۔ اس انتخاب میں کل اکیس افسانے شامل ہیں جو رشید امجد کے فنی سفر کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ تنقید کا معیار اس وقت اور بلند ہو جاتا ہے جب اس میں تحقیق کا عنصر شامل ہو جاتا ہے لہٰذا ڈاکٹر نوازش علی کا تحریر کردہ دیباچہ اس لئے بھی اہم ہے کہ اس میں تنقیدی خیالات کی ضوفشانی کے ساتھ تحقیق کی

☆ معروف پاکستانی ادیب و نقاد
بی - ۸۷۴، سٹلائیٹ ٹاؤن- راولپنڈی

Marfat.com

کرنیں بھی شامل ہیں مثلاً انہوں نے رشید امجد کے افسانوں میں مرشد کو تلاش کر کے مرشد کے کردار کو اس طرح واضح کیا ہے :"رشید امجد کے ہاں" نارسائی کی مٹھیوں میں پہلی بار مرشد کا ذکر ملتا ہے۔اس افسانے میں 'میں کون ہوں؟اور میں کیا ہوں؟ کے سوالات کے باوجود مرشد کسی واضح شکل و صورت میں ظاہر نہیں ہوتا۔ یہ افسانہ "ریت پر گرفت" کا پہلا افسانہ ہے جو غالباً ۱۹۷۴ء میں لکھا گیا۔ مرشد کا دوبارہ ذکر "لمحہ جو صدیاں ہوا" میں آتا ہے۔یہ کہانی ۱۹۸۴ء یا ۱۹۸۵ء میں لکھی گئی۔ گویا تقریباً دس سال تک مرشد کا تصور رشید امجد کی ذات کی تہوں میں پرورش پاتا رہا اور بعد ازاں ایک واضح شکل وصورت میں نمودار ہوا۔ پھر تو یہ سلسلہ چل نکلتا ہے۔اس طرح نوازش علی نے تحقیقی اور تنقیدی شعور کے ساتھ رشید امجد کے افسانوں کو منتخب کیا ہے۔

رشید امجد کے افسانوں پر اسلوبیاتی حوالے سے بات کرتے ہوئے نوازش علی رقمطراز ہیں :

"رشید امجد کے اسلوب کے نمایاں ترین پہلو اچھوتی اور نئی علامتیں' نئے محاورے 'انوکھی تراکیب اور نثری نظم نما ٹکڑے ہیں۔پامال راستوں سے بچ کر چلنے اور تکنیکی طور پر آزاد تلازمہ خیال کی وجہ سے اس کے افسانے منفرد انداز لئے ہوئے ہیں۔" یہاں پر نوازش علی اگر چند ایک افسانوں سے اقتباسات دے دیتے تو قاری کے فکری تجسس کی بڑی حد تک تسکین ہو جاتی۔ بہر کیف انہوں نے تنقیدی بصیرت کو بروئے کار لا کر رشید امجد کے اسلوب پر بڑی سیر حاصل گفتگو کی ہے جو یقیناً فکر انگیز ہے۔

۱۹۹۱ء میں رشید امجد کے تین عشروں میں شائع شدہ سات افسانوی مجموعوں پر مشتمل "دشتِ نظر سے آگے" کے عنوان سے ان کا عظیم مجموعہ شائع ہوا جو یقیناً دنیائے افسانہ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔"ڈاکٹر وزیر آغا" دشتِ نظر سے آگے" پر لکھے فلیپ پر رشید امجد کے فن افسانہ پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:"اس صدی کی چھٹی دہائی کے پاکستان میں اردو افسانے کی قلب ماہیت ہوئی۔اس میں تین پردہ نشینوں کے نام آتے ہیں۔""پردہ نشین" اس لئے کہ انہوں نے ڈھول تاشوں کی مدد سے نہیں بلکہ نہایت خاموشی سے اردو افسانے کے مزاج کو بدلنے میں ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے-- ان میں انتظار حسین نے پیچھے ہٹ کر کتھا اور داستان سے رشتہ جوڑا اور انور سجاد آگے بڑھ کر مستقبل کو زیر دام لانے کی کوشش کی جب کہ رشید امجد نے حال کے نقطے پر کھڑے ہو کر ماضی اور مستقبل دونوں سے رابطہ قائم کیا۔انتظار حسین کے افسانے میں ناسٹیلجیا کی دکھن اور ہجرت کا کرب زندہ ہوئی آواز میں ڈھل کر نمودار ہوا اور انور سجاد کے ہاں بے معنویت 'لامرکزیت اور اکلاپے

Marfat.com

سے مرتب ہونے والے مستقبل کے آثار پیدا ہوگئے جب کہ رشید امجد نے ان دونوں رویّوں کو باہم مربوط کرنے کی کوشش کی اور یوں موجودی مسلک سے پھوٹنے والی بے معنویت اور بے سمتی میں صوفیانہ یکتائی اور ثقافتی معنویت کو سمو کر ایسے افسانے تخلیق کیے کہ جن کے کردار ان دونوں دنیاؤں کے مقام اتصال پر سانس لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہی اس افسانہ نگار کا وصف ہے کہ وہ زنجیر کے کسی ایک سرے سے بندھا ہوا نہیں ہے بلکہ پوری زنجیر سے جڑا ہوا دکھائی دیتا ہے' ڈاکٹر وزیر آغا نے رشید امجد کو بجا طور پر ان دونوں افسانہ نگاروں یعنی انتظار حسین اور انور سجاد سے مختلف زاویۂ نگاہ کا حامل افسانہ نگار قرار دیا ہے۔ مگر میں ذرا ایک قدم اور آگے بڑھ کر یہ کہوں گا کہ افسانہ نگاری میں جو مقام رشید امجد نے حاصل کیا ہے وہ نہ صرف قابلِ رشک ہے بلکہ قابلِ تقلید بھی بنا ہے۔ رشید امجد کی سب سے بڑی عطا (Contribution) یہ ہے کہ اس نے برصغیر کی نئی نسل کے افسانہ نگاروں کو بالعموم اور راولپنڈی اسلام آباد کے توام شہروں کے افسانہ نگاروں کو بالخصوص اپنے نئے علامتی' تجریدی اور شاعرانہ استعاراتی اسلوب سے بے حد متاثر کیا۔ جن نمایاں افسانہ نگاروں نے اس سے اکتساب فیض کیا ان میں اعجاز راہی' مظہر الاسلام اور احمد داؤد خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

رشید امجد دانشور افسانہ نگار ہے۔ وہ ملکی اور بین الاقوامی سیاسی' اقتصادی معاشرتی اور فکری حالات وواقعات پر گہری نظر رکھتا ہے۔ گزشتہ نصف صدی میں نسلِ انسانی نے سائنسی اور صنعتی اعتبار سے حیرت انگیز ترقی کی ہے لیکن مادّی ترقی اور دولت کی ریل پیل کے باوصف انسان انسانی اقدار سے محروم ہوگیا ہے۔ مشینی زندگی کی تیزی و فراوانی نے اسے انسانی وقار' مذہبی رواداری اور احترامِ آدمیت سے محروم کر دیا ہے' افراطِ زر' سیاسی جبریت' آزادیِ رائے کا فقدان' قتل و غارت' دہشت گردی' لوٹ کھسوٹ کی وباء' رشوت ستانی و بدعنوانی' غیر جمہوری عناصر کا غلبہ اور بے روزگاری جیسے سنگین مسائل نے انسان کو افسردگی' مایوسی اور لاحاصلی کے سنگم پر لا کھڑا کر دیا ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر رشید امجد اپنے دور کو "بے شباہت کہتا ہے" رشید امجد کے افسانے اقتصادی ناہمواری اور جدید سائنسی اور صنعتی دور کے منفی اثرات کے نتیجہ میں تخلیق ہوتے ہیں اور تیسری دنیا کے مفلوک الحال انسانوں کی کچلی ہوئی شخصیت' پسی ہوئی انا اور کرب زدہ مجروح روح کے آئینہ دار بن جاتے ہیں۔ اسی لئے اس کے افسانوں میں روایتی کہانیوں کے برعکس وہ تاثرات اور تماثیل ابھرتی ہیں جو حادثات و واقعات کے نتیجہ میں کرداروں کے اذہان و قلوب میں پیدا ہوتے ہیں۔ رشید امجد کے افسانوں میں

Marfat.com

تجریدی چیزیں تجسیمی استعاروں میں ڈھلتی ہیں' ماحول تشخص پذیر ہو کر کرداروں میں منتقل ہو جاتا ہے۔ الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے ہیں' آوازیں سسک سسک کر دم توڑتی ہیں' اندھیرے رینگ رینگ کر پورے ماحول کو اپنے دامن میں لپیٹ لیتے ہیں' روایتی افسانے کی تفصیل نگاری کے برعکس یہاں داخلی دباؤ کو ابھارا جاتا ہے۔ رشید امجد کرداروں کے اذہان میں کلبلاتے سوالات کو ادراک میں لاتا ہے۔ بیشتر کردار خود کلامی کے ذریعہ اپنے فکرو احساس اور واردات قلبی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے افسانوں کے عنوانات بڑے معنی خیز علامتی اور استعاراتی ہوتے ہیں مثلاً لمحہ جو صدیاں ہوا' چپ فضا میں تیز خوشبو' پھول تمنا کا ویران سفر' سمندر مجھے بلاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ "دشتِ نظر سے آگے" پر گفتگو کرتے ہوئے میں نے جو بہت پہلے کہا تھا آج بھی میری وہی رائے ہے اور وہ یہ ہے "دشتِ نظر سے آگے" میں شامل سات افسانوی مجموعوں کے مطالعے سے رشید امجد کے فن کے ارتقائی گراف کا ہمیں بخوبی پتہ چلتا ہے۔ کاغذ کی فصیل کے تمام افسانے روایتی اسلوب میں لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں کہانی کا روپ اور واقعات کی تفصیل اپنی جزئیات کے ساتھ ملتی ہے۔ اس کے نئے علامتی افسانے کا فن "بے زار آدم کے بیٹے" "ریت پر گرفت" "سہ پہر کی خزاں" "پت جڑ میں خود کلامی" "بھاگے ہے بیاباں مجھ سے" اور "شعلہ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد" کے افسانوی مجموعوں میں عروج پر ملتا ہے۔ چپ فضا میں تیز خوشبو' سہ پہر کا مکالمہ' بانجھ لمحے میں معلق لذتیں' لاشیت کا آشوب' بند ہوتی آنکھ میں ڈوبتے سورج کا عکس' گم راستہ میں کشف' قافلہ سے بچھڑا غم اور کھلے دروازے پر دستک ابلاغ معنی' ساختیاتی حسن کاری' علامتی و استعاراتی پیرایہ اظہار' شاعرانہ لفظیات کا چناؤ' تحت الشعور کی خوابناک علامتوں کا استعمال' شعور کی رو اور آزاد تلازمہ خیال کی بڑی بھرپور تصویریں پیش کرتے ہیں.... "رشید امجد کے یوں تو سارے افسانے پر لطف اور پر تاثیر ہوتے ہیں لیکن ان کے بعض افسانے ایسے ہیں جو ناقابل فراموش ہیں انہی میں سے ایک افسانہ چپ فضا میں تیز خوشبو ہے۔ اس افسانے میں بڑی فنی مہارت کے ساتھ غریب دانشور طبقے کی مالی زبوں حالی کا قابل افسوس پہلو دکھایا گیا ہے۔ رشید امجد کے افسانے محشر خیال ہیں اور اپنے دامن میں طلسماتی دنیا سمیٹے ہوئے ہیں۔ اپنی ہیئت میں مختصر' ساختیات میں حسن تناسب کے حامل' لفظیات میں پر تاثیر اور معنویت میں عمیق سچائیوں کے مظہر ہیں۔ البتہ اس انتخاب میں شامل "سمندر مجھے بلاتا ہے" ایک طویل ترین افسانہ ہے۔ اس افسانے میں مرشد کا کردار واضح طور پر سامنے آتا ہے۔ جس کا ذکر خصوصی طور پر ڈاکٹر نوازش علی نے اپنے دیباچہ میں کیا

Marfat.com

ہے۔ یہ افسانہ شعور کی رو (Stream of Consciousness) کی تکنیک میں لکھا خوبصورت فن پارہ ہے۔ مرشد ہمارے اندر بھی ہے اور باہر بھی۔ یہ کردار حکمت و دانائی کی علامت ہے۔ یہ کردار اشاروں کنایوں میں باتیں کرتا ہے اور ہماری روح کو بیدار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کردار کے منہ سے نکلے ہوئے چند کلمات ملاحظہ کریں:

مرشد نے سر ہلایا: "سمندر تو آگ بھی ہے اور پانی بھی۔ بس انا الخیر اور انا الحق کا فرق ہی سارا تماشا ہے اور سارے راستے فنا کی طرف جاتے ہیں"۔

مرشد نے اسے گھورا "امید اندھیرے میں کھویا ہوا راستہ"۔

***

مرشد مسکرایا: دھند اور روشنی اسی کے روپ ہیں اور راستہ گم ہو جائے تو نہ روشنی روشنی ہے نہ دھند دھند"۔

***

یہ افسانہ ہمارے عصرِ حاضر کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ مرکزی کردار دفتر، گھر اور مرشد کی تکون پر رقص کناں ہے۔ روحانی تشنگی اور مادّی ضروریات کی کشمکش کا مارا ہوا ہے۔ یہ افسانہ معنی در معنی کی پرت کھولتا چلا جاتا ہے۔ رشید امجد اپنے افسانوں میں معانی و افکار کے جادو یوں جگاتا ہے کہ قاری ان کے سحر میں گم ہو جاتا ہے۔

۱- "وہ سارے ڈرائنگ روم میں صوفوں میں دھنسے اپنے اپنے جہنم کو سمیٹ رہے ہیں"۔ (سہ پہر کا مکالمہ)

۲- "کچھ یاد نہیں، بس یاد ہے تو اتنا کہ پچھلی سیٹ پر وہ اپنے وجود کی ساری خوشبوؤں، تمناؤں اور خوابوں کے ساتھ اس لفافہ میں تھا"۔ (بانجھ لمحے میں سسکتی رات)

ڈاکٹر نوازش علی نے رشید امجد کے تین عشروں (یعنی ستر، اسی اور نوے) پر پھیلے تخلیقی سفر کو اس انتخاب میں سمیٹ کر دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ یقیناً ان کی یہ سعی بے لوث قابلِ تعریف ہے۔

***

Marfat.com

جلال گیتی ستان

خالد اقبال یاسر

غلام کی روز و شب غلامی میں کیا کمی تھی
کنیز کے التفات و خوبی میں کیا کمی تھی

انہیں درِ خوابگاہ سے کس لئے ہٹایا
محافظوں کی وفا شعاری میں کیا کمی تھی

جلال گیتی ستان سے دربار کانپتا تھا
مقرّبوں کی مزاج فہمی میں کیا کمی تھی

گراں گزرتا تھا کیوں طبیعت پہ ساتھ اس کا
وزیرزادے کی نکتہ سنجی میں کیا کمی تھی

گزر نہ سکتا تھا کوئی خواجہ سرا نہ باندی
حرم کے رازوں کی پاسداری میں کیا کمی تھی

نہ جانے سالار مطمئن کیوں نہیں تھے یاسر
سپاہ کی عزم و جاں سپاری میں کیا کمی تھی

***

Marfat.com

گلدستۂ درد

پروفیسر مقصود جعفری☆

"درد ہی درد" ثاقبہ رحیم الدین صاحبہ کا گلدستۂ درد ہے جس میں رنگ رنگ کے پھول سجے ہیں۔ گل ولالہ کی سرخیٔ شفق رنگ بھی ہے جسے خونِ عرب کی قبا پہنا کر انقلابی اور اصلاحی پیکر میں پیش کیا گیا ہے نیز چنبیلی، موتیا اور کنول کی سفیدی میں پیلاہٹ بھی عیاں ہے جو غریبوں، مسکینوں، بے نواؤں اور بیکسوں کے ماتھے کا رنگ ہے۔ اس طرح درد ہی درد انسانی معاشرے کی آئینہ دار ہے جس میں نو افسانے اور ایک انشائیہ شامل ہے۔ فیض احمد فیض نے کہا تھا:

لوٹ کر آ کے دیکھا تو پھولوں کا رنگ
جو کبھی سرخ تھا زرد ہی زرد ہے
اپنا پہلو ٹٹولا تو ایسے لگا
دل جہاں تھا وہاں درد ہی درد ہے

ثاقبہ رحیم الدین کتاب کے پیش لفظ میں رقم طراز ہیں۔ "زندگی کی کوئی بات ہو آخر کار جا ٹھہرتی ہے دردِ دل پر، دردِ نگاہ پر، فرزانوں پر نہیں بلکہ دیوانوں پر، تو صاحب کچھ بھی معلوم نہیں کہ میں نے اس کتاب کو کیوں لکھا اور اس کا نام درد ہی درد کیوں رکھا۔ شاید دل تار تار کے تار جمع ہوئے ہیں۔ اب میں کیا کہوں اور کیا نہ کہوں "درد ہی درد" کی درد بھری باتیں آپ کے سامنے ہیں۔"

ثاقبہ رحیم الدین کے یہ الفاظ دل پر درد کی صدائے دردناک ہے۔ دردمندی میں شرفِ انسانیت ہے۔ دل بے درد مثلِ سنگ خارا ہے۔ میرزا غالب نے بھی اسی لیے کہا تھا۔

پھر جمع کر رہا ہوں دلِ لخت لخت کو

کتاب کے پیش لفظ میں محترمہ نے کلی کو تبسم راحت اور لالہ کو گریہ داغِ مفارقت سے تشبیہہ دی ہے۔ لہٰذا اس کیفِ دوام اور کیفیتِ سرمدی میں وہ لکھتی ہیں:

☆-مدیر داخلی مجلہ پیغام آشنا

Marfat.com

"سو ہم لکھنے بیٹھے اور لکھتے ہی چلے گئے" یعنی بقولِ فیضؔ ۔

جو بھی ہونا ہے فیضؔ ہو جائے
شعر لکھتے رہا کرو بیٹھے

معلوم ہوا یہ لوگ بیٹھ کر لکھتے ہیں جب کہ مرزا غالب اور علامہ اقبالؒ اکثر لیٹ کر لکھتے تھے یعنی بظاہر آنکھیں بند ہیں مگر اندر کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ صاحبو اس بات پر بھی ریسرچ ہونی چاہئے کہ کوئی ادب پارہ لکھتے وقت یعنی تحقیق اور تخلیق کرتے ہوئے کھڑا رہنا' بیٹھنا' نیم دراز ہونا یا دراز ہونے کی کیا فطرت اور مصلحت ہے۔ بہر حال یہ تو جملۂ معترضہ تھا میں یہ عرض کر رہا تھا کہ محترمہ نے جس حال و حالت اور کیف و کیفیت میں لکھا ہے ہمارے رونگٹے کھڑے کردئے ہیں۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا ان کی تمام فکر کی بنیاد انسان سے محبت پر استوار ہوئی ہے۔ وہ لکھتی ہیں :

"ہمارے جی میں محبت کا ایک دریا پھوٹا اور فسانے ہی فسانے ڈھلتے چلے گئے" دوستو خدارا ذرا اپنے دلوں کو ٹٹولئے اور دیکھئے کہ کتنے دل ہیں جن سے محبت کے دریا پھوٹ نکلے ہوں۔ یہاں تو اکثر ایسے دل ہیں کہ جن کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے کہ پتھروں سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں مگر ان دلوں کی سختی اور بنجر پن کا یہ عالم ہے کہ ایک قطرہ اشک تک نہیں بہہ نکلتا۔ زبور میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے زلیخا کے حسن اور اس کی محبت کے بارے میں جو گیت گایا وہ سراپائے محبت ہے۔ انجیل مقدس نے تو یہاں تک اعلان کر دیا کہ خدا محبت ہے۔ اگر کوئی خدا سے محبت کرنا چاہئے تو انسان سے محبت کرے اور حافظ شیرازی نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

خلل پذیر بود ھر بنا کہ می بینی
بجز بنای محبت کہ خالی از خلل است

ثاقبہ رحیم الدین کی کتاب از دل انگیزد و بر دل بر خیزد ہے۔ یہ درد انسان سے لبریز ہے اور یہی اس کی عظمت کا مینارۂ روشن ہے۔ نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام درد کے بارے میں اظہار و خیال کرتے ہوئے اسے بڑی نعمت سے تعبیر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں درد بیماری کی نشان دہی کرتا ہے اور علاج کی طرف توجہ مبذول کرتا ہے۔ جب تک درد نہ اٹھے بیماری کی نشان دہی ناممکن ہے۔ اسی طرح جس معاشرے میں اہل درد نہ ہوں وہ معاشرہ علاج سے محروم ایک مریض معاشرہ ہے چاہے ذہنی مریض ہو یا جسمانی مریض۔ لہٰذا اے چارہ گرانِ ملّت درد ملّت کا درمان تلاش کرو۔ ان دبی دبی سسکیوں

Marfat.com

اوران گرم گرم آنسوؤں کے پیچھے بیمار انسانیت کراہ رہی ہے۔ جس قوم کے اطباء احساسِ درد سے محروم ہوں وہ قوم مظلوم ہے۔ ثاقبہ صاحبہ نے اپنے ان افسانوں میں مختلف اقسام کے درد بطور نمونہ دکھائے ہیں۔ کوئی نفسیاتی مریض ہے تو کوئی اقتصادی حالات کا شکار' کوئی بغض و حسد کی آتش دروں میں جل رہا ہے تو کوئی حرص و ہوا کی لعنت میں گرفتار۔ تمام افسانوں کے مختلف کرداروں کو درد کی عینک سے دیکھا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ کتاب میں کئی جملے ابدی و سرمدی ضرب الامثال کا رُوپ دھار گئے ہیں۔ اس تخلیقی درد کا تجزیہ کرتے ہوئے ماہر نفسیات ینگ اور ماہر طبعیات ولف گینگ پاؤلی نے کائنات اور معاشرہ کے ساتھ ساتھ ذہن انسان کا زمانی اور مکانی جدید انداز میں تجزیہ کیا ہے۔

ایف ڈبلیو پیٹ اپنی کتاب **Synchronicty: The Bride between Matter and Mind Psychology** میں علم نفسیات اور علم طبعیات (Physics) کے باہمی ربط کو واضح کرتے ہیں۔ ینگ کی رائے میں فکر' جذبہ' وجدان اور جبلت کا اپنا اپنا دائرۂ فکر و عمل ہے لیکن جس معاشرے میں ان چاروں صفات میں ترتیب و توازن پیدا کر دیا جائے وہ معاشرہ متوازن اور معتدل ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف ولف گینگ پاؤلی مختلف قسم کی ڈائیگرامز (Diagrams) کے ذریعہ انسان کی زمانی و مکانی حقیقتوں سے پردہ اٹھاتا ہے اور ان کی یہ رائے ہے کہ کوئی فکر اور نظریہ جب تک عصری تقاضوں اور زمینی حقائق کا ساتھ نہ دے وہ زندۂ جاوید نہیں کہلا سکتا۔ انسان ایک مکمل اکائی ہے۔ اسے جزئیات میں تقسیم کرنا اس کی موت ہے۔ فرائیڈ نے انسان کو جنسیات' کارل مارکس نے اقتصادیات' ارسطو نے معقولیات اور افلاطون نے عرفانیات کی عینک سے دیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حقیقت کلیّہ کا ادراک نہ کر سکے اور سراب نظر اور فریب فکر کا شکار ہو گئے۔ دنیا بھر کے شاعروں اور ادیبوں نے بھی اپنی اپنی نظر سے معاشرے 'انسان اور کائنات کا مطالعہ اور مشاہدہ کیا۔ ورڈزورتھ شاعر فطرت' بائرن شاعر آزادی' شیلے شاعر انقلاب اور کیٹس شاعر حسن کہلایا۔ حالانکہ یہ سب عناصر و عوامل انسان کی بنیادی ضروریات ہیں۔ ثاقبہ رحیم الدین نے "درد ہی درد" کے مختلف افسانوں میں زندگی کی مختلف جہتوں اور شکلوں پر قلم اٹھایا ہے اور کسی ایک موضوع کے ارد گرد کولھو کے بیل کی طرح گھومنے کی بجائے زندگی کے تنوع کو پیش کیا ہے جو کتاب کی افادیت میں اضافہ کرتا ہے۔ افسانہ "واپسی" میں ایک مڈل کلاس خاندان کا ذکر ہے۔ شکیل اور نیلوفر کی شادی باہمی رضامندی سے ہوتی ہے۔ نیلوفر نے بی اے تک تعلیم حاصل کی تھی۔ دونوں میں محبت اور جذبہ جاں نثاری و فداکاری موجود تھا۔ شکیل کا اسلام آباد سے لاہور تبادلہ

Marfat.com

ہوتا ہے جہاں ایک ماڈرن ساتھی خاتون مسز فیروزہ ملک کی انگریزی میں چرب زبانی اور طلسم شخصیت کی ہمہ دانی اسے متاثر کرتی ہے۔ شکیل اپنی بیوی کو ایم اے کرواتا ہے اور پھر وہ ایک اچھی جگہ ملازمت کر لیتی ہیں۔ اپنے اپنے کام میں دونوں جت جاتے ہیں اور ایک عمر یوں ہی گزر جاتی ہیں۔ دونوں بیٹیاں جوان ہو کر بیاہی جا چکی تھیں۔ شکیل گھر میں اداس اداس رہنے لگا۔ اس کی خوشی کی خاطر نیلوفر نے نوکری چھوڑ دی مگر نہ جانے ایک دن شکیل کے دل میں کیا آئی کہ دبئی کاروبار کے سلسلہ میں چل نکلا اور موہوم سا واپسی کا وعدہ کر کے نیلوفر کو بڑھاپے میں قعرِ درد اور بحرِ سرد میں دھکیل دیا۔ یہ افسانہ ایک خود غرض نفسیاتی مریض کی عکاسی کرتا ہے۔ افسانہ "جھولا" میں ایک گھریلو خادمہ اماں زبیدہ کی داستان درد اور پھر داستان بغاوت درج ہے۔ وہ خودی اور خود شناسی سے معمور اور بارِ غربت سے چُور چُور ہے۔ اس کا بیٹا رجبی گھڑ میں گر کر مر جاتا ہے وہ اشرف سولنگی اور بعد میں ملک جاوید کے ہاں کام کرتی ہے۔ بیگمات اس سے کام بھی خوب لیتی ہیں اور طعنہ زنی کے نشتروں سے اس کے دل کو بھی غربال کرتی ہیں۔ آخر وہ ہندوستان کی باغی عورت پھولن دیوی کے گروہ میں شامل ہو کر مسلح بغاوت کرتی نظر آتی ہے۔ یہ افسانہ امارت و غربت کی داستان کو ایک ہی لڑی میں پروتا ہے اور معاشرے کی ناہمواری پیش کرتا ہے آواز ایک اردو افسانہ ہے جس میں خورشید عالم ایک بے نشان و بے قبیلہ پاکستانی مہاجر ہے۔ جو آباء و اجداد کی ہجرت کی بدولت اب نہ پٹھان رہا نہ پنجابی اور نہ ہی کراچی میں ایم کیو ایم والے اسے اپنا مہاجر بھائی تسلیم کرتے ہیں۔ آخر کار وہ وارداتی بن کر دولت مند اور معزز شہری بن جاتا ہے جس سے ایک ستاون سالہ بزرگ پڑوسن امیر خاتون بیگم فریدالحسن جو خاوند کی موت کے بعد اور بچوں کے امریکہ، لندن اور کینیڈا مقیم ہونے کے بعد احساس تنہائی کا شکار ہے کچھ دولت دے کر دستی بم منگوا کر خودکشی کر لیتی ہے۔ یہ افسانہ ایک سبق آموز داستان عبرت ہے۔ ہر کوئی امریکہ کے گرین کارڈ پر مرے جا رہا ہے اور اپنا سرسبز ملک بنجر ہو کر زرد رُو ہو رہا ہے کاش کوئی اس کی شگفتگی اور شادابی کو قائم رکھنے والا بھی ہوتا۔

"مٹی کے چراغ" فکری سطح پر دو بہنوں کی کہانی ہے۔ مونی حسین و صابرہ ہے جب کہ سونی ام کی طرح سونی سونی یعنی ویران ویران ہے جو آخر کار آتشِ حسد میں جل کر ذہنی توازن کھو بیٹھتی ہے اور لقمہ مذاق بن جاتی ہے جب کہ مونی مون یعنی چاند کی طرح بعد مرگ بھی زیرِ زمین مٹی میں چراغ بن کر ضوفشاں ہے۔ افسانہ "شاباش" ایک بنگالی لڑکے عبدالحمید عرف جیدا کی المناک داستان ہے۔ افسانہ بڑی حویلی رحمت علی فنکار کی خودداری اور فن پروری کا ذکر ہے جو زندگی بھر خشک پیڑ کی طرح سرِ صحرا

Marfat.com

زمانے کی تیز ہواؤں کا مقابلہ کرتا رہا۔ "کاغذ کی ناؤ" ایک متوسط گھرانے کا قصہ ہے۔ احمد اور نسیمہ مشرقی روایات کی پاسداری کرتے ہوئے اظہارِ محبت میں شائستگی اور پاک دامنی کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں "چلتے لمحے" بانو کی داستان درد ہے جسے زندگی بھر خاوند احسن اور اس کے رشتہ داروں نے نہ محبت دی نہ عزت نہ اہمیت' جب اسے ایک موذی مرض لاحق ہونے کا شبہ ہوا تو سب ازراہ ہمدردی کہ یہ چراغ اب جلد ہی گُل ہو جائے گا اس سے محبت و شفقت جتانے لگے۔ جب ماہر امریکی ڈاکٹر نے پرانی رپورٹوں کو غلط قرار دیا تو بانو ایک مرتبہ پھر خاوند اور احباب کی توجہ اور ہمدردی سے محروم ہو گئی۔ محبت اور ہمدردی کے جذبوں کے فرق اور زندہ انسان کی ناقدری پر یہ افسانہ ایک تازیانہ ہے۔

"بس کچھ یوں ہی" میں ایک صوفی منش نوجوان کا ذکر ہے۔ چالیس پالیس سالہ سلمان دل کا دورہ پڑنے سے مر جاتا ہے مگر وصیت کر جاتا ہے کہ انسانیت کی خدمت ہی اصل مذہب ہے لہٰذا اس کے اعضائے بدن ہسپتال اور میڈیکل کالج والوں کے حوالے کر دیے جائیں تاکہ وہ اس پر تحقیق کر کے فلاحِ انسانیت کر سکیں۔ گویا تحقیق ہی اصل عبادت ہے اور قربانی کا جذبہ ہی اصل دین ہے۔

آخر میں ثاقبہ صاحبہ نے درد ہی درد جو کہ عنوان کتاب بھی ہے ایک خوبصورت انشائیہ لکھا ہے جو واقعی ادب کے نگار خانے میں شاہزادہ صورت و سیرت کا مقام رکھتا ہے جذبۂ محبت کو انسان اور کائنات کا محور قرار دیا گیا ہے۔ درد کی فصل کی آبیاری خونِ جگر سے کی گئی ہے۔ وہ لکھتی ہیں۔ "درد مند انسان ہماری زندگی کا جوہر ہیں"۔

ساتھیو! تتمۂ کلام کے طور پر اتنا ہی عرض کروں گا کہ محترمہ ثاقبہ رحیم الدین نے ادب کے سرائے میں نئی کھڑکیوں اور نئے دریچوں کو کھولا ہے۔ جذبہ' مشاہدہ' تجربہ اور تجزیہ یہ ایک اچھے لکھاری کے ہتھیار ہیں۔ لیکن دردِ دل کے بغیر ہر جذبہ جھوٹا اور ہر لفظ بے رنگ ہے آیئے ہم سب مصنفہ کے اس چراغِ درد کی روشنی میں اپنے دل کے پھپھولوں کے ساتھ ساتھ غم زدہ انسانیت کے زخموں کا مداوا بھی تلاش کریں اور یہی روحِ ادب ہے۔ عربی زبان کا ایک مقولہ ہے۔ "لکل داء دواء" یعنی ہر مرض کا علاج ہے مگر امیر خسرو اپنے طبیب سے برہم نظر آتے ہیں اور چلا اٹھتے ہیں:

از سرِ بالین من برخیز ای نادان طبیب
دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

Marfat.com

گویا امیر خسرو کے درد کا علاج بھی ہے اور وہ دیدار یار میں ہے نہ کہ داروئے طبیب میں' یہ ساری داستان درد جو ثاقبہ رحیم الدّین نے درد ہی درد میں بند کردی ہے بس اتنی ہے کہ دیدار حقیقت ہو جائے تو سب حجاب آنکھوں کے آگے سے ہٹ جاتے ہیں اور آئینۂ ذات میں تصویر کائنات نظر آجاتی ہے اور یہی شرف و معراج فکر و نظر ہے۔ اس کے لئے ہم ثاقبہ رحیم الدّین کو اس کاوش عظیم اور کاہش عمیم پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے دعاگو ہیں کہ ربّ کریم کشمیر کے عظیم فارسی گو شاعر غنی کاشمیری کے درد میں ان کے درد کو جاوداں کردے جس نے کہا تھا:

بہ بزم دردمندان زار نالیدن ہوس دارم
چونی خواہم کہ در فریاد باشم تا نفس دارم

***

Marfat.com

صفحۂ دل

طاہر نظامی

صفحۂ دل پہ جو لکھی ہے کہانی تُو ہے
لطف یہ ہے کہ مجھے یاد زبانی تُو ہے

صبح روشن کے اُجالے ہیں نشانی تیری
موسمِ سبز کی اِک شام سہانی تُو ہے

تیری یادوں سے مہکتے ہیں در و بام خیال
اس خرابے میں کوئی رات کی رانی تُو ہے

ایک جلتا ہوا صحرا ہوں میں تا حد نظر
جو مری پیاس بجھاتا ہے وہ پانی تُو ہے

ہر کہانی کسی انجام پہ رک جاتی ہے
جو کبھی ختم نہ ہوگی وہ کہانی تُو ہے

نظرانداز کرے گا تجھے کیسے طاہر
میرے ہر سانس کی ، ہر پل کی روانی تُو ہے

***

Marfat.com

صبح بہار

آمدِ صبح ہوئی شب کا فسوں ٹوٹ گیا
بندِ آلام سے ہر اہل چمن چھوٹ گیا
خواب سے سبزۂ خوابیدہ نے لی انگڑائی
باغ و بن جھوم اٹھے صبحِ بہاراں آئی

(فضل الرحمٰن عظیمی)

Marfat.com

گوشۂ خواتین

Marfat.com

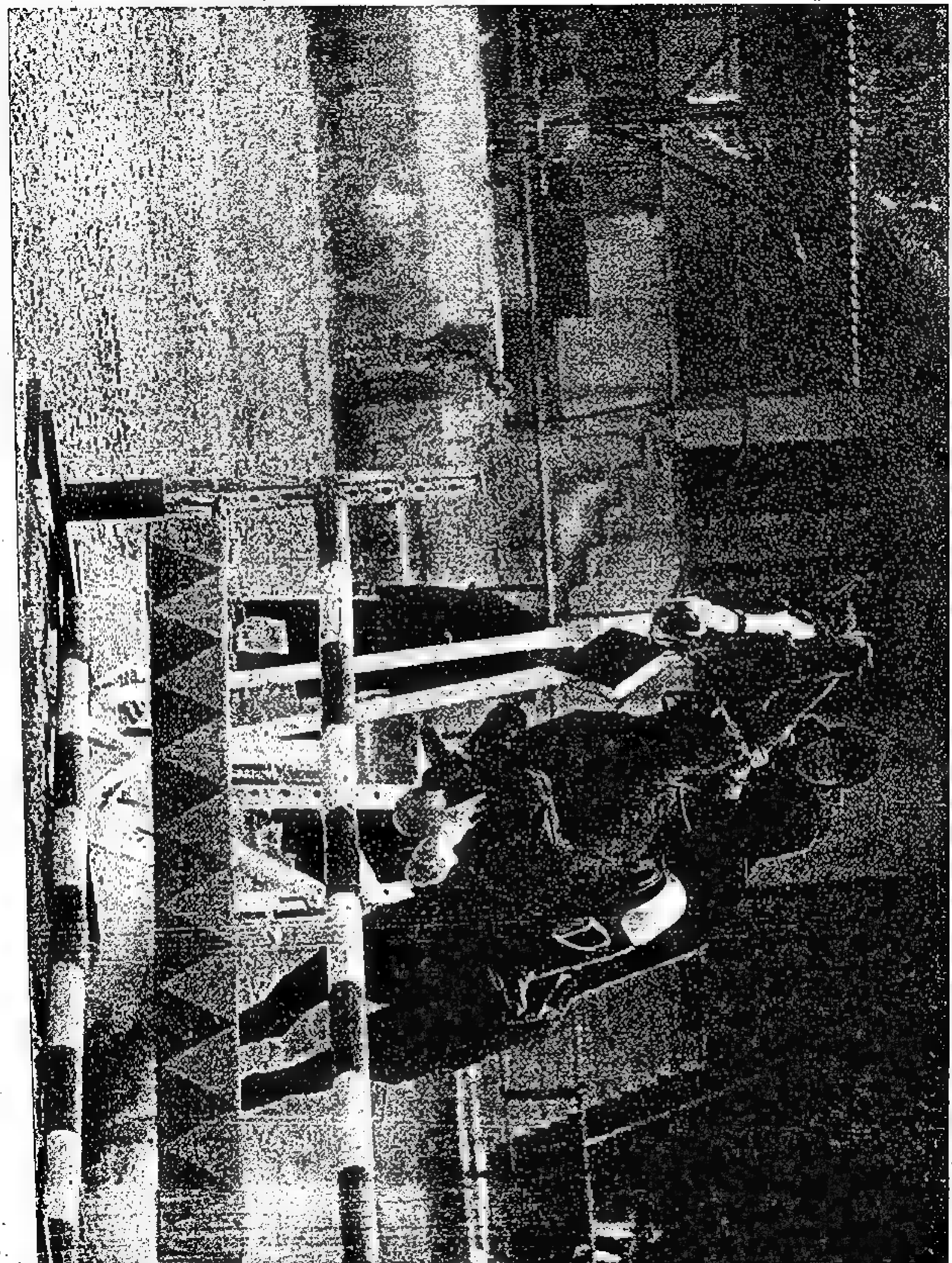

Marfat.com

حجاب : مسلمان خواتین کی شناخت

پروفیسر ڈاکٹر شگفتہ موسوی☆

بلاخوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ انقلاب اسلامی نے ایران کی انفرادی اور اجتماعی شئونات زندگانی پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہے اور افراد اور معاشرہ کی اس سطح فکری کو جو کچھ عرصے افرنگ کی امواج مسموم میں غوطہ زن رہ کر تعلیمات اسلامی کی تجلیات سے بڑی حد تک بے بہرہ ہو چکی تھی اسے قوت ایمانی کے بل بوتے پر نہ فقط پنجۂ طاغوت کی تیرگیوں سے نکالا بلکہ دوبارہ ایمان کے نور سے روشناس کر دیا۔ بالخصوص انقلاب اسلامی نے ایران کی خواتین کو یکسر بدل ڈالا چنانچہ خواتین کا ایک بڑا طبقہ جو مغربی تہذیب کے زہریلے جراثیم سے اپنے کو محفوظ و مصئون نہ رکھ سکا تھا اور نتیجتاً احکام الٰہیہ کو فراموش کر کے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے بے خبر عیش و عشرت کی وادیوں میں زندگی بسر کر رہا تھا معجزانہ طور پر وہی سابق غرب زدہ، فیشن پرست طبقہ جس کی نظر میں "نظر افرنگ کا ہر قریہ فردوس کی مانند تھا(۱) یک لخت بیدار ہو گیا اور اسی طبقے کی خواتین حجاب میں لپٹی زندگی کے ہر شعبہ میں فعال نظر آنے لگیں۔ آج ایران میں صنف نازک، سائنس، ٹیکنالوجی انجلیئرنگ، ادب، علوم و فنون حتیٰ فضا میں بھی مردوں کے شانہ بشانہ ترقی کی راہ پر گامزن ہیں اور اسلامی حجاب ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں۔

آج جب ہم یوم خواتین جوش و خروش سے منا رہے ہیں (ایران میں روز زن، جناب فاطمہ الزہرا (س) کے روز ولادت پر منایا جاتا ہے) تو نامناسب نہیں کہ "حجاب" کے موضوع پر مختصر مگر جامع گفتگو کریں:

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

مغرب زمین کے دانشوروں نے ہمیشہ اسلامی حجاب کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ جانا اور اسے خواتین کے لئے باعث تذلیل گردانا۔ کیا واقعی ایسا ہی ہے؟ کیا سچ مچ یہ ایک رکاوٹ ہے؟ اور صنف نازک

☆-سابق سربراہ شعبہ فارسی، انسٹی ٹیوٹ آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

Marfat.com

کے لئے ذلّت ہے؟ تدبّر کیجئے، سوچئے! غور و فکر اور عقل سے کام لینے کی اسلام ہی ہدایت کرتا ہے۔

افلایتدبرون القرآن ام علیٰ قلوبٍ اقفالھا (۲)

ترجمہ: پس کیا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

ہمارا دین اسلام تو دین فطرت (۳) ہے جس کا ہدف انسان کو بلا تفریق زن و مرد پستی کی گہرائیوں سے نکال کر بلندی تک پہنچانا ہے۔ یہی دین بشریت کی نجات کا ضامن ہے۔ اس کا پیغام آفاقی ہے جو عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ یہ دین تو کسی ایک فرد کے قتل کو کل انسانیت کا قتل گردانتا ہے (۴) یہی نہیں بلکہ ابلاغ و تبلیغ دین کے ضمن میں بھی تاکید کرتا ہے کہ قول سدید و قول کریم و قول معروف کے پابند رہو اور عدل و انصاف تو دین کے پنج گانہ اصولوں میں سے ایک ہے اور صفتِ شانِ الٰہیہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ ادا کرو امانتوں کو ان کے مالکوں کو اور جب تم حکم کرو لوگوں کے درمیان تو حکم کرو عدالت کے ساتھ اسی طرح سورہ نحل میں بھی عدل و احسان کا حکم بندوں کو دیا گیا ہے اور قرابتداروں کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ (۵)

قابل غور ہے کہ جب اللہ تبارک تعالیٰ انسانوں کو عدل و انصاف (۶) کا حکم دیتا ہے تو خواتین کے ضمن میں ناانصافی یا تذلیل کیونکر ہو سکتی ہے جو مقام و منزلت اور عزّ و وقار اس ایزدنے عورت کو عطا کیا ہے اس کا شکر ادا کرنے کا حق وہ کبھی ادا نہیں کر سکتی۔ خالق اکبر حیّ ہے اور اسے "حوا" کا لقب ملا۔ وہ رحمان و رحیم ہے اس نے عورت کو "رحم" عطا کیا وہ "رحم" جس میں خلاق عالم کی یہ مخلوق اپنے رب کے حکم سے حجاب کے تین پردوں میں انسان کی پرورش کرتی ہے۔ لہذا اگر حجاب یا پردہ کا حکم ہے تو یہ اس کی بہتری کے لئے اور رفعت مقام کے لئے ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حجاب کسے کہتے ہیں؟ اس کا مفہوم کیا ہے یہ کیونکہ اور کیسا ہو؟ اس ضمن میں بادی النظر میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے بعض کا خیال ہے کہ سر کے بالوں اور جسم کی ظاہری بناوٹ کا پردہ ضروری ہے۔ ایک گروہ چہرہ چھپانے کا بھی قائل ہے کچھ افراد چہرہ پر نقاب ڈالنے کے قائل نہیں ہیں۔ امام فخر الدّین رازی اپنی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں کہ اگرچہ قرآن کی رو سے چہرہ کا چھپانا لازم نہیں مگر پھر بھی اگر عورت گھر سے باہر اپنا چہرہ چھپالے تو یہ اس کے لئے بہتر ہوگا۔

آیئے دیکھیں کہ اللہ کا کلام اس ضمن میں کیا ہدایت کرتا ہے۔ جہاں تک کلمہ "حجاب" کا تعلق

Marfat.com

ہے وہ تو قرآن میں صرف پانچ مرتبہ آیا ہے۔ جس کی ترتیب حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ سورہ اعراف جو قرآن کا آٹھواں سورہ ہے جس میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے اور خداوند عزوجل فرماتا ہے کہ اس جنت دوزخ کے بیچ میں ایک پردہ ہے "وبینھما حجاب" (۷)

۲۔ سورہ الاحزاب پ ۲۲ آیت ۵۳ جس میں اللہ تبارک تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب تم ان سے کوئی برتنے کی چیز مانگو تو "فسئلوھن من ورآءِ حجاب" (۸) (اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو)۔

۳۔ سورہ ص ۸ ۲۳ میں آیت ۳۲ جہاں حضرت سلیمانؑ کا ذکر ہے کہ انہیں تیسرے پہر جب گھوڑے پیش کیے گئے یہاں تک کہ توارت بالحجاب "وہ پردے میں چھپ کر نگاہ سے اوجھل ہو گئے (۹)

۴۔ اکتالیسواں سور حم السجدہ میں جہاں دینی مخالفت کرنے والے افراد لکھتے ہیں "بیننا و بینك حجاب" اور ہمارے تمہارے درمیان تو پردہ ہے (۱۰)

۵۔ سورہ شوریٰ میں کلمہ حجاب استعمال ہوا ہے جہاں ذاتِ احد و صمد فرماتی ہے کہ "کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر ورآئے حجاب یعنی پردہ عظمت کے ادھر ہو" (۱۱)

لیکن ہم مندرجہ بالا آیات میں سے انہیں آیات پر بحث کرینگے جو خواتین کے پردہ کرنے کے ضمن میں نازل ہوئی ہیں۔ سب سے پہلی آیت جو ازواج مطہرات سے پردے کی پشت سے سوال کرنے کے ضمن میں نازل ہوئی وہ سورہ احزاب کی آیت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پردے کے ضمن میں تمہیدی آیت ہے جس میں باری تعالیٰ فرماتا ہے "اے لوگو جو ایمان لائے ہو نبیؐ کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔ نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو۔ ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ مگر جب کھانا کھالو تو منتشر ہو جاؤ، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ تمہاری یہ حرکتیں نبیؐ کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا۔ نبیؐ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو تمہارے لئے ہرگز یہ جائز نہیں کہ نبیؐ کو تکلیف دو (۱۲)۔

اس آیت کی شانِ نزول کے ضمن میں کہا جاتا ہے کہ یہ پردہ سے متعلق پہلا حکم الٰہی ہے اور تقریباً ایک سال بعد سورہ نور میں عام مسلمان خواتین کے پردہ کا حکم نازل ہوا۔ عبداللہ یوسف علی نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ کرتے وقت مرقوم فرمایا ہے کہ یہ آیت آنحضرتؐ کے انتقال سے پانچ یا چھ

Marfat.com

سال قبل نازل ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں:

The veil (Hijab) was a special feature of honour for Prophet's (P.B.U.H) house hold, introduced about five or six years before his death (13)

علامہ طباطبائی رضوان اللہ علیہ اس آیت کی شرح کرتے ہوئے حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ درمنثور میں ابن سعد اور صالح ابن کیان روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ کی ازواج مطہرات کو حجاب کا حکم ماہ ذی القعدہ، پانچویں سال ہجری میں نازل ہوا اتفاق سے یہ وہی سال ہے جس میں ختمی مرتبت محمد مصطفیٰؐ نے حضرت زینب کو اپنے حبالہ عقد میں داخل کیا(۱۴)۔

بہر کیف اس میں شک نہیں کہ وہ دورہ جاہلیت تھا جسے رسول خداؐ نے کلام الٰہی کے ذریعے علم وحکمت واخلاق کی انوار سے منور کر دیا ورنہ اس دور کے عربوں میں نہ شرم وحیا تھی نہ تہذیب وتمدن سے وہ آشنا تھے نہ گفتار میں اخلاق کا پہلو تھا۔ حتیٰ بسا اوقات خود عہد رسالتؐ میں حضرت رسول اکرم کو ان کی باتوں سے اذیت پہنچتی تھی جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے یہاں اس کی تفصیل بے محل ہوگی مگر اس آیت میں ان کا بے محابہ بغیر دعوت کے چلے آنا اور آپ کی بیویوں سے سوال کرنا خود خدا کو بھی پسند نہ تھا اگرچہ رسول اکرمؐ حیاء میں کچھ نہ کہتے مگر جب آپؐ کا نکاح حضرت زینب سے ہوا اور دعوت ولیمہ کی تقریب میں عام مدعوین تو کھانا کھا کر چلے گئے مگر کچھ لوگ رات گئے تک بیٹھے باتیں کرتے رہے تو حضور کو ناگوار گزرا اور آپؐ دو مرتبہ اپنی بیویوں کے حجرے میں تشریف بھی لے گئے! مگر وہ حضرات نہ ٹلے تو یہ آیت نازل ہوئی یاایھا الذین امنوالاتدخلوابیوت النبی الاان یؤذن لکم الیٰ طعام غیر نظرین اِنٰہ و لکن اذا دعیتم وفادخلوافاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذالکم کان یوذی النبی فیستحی منکم و اللہُ لایستحیٖ من الحق واذا سالتموھن متاعاً فسلوھن ... وَّرَاءِ حجاب(۱۶)

مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے پر سرور کائنات نے اپنے گھر کے دروازے پر پردہ لٹکا دیا اور آپؐ کی پیروی کرتے ہوئے مسلمانوں کے گھروں پر پردے لٹکے نظر آنے لگے۔

Marfat.com

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ اس آیۂ مبارکہ میں جو آداب، اخلاق مسلمانوں کو سکھایا گیا اسے ملّت مسلمہ بھول کر مغربی آداب جسے آج کی اصطلاح میں فیشن کہتے ہیں کے گن گاتی نظر آتی ہے کہ انگریز اور امریکی کبھی اطلاع دیئے بغیر کسی کے گھر نہیں جاتے، قرآن نے تو یہ آداب پانچ ہجری میں سکھائے تھے۔

فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا
افرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند

بہر کیف یہ آیۂ مبارکہ آیت حجاب کے نام سے بھی مشہور ہے۔

کلمہ "حجاب"، عربی الاصل کلمہ ہے جس کے معنی پردے، نقاب، (veil) اور روسری کے ہیں اور شعری مفہوم میں مسلمان خواتین کا اپنی ظاہری زینتوں کو نامحرم کی نظروں سے کسی بڑی چادر، عبا، برقع، کوٹ، Overgarment سے چھپانا ہے۔ چنانچہ دوسرے معاشروں میں بھی خواتین کا مردوں سے پردہ مرسوم رہا ہے مثلاً از منہ قدیم میں ہندو عورتیں شوہر کے علاوہ غیر مردوں سے اپنا چہرہ چھپائے رکھتی تھیں۔ لیکن مسلمان خواتین بعض علماء کے فتوے کے مطابق اپنے سر کو گردن تک کسی بڑے رومال یا اسکارف سے ڈھانپ لیتی ہیں اور جسم پر ڈھیلا کوٹ جسے ایران میں مانتو اور عرب ممالک میں عبا کہتے ہیں، پہن لیتی ہیں پاکستان اور بھارت میں مسلمان خواتین دوپٹہ یا اسکارف لیتی ہیں۔

اگرچہ حجاب کا حکم قرآن میں واضح طور پر آیا ہے۔ اسی سورۂ احزاب میں دوبارہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے نبی اپنی بیبیوں، صاحبزادیوں اور مسلمان عورتوں سے فرمادیں کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں (۱۷) مجاور حسینی نے نساء المومنین کا ترجمہ مومنوں کی عورتیں کیا ہے (۱۸) مولانا مودودی نے نہ فقط ایمان کی عورتیں کیا ہے بلکہ پلو لٹکانے کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ جبکہ مجاور حسینی نے جلابیبھن کا ترجمہ گھونگٹ کیا ہے۔ قرآن میں حجاب کے لئے جو اصل الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ "یاایھا النبی قل لازواجک وبنتک و نساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن" جلابیب کلمہ جلباب کی جمع ہے اور جلباب عربی زبان میں بڑی چادر کو کہتے ہیں جو سر پر سے اوڑھی جاتی ہے تاکہ وہ تمام بدن کو ڈھانپ دے یا سر کا دہ رومال جو صورت اور سر کا ستر بن جائے منظور وہ چادر یا کپڑا ہے جو گلے سے نیچے تک سر و سینہ کو پوشیدہ کردے اور ادنیٰ کے معنی قریب کرنے یا لپیٹنے کے ہیں اور قرآن مجید میں یدینین استعمال ہوا ہے۔ پس ترجمہ ہوا وہ کہ اپنے اوپر بڑی سی چادر اوڑھ لیں "یدنین علیھن من

Marfat.com

جلابیبھن" مگر مولانا مودودی نے اسے چہرہ بھی لپٹنے کے مفہوم میں لیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ من جلابیبھن سے مراد چادر کا ایک حصہ جس سے مراد چہرہ کا گھونگٹ ہے اور اس ضمن میں انہوں نے عبیدہؓ اور ابن عباسؓ کا حوالہ دیا ہے (۱۹)

امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ شریف عورتیں گھر سے اس طرح نہ نکلیں کہ لونڈیوں کے مشابہ ہوں اور ان کے چہرے اور سر کے بال کھلے ہوں انہیں چاہیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر ڈال لیں تاکہ کوئی فاسق انہیں چھیڑنے کی جرات نہ کرے (۲۰) بہر کیف آیت کا منشاء بھی اس خیال کے نزدیک تر ہے کہ مسلمان عورتوں کی شناخت حجاب سے ہو سکے۔ تفسیر جو بھی ہو اس امر سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا کہ تمام مسلمان اور مؤمن عورتوں کو حکم ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلتے وقت اپنی زینت چھپائیں اور سر کو ڈھانپ کے نکلیں خواہ وہ چادر ہو، عبا ہو یا کوٹ ہو مراد پوشیدگی کامل ہے اور یہ حکم بلاشبہ عورت کے تحفظ اور احترام کی غرض سے دیا گیا ہے، کیونکہ ہر قیمتی شے کی حفاظت ڈھانپ کر ہی کی جاتی ہے۔ یہی عین فطرت ہے اور پھر چادر اور عبایا overgarment کس طرح باعث تذلیل ہو سکتا ہے جبکہ آج کے ماڈرن زمانے میں بھی وہ صاحبان مقام و مرتبت جو سوسائٹی میں احترام سے دیکھے جاتے ہیں grown,cloak یا عبا پہن کر ممتاز جانے جاتے ہیں خواہ وہ علمائے دین ہوں، یونیورسٹیوں کے اساتذہ ہوں، ججز یا وکلا یا ڈاکٹرز اور سائنسدان ہوں۔ یہی نہیں بلکہ انگلینڈ کے House of Lords کے اراکین اور ملکہ بھی گاؤن پہن کر امتیازی درجہ کے حامل کہلاتے ہیں۔ تو پھر مغرب کے دانشمند اور اسکالر کس دلیل سے ہمارے خواتین کے چادر اور اسکارف پہننے کو عورت کی تذلیل گردانتے ہیں؟ کیا وہ مندرجہ بالا حضرات کے گاؤن پہننے کو بھی مورد تذلیل اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھیں گے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ وہ جان لیں کہ اسلام کبھی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں نہیں ڈالتا بلکہ شمس و قمر کی تسخیر کی دعوت دیتا ہے، کتاب کائنات پر غور و فکر کی تلقین کرتا ہے نیز انسان کے مادی آسایش کی فراہمی اس کے احکامات سے عیاں ہے نماز و روزہ کی قضا اسلام جیسے دین ہی میں ہے۔ رسولؐ کو نصف شب یا اس سے کم و زیادہ عبادت کرنے کی تلقین ہے تو پھر چادر یا حجاب کا پابند کرنا کیونکر ظلم ہو سکتا ہے اسلام میں مردوں کو بھی ستر پوشی اور نظریں جھکا کر رکھنے کا حکم ہے سورہ نور میں ارشاد ہوتا ہے قل للمؤمنین یغضو من ابصارھم ۔(۲۱)

...اے رسول مومنو سے کہہ دو وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔ اسی طرح مومن عورتوں کے لئے بھی یہی

Marfat.com

حکم ہے قل للمومنت ... من ابصارھن۔ اے رسول تم مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ اپنی آنکھوں کو نیچا رکھیں۔ ولایبدین ... اور وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر یہ کہ اس میں سے جو ظاہر ہو اور اپنے گریبانوں پر دوپٹوں کو ڈالے رکھیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے لئے یا اپنے باپ یا اپنے دادا، یا اپنے شوہروں کے باپ دادا یا اپنے بیٹوں اور اپنے شوہروں کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے، بھائیوں کے بیٹوں یا اپنی بہنوں کے بیٹوں یا اپنی عورتوں یا اپنی لونڈی غلاموں یا ایسے نوکر چاکر مردوں جن کو عورتوں کی ضرورت نہیں یا ایسے لڑکے جو ابھی تک عورتوں کے پردہ کی باتوں سے آگاہ نہیں ہیں اور عورتیں اپنے پیروں کو اس غرض سے زمین پر نہ ماریں کہ ظاہر ہو جائے ان کی زینت جس کو وہ چھپائے ہوئے ہیں (۲۲)

این ہمہ آفت کہ بہ تن میرسد
از نظر توبہ شکن میرسد

بے شک اسلام ایک ایسے دین کا نام ہے جو افراد کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے جہاں ایسے معاشرہ کی تخلیق کرتا ہے جو رفتار، کردار، گفتار اور پندار کی سطح کو ہمیشہ بلند سے بلند تر کرتا ہے جہاں زن و مرد کا احترام یکساں طور پر کیا جاتا ہے جس میں اکرم وہی ہے جو متقی ہو۔

"ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم"

پس حجاب مرد و زن ہر دو کے لئے باعث تکریم ہے جناب محسن نقوی نے حجاب کی کیا خوب تعریف کی ہے "حجاب کسی کپڑے کے ٹکڑے کا نام نہیں نہ ہی اس رومال کا نام ہے جو خواتین سر پر رکھتی ہیں حجاب تو مسلمان کی ذہنی کیفیت اور منفرد سمبل کا نام ہے جو کہیں بھی کسی مقام اور کسی وقت پر بھی اس کا طرہء امتیاز بن کر ظاہر ہو یہ ایک ایسی کیفیت کا نام اور ایک ایسی قدر ہے جو مسلمان مرد و زن ہر دو کو ایک امتیازی درجہ عطا کرتی ہے اور یہ کوالٹی انسانی کردار میں صرف مسلمانوں کے ذریعے اجاگر ہوتی ہے" (۲۳)

کاش ہمارے پاکستان میں بھی خواتین حجاب کی پابند ہو جائیں بالخصوص وہ خواتین جو کالجوں اور دانشگاہوں میں تدریس کرتی ہیں اور بچیوں کی تربیت میں ان کا خاص حصہ ہے وہ کم از کم اپنا سر ڈھانپ کر رہیں تاکہ اس ممتاز اسلامی سمبل کو نمایاں کر سکیں۔

بہل ای دخترک این دلبری ھا
مسلمان را نزیبد کافری ھا　　(اقبالؒ)

Marfat.com

مآخذ

۱-اقبال کے شعر سے اقتباس :-

فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا
افرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند

۲-ر. ک قرآن المجید، سورہ محمدؐ، آیت ۲۴، پ ۲۶ حم
۳-ر. ک، قرآن-سورہ روم، آیت ۳۰-پ ۲۱ اتل مااوحی....
ترجمہ : پس تم اپنا رخ دین کی طرف خلوص رکھو خدا کی مقرر کردہ فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔
۴-القرآن : انه من قتل نفسا....
ترجمہ : جو شخص کسی نفس کو قتل کرے بلا عوض نفس کے یا زمین میں فساد کی تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا سورہء مائدہ آیت ۳۲۔
۵-ر. ک قرآن پ ۵ سورہ نساء آیت ۵۸ و سورہ نحل ۱۶ آیت ۹۰ پ ۱۴، ترجمہ : بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان الله....
۶- قرآن بیشک اللہ حکم فرماتا انصاف اور نیکی کا (ترجمہ مولانا مفتی شاہ محمد احمد رضا خان) کراچی۔
:ان الله یامر بالعدل و الاحسان پ ۱۴ سورہ ۱۶ النحل آیت ۹۱ ص-۳۳۰
۷-القران-پ ۸، سورہ ۷، آیت ۴۶ ص ۱۸۶
۸-ر. ک قرآن مجید سورہ ص پارہ ۲۳، ترجمہ و تفسیر مولانا مفتی احمد رضا خان تفسیر صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین، صفحہ ۵۴۰ مطبوعہ کراچی۔
۹-ر. ک *The Glorious Quran,* trans. by Mohammad M . Pickthall New York
"And he said:Lo! I have preferred the good things (of the world) to the remembrance of my Lord till they were taken out of the side.
۱۰-ر. ک، پارہ ۲۴ سورہ ۴۱ آیت ۵ تفسیر ترجمہ محمد احمد رضا، مولانا نعیم الدین ص ۷۵۴ کراچی۔
۱۱- قرآن پارہ ۲۵، سورہ ۴۲ آیت ۵۱ ص ۵۸۱ ایضاً۔
۱۲-ر. ک تفہیم القرآن ترجمہ و تفسیر سید ابوالاعلیٰ مودودی ج. ۴ سورہ ۳۳ آیت ۵۳-ص ۱۲۰-۱۱۹، سروس بک

Marfat.com

کلب،۱۹۸۸ء،لاہور۔

۱۳-A. Yousuf Ali , p-1076

۱۴- تفسیر المیزان دورہ ۲۰ جلدی علامہ سید محمد حسین طباطبائی ج-۱۶ص ۵۳۷ ترجمہ فارسی سید محمد باقر ہمدانی۔

۱۵- -ایضاً- مطبوعہ ،بنیاد علمی وفکری علامہ طباطبائی مرکز نشر فرہنگی رجاو موسسہ انتشارات امیر کبیر تہران ۱۳۶۳ اش۔

۱۶- ر.ک قرآن الکریم ترجمہ و تفسیر الحاج سید مجاور حسین رضوی الحسینی ص ۶۷۸ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی و تفہیم القرآن جلد چہارم ترجمہ و تفسیر مولانا مودودی ص ۳۳ والمیزان علامہ طباطبائی، کنز الایمان، مولانا احمد رضا خان صحیح مسلم نسبائی، ابن جریر۔

۱۷- سورہ ۶ احزاب آیت ۵۹ س ۳۳، ترجمہ رضا احمد خان و محمد نعیم الدین کراچی

۱۸- قرآن الکریم ،ایضاً مجاور حسینی مطبوعہ کراچی ایجوکیشنل پریس پیر الٰہی بخش کالونی کراچی)

۱۹- سورہ ۶ احزاب آیت ۵۹، س ۳۳ ص ۶۸۰

۲۰- المیزان علامہ طباطبائی ص، ۵۳۱، ج۱۶ (ترجمہ فارسی سید محمد باقر موسوی)

۲۱- تفہیم القرآن، ج چہارم، ص ۱۲۹، سروسز کلب ۱۹۸۸ فیروز سنز لاہور، جامع البیان ج- ۲۲، ص ۳۳ و ایضاً۔

۲۲- سورہ ۶ نور ۳۱-۳۰، ۲۴، ص ۵۶۳ قرآن الکریم ترجمہ ڈاکٹر مجاور حسینی مطبوع کراچی ایجوکیشنل پریس پیر کالونی کراچی۔

۲۳- *Hejab* by S. Mohsin Naqvi, Mohsinia Memorial Foundation, Princeton, N.J , U.S.A, p 22.

Marfat.com

ایرانی خواتین کی ترقی، کامیابیاں
اور ان کی معاشرتی حیثیت

ترتیب وتدوین: محترمہ موسوی (حسینی)

میں آپ محترم خواتین کا جو ہمارے بھائیوں کے دوش بدوش بلکہ اس تحریک کی اگلی صف میں موجود رہیں شکریہ ادا کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ آئندہ بھی اگلی صف میں رہیں گی اور اس تحریک کو انجام تک پہنچائیں گی۔
(امام خمینیؒ)

ہم نے پر شکوہ اسلامی انقلاب کی اکیسویں سالگرہ میں قدم رکھا ہے۔ وہ انقلاب جس میں رزمیہ تاریخ کی تخلیق کرنے والے مردوں اور عورتوں نے رہبر کبیر انقلاب کی راہنمائی میں اسے صفحہ روزگار پر زندہ جاوید بنادیا۔

اس رزم گاہ میں بے شمار خواتین نے مردوں کے شانہ بشانہ اس عظیم اسلامی تحریک کی تشکیل میں حصہ لیا۔ وہ صابر اور مفید وکار آمد کارکنوں کی حیثیت سے گھروں میں زخمیوں کی تیمارداری کرتیں۔ وہ عمل اور استقامت کے میدان میں ایسی شیر دل خواتین تھیں جو مبارزہ کے لئے ہمیشہ آمادہ رہتیں مختصر یہ کہ انقلاب اسلامی کی امنگوں کو حقیقت کا روپ بخشنے کا اصل سہرا انہی کے سر ہے۔

انقلاب اسلامی ان ایثار گر اور آزاد و دلاور اور مطہر روحوں اور دلوں کا مرہون منت اور مقروض ہے جو ملائکہ کے پروں پر پرواز کرتے ہوئے کمال کی بلند ترین چوٹیوں پر جا پہنچے اور انہوں نے تاریخ کے خوبصورت ترین مناظر کی تخلیق کے سلسلے میں فکر و اندیشہ اور آزاد منشانہ تفکر کی طاقت

Marfat.com

دکھائی۔

آج بھی ایران کے اسلامی انقلاب کو تمام معاشرتی، ثقافتی اور سیاسی میدانوں میں مستعد خواتین اور نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ خواتین کا کار آمد و مفید افرادی قوت کے طور پر موجود ہونا ہمہ جانبہ ترقی کے لئے محوری و مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ موجودگی تمام میدانوں اور شعبوں میں انقلاب کے مقاصد کی دستیابی کا اظہار ہے اور اس کا ایک قیمتی نمونہ عورتوں کا مثالی مسلمان خاتون کے پرچم تلے، اہمیت دیا جانا ہے اسلامی جمہوریہ ایران میں تمام ابعاد اور جہات میں خواتین کے مسائل کی پیشرفت اہم قومی، اسٹریٹیجک اور ثقافتی مسائل کی پیشرفت ہے۔

آج ہم ایک ایسی دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں جہاں کہ ہم اپنے اوپر سرحدوں اور دروازوں کو بند نہیں کر سکتے۔ ہمارے معاشرے میں خواتین کی فعالیت اور کارکردگی اور اس کا مقام عالمی برادری کے خوردبین کے نیچے قرار پایا ہوا ہے۔

خواتین کی پسماندگی کی وجہ خود خواتین کا اپنے حقوق سے غافل اور مطلع نہ ہونا ہے جو کہ ایک تاریخی پسماندگی ہے۔

اسلامی جمہوریہ میں عورت اور مرد کی نسبت ثقافتی نقطۂ نظر موجود ہے۔ دنیا کے بعض ممالک اور مغربی ممالک کی طرح ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ عورت اور مرد ہر پہلو سے مساوی اور برابر ہیں۔ ازروئے حقیقت ہم عورت اور مرد کے تعلق کو تکاملی تعلق سمجھتے ہیں اور کسی جنس کی دوسری جنس پر برتری اور تفوق کے قائل نہیں ہیں۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بشر کو انسان کی دو انواع، یعنی عورت اور مرد سے خلق کیا، جن میں سے کوئی ایک بھی اکیلا مکمل نہیں ہے اور سماج کے ڈھانچے کے اندر گھرانے میں میاں بیوی کے طور پر، اور منصوبہ بندیوں' فیصلوں' اور معاشرتی سرگرمیوں میں ان کا تکامل مدّ نظر رہنا چاہیے۔ اس بنا پر عورت' مرد نیز ان کے مقام میں عالم تخلیق و خلقت میں اور معاشرتی ذمہ داریوں اور فرائض اور انفرادی حیثیت میں فرق ہے چنانچہ ہم معتقد ہیں کہ عورت اور مرد میں بعض تفاوت اور فرق موجود ہیں۔

اسی بنا پر ان تفاوتوں کی وجہ سے جو جہان خلقت میں موجود ہے ان دونوں کے فرائض اور کردار بھی بعض تفاوتوں کا تقاضا کرتے ہیں۔ تفاوت رکھنے اور برتری رکھنے اور تعصّب میں فرق ہے اور یہی وجہ ہے کہ ملک کے عظیم تر منصوبہ بندیوں میں اس تفاوت کا خیال اور اسے مدنظر رکھا جاتا ہے۔ امام خمینیؒ

Marfat.com

فرماتے ہیں "مرد اور عورتیں شانہ بشانہ رہتے ہیں اور فعالیت انجام دیتی ہیں" ہمارے معاشرے میں وہ بہت سے وسائل جن سے مرد بہرہ مند ہوتے ہیں اس میں خواتین بھی شامل ہیں اور وہ مردوں اور عورتوں کے مابین عادلانہ طور پر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ تفریحی مقامات اور مختلف نوع کی تعلیمات اور اطلاعات سے استفادہ کرنے، غرض ہر شعبے میں اگر کوئی رکاوٹ نہ ہو تو ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ خواتین پوسٹوں، مناصب اور سیٹوں کو حاصل کرتی ہیں مثلاً گذشتہ سال یونیورسٹیوں میں ۵۲ فیصد اور اس سال ۵۸ فیصد لڑکیاں داخل کی گئیں۔ شورائے اسلامی کے چھٹے انتخابات میں بھی ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ خواتین امیدواروں کی تعداد میں ۶۰ فیصد ترقی ہوئی۔ اسلامی نظام عقل پر مبنی وہ نظام ہے جو اسلامی معاشرے کے شہری کے طور پر انسانوں کے تمام ہمہ جانبہ حقوق کے حصول کا موقع فراہم کرتا ہے اس بنا پر وہ اپنے آپ کو اس بات کا ذمہ دار سمجھتا ہے کہ خواتین کو اپنے حقوق سے بہرہ مند ہونے کے لئے مساعد حالات فراہم کرے اور اس راہ سے ہر مانع اور رکاوٹ کو بر طرف کرے۔

آج دنیا ایران کی مسلمان خواتین کو نمونۂ عمل قرار دیتی ہے۔ بہت سارے مسلمان ممالک اس بات کے قائل ہیں کہ ان کی خواتین جو راستہ طے کرتی ہیں اس کے لئے ایرانی مسلمان خواتین ایک نمونے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی طرح دنیا کی حریت پسند خواتین بھی مسلمان ایرانی خواتین کو ماڈل اور نمونہ سمجھتی ہیں۔ نظام حکومت کے منصب دار اور حکام اپنے اوپر اس بات کو لازم جانتے ہیں کہ مناسب ضروریات اور احتیاجات کا جواب دینے کے لئے ایسے مناسب حالات اور گراونڈ فراہم کریں جو نظام کی طرف سے خواتین کی توانائیوں سے استفادے کے لئے ضروری اور اہم ہوتے ہیں۔

مرکز شرکتِ خواتین ان حکومتی مراکز میں سے ایک ہے، جو تبلیغی اور ثقافتی سے بھی بڑھ کر بنیادی اور اساسی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں، اسی کی ان سرگرمیوں اور جدوجہد کے نتیجے میں مرکز امور شرکت زنان کے پروگرام کے تحت بل نمبر ۱۵۶ اور آئین کا آرٹیکل نمبر ۶۳ پاس ہوئے۔

موجودہ سال کے بجٹ میں اس مرکز کے لئے ہزار نی صد فنڈ کا اضافہ ہوا ہے تاکہ باقی ماندہ اداروں اور تشکیلات کو بھی فعال کیا جائے۔

عورتوں کے مقام اور کردار کے بارے میں معاشرے میں عام بصیرت پیدا کرنے اور معاشرے میں خواتین کے حصے کی ثقافتی بنیادوں کی تقویت و استحکام کے لئے بعض کتابیں بھی چھاپی گئی ہیں۔

Marfat.com

خواتین کے لئے حکومتی اداروں کی بعض خبریں

دفترِ امورِ شرکت زنان

وہ منصوبے اور پروگرام جو ایرانی خواتین کی پیشرفت اور کامیابی کے لئے روبعمل آتے ہیں اور جو دنیا میں ایرانی خواتین کے مقام وحیثیت کو پیش کرتے ہیں ان کی شرح ذیل میں بیان کی جاتی ہے :-

دفتر امورِ شرکتِ زنان نے محترم صدر مملکت کی اس تاکید کے بعد کہ گھریلو خواتین کی ثقافتی اور معاشرتی ارتقا عمل میں آنی چاہیے قومی منصوبہ برائے انتظام خانہ کو اپنے پروگرام میں ترجیحی بنیادوں پر شروع کر دیا۔

اس منصوبے کی تدوین کے مراحل بھی ماہ خرداد ۷۷ ۱۳ میں شروع ہوئے ہیں جس مین سائنسدان اور ماہرین امور خواتین وخانہ داری کی طرف سے اظہار رائے اور خانہ دار خواتین کے سلسلے میں تحقیقات، ان کی رائے، توانائی اور مہارت کے نکتۂ نظر سے ان کی موجودہ حالت پر غور، اور گھرانے کے انتظامی امور کی تقویت کے منشور کو پیش کرنا شامل ہے۔ مرکز امور شرکت خواتین عورتوں کی حمایت اور تقویت کا ایک اور منصوبہ اقوام متحدہ کے فنڈ برائے خواتین UNFPA کے ذریعے روبعمل لائے گا۔

یہ منصوبہ اس مرکز کا دوسرا پنچ سالہ منصوبہ ہے جو اقوام متحدہ کے فنڈ برائے آبادی کے تعاون سے حقوقِ خواتین اور تقویتِ خواتین کے عنوان سے نیز دورانِ زچگی صحت کے سلسلے میں خواتین حقوق کی حمایت پر مبنی ہے اور جس پر صدر مملکت کی مشیر اور صدر مرکز امور شرکتِ زنان خانم زہرا شجاعی اور نمایندہ آبادی فنڈ (اقوام متحدہ) آقائے مصلح الدّین نے ۱۳ بھمن ۷۷ ۱۳ کے دن دستخط کئے۔ یہ منصوبہ ۵ سال کے عرصے میں روبعمل آئے گا۔ اور اس کے پروگراموں میں تحقیقات، ان کا اجرا اور تعلیم شامل ہین۔ اس کا مقصد خواتین کی ثقافتی ومعاشرتی ترقی کے اس ترقیاتی منصوبے کو پسماندہ اور محروم علاقوں مین جاری کرنا ہے۔ اس طرح دہہ مبارک فجر میں صدر مملکت کی مشیر برائے خواتین کی موجودگی میں مرکز امورِ شرکت زنان نے ۱۶ بھمن کے دن میلادِ حضرت فاطمہ (س) کی مناسبت سے خواتین کے اعداد وشمار کے ہیڈ کوارٹر کا افتتاح کیا۔ اس منصوبے کے ۲ مرحلے یافیز ہیں۔ پہلے مرحلے میں انفارمیشن بینک

Marfat.com

جس میں اعداد و شمار کے اسناد اور ڈاکومینٹس کا اطلاعاتی بینک، غیر حکومتی (NGO) اداروں کا بینک، اسلامی جمہوریہ کی برجستہ خواتین کے لئے قوانین وضوابط کا بینک وغیرہ شامل ہیں تشکیل دیئے گئے ہیں۔ اسناد کے اطلاعاتی بینک میں کتابیں، مجموعۂ مقالات اور خواتین کے موضوعات پر مبنی ڈاکٹریٹ کے تھیسس نیز شادی، طلاق، تعلیم کی معاشرتی کیفیت کے اعداد و شمار شامل ہے۔ دوسرے (اطلاعاتی) بینکوں میں جو اس ہیڈ کوارٹر میں شامل ہیں غیر حکومتی اداروں جن میں وہ NGO این.جی.اوز جو خواتین کے شعبے میں کام کر رہے ہیں ان کا تعارف نامہ اور اسلامی جمہوریہ ایران کی خاص منتخب خواتین کے قوانین وضوابط کے بینک شامل ہیں۔

دوسرے مرحلے میں بھی مرکز کا ہدف بینکوں کو عمومیت اور جامعیت بخشنا، دنیا کے مشابہ مراکز سے رابطہ قائم کرنا اور عالمی نیٹ ورک پر وسیع اطلاعات فراہم کرنا شامل ہیں۔ اسی کے ساتھ اس مرکز سے استفادہ و بہرہ برداری کے لئے اس کے افتتاح ہی کے دن اسے انٹرنیٹ پر روشناس کرایا گیا۔ آج ایران اسلامی میں وزارت خاندان وجوانان کی تشکیل کا منصوبہ زیر غور ہے، اگرچہ مجلس شورائے اسلامی میں جو عرصہ دراز سے امور خواتین کی کمیٹیاں موجود ہیں وہ اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔

خواتین کی ترقی وپیشرفت کے لئے تیسرا ترقیاتی پروگرام

آج تیسرے ترقیاتی پروگرام میں تغیر واقع ہوا ہے اور وہ یہ کہ ان خواتین کو اطلاعات فراہم کرنا جو انتظامیہ کے مختلف محکموں میں کام کرتی ہیں۔ تیسرے ترقیاتی پلان (بڑی منصوبہ بندی) میں جنسیاتی زاویے پر توجہ دنیا صرف ہمارے ملک سے مخصوص نہیں بلکہ بہت سے ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں خواتین کے مسائل کے سلسلے میں خاص طور پر پلاننگ ہوتی ہے۔ یہ چیز اس امر کا سبب بنی کہ قانون ترقی کے آرٹیکل نمبر ۱۵۶ کی تجویز سامنے آئے اور اس کی بنیاد پر مرکز امور شرکت خواتین کا یہ فریضہ ہے کہ وہ خواتین کے دوسرے دفتروں اور انتظامی اداروں کی مدد سے ملکی ترقی میں خواتین کے کردار کے لئے مناسب حالات فراہم کرے، اور گھرانے کے ادارے کی تقویت کے لئے مسلسل اور بنیادی فعالیت انجام دے۔

موجودہ سال کے بجٹ کی ترمیم نمبر ۴ کے مطابق آرٹیکل نمبر ۱۵۶ کے اہداف ومقاصد کے حصول کے لئے تقریباً ۲ ارب تومان مختص کئے گئے ہیں۔

انتظامیہ کے اداروں میں سے بعض نمائندہ خواتین کی طرف سے تشکیل دی جانے والی اس

Marfat.com

انجمن کے اہداف میں سے بعض دیگر میں منیجرس اور مدیرہ خواتین کی مہارتوں کی ترقی کے لئے انجمن تشکیل دینا، اور مدیرہ و منتظمہ خواتین کی فعالیتوں اور انتظامیہ کی مختلف سطحوں پر خواتین سے استفادے میں اضافہ کے لیے جدوجہد، اور ملک میں ملازم خواتین پر نظر ثانی شامل ہیں۔

سائنسی، ورزشی کانگریس

خواتین کی خبریں

خواتین کھیلوں کے سیکرٹریٹ میں ادارہ جسمانی تربیت نے اسلامی ممالک کے خواتین کھیلوں کی فیڈریشن کے تعاون سے یوم ہمبستگی نیز اسلامی ممالک کے خواتین کھیلوں کی مشعل افروزی کی سالگرہ کی مناسبت سے ۲۷ اور ۲۸ بہمن ۱۳۷۹ کے دن پہلی سائنسی کانفرنس تشکیل دی۔ اس کانگریس میں اسلامی ممالک کی خواتین کے حوالے سے انتظامیہ، علم نفسیات، معاشرتی علوم، فزیالوجی، اجتماعی ورزش اور خواتین کی ورزشوں پر مقالے پڑھے گئے۔

نویں ایشیائی چیمپئن شپ مقابلوں کے تسلسل میں جو ملائیشیا میں منعقد ہوئے، ملک کی خواتین شوٹنگ ٹیم نے سڈنی اولمپک میں شامل ہونے کا حق حاصل کر لیا۔ مقابلوں کے دوسرے دور میں ایران کی نشانہ باز خواتین نے خواتین کی پستول بازی میں حصہ لیا اور خانم منیزہ کاظمی نے ۵۵۹ پوائنٹ حاصل کر کے سڈنی مقابلوں میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔ اس شعبہ میں ملائیشیا، کازکستان، چین، شام، تھائی لینڈ، کرغستان، ھانگ کانگ، انڈونیشیا، کوریا، منگولیا، اور ایران سے مجموعی طور پر ۳۴ نشانہ باز خواتین نے شرکت کی تھی۔

آخر میں ہم خواتین سے متعلق ماہرین کی ان کتابوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں ثقافتی موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ یہ خواتین کی شناسائی سے متعلق وہ کتابیں ہیں جو امام خمینیؒ کے نقطہ نظر سے اہم ہیں اور مناسب ہوگا کہ ہر کتاب سے پہلے ان کا مطالعہ کیا جائے۔

* -ایران کی ثقافت میں عورت کا چہرہ / ستاری، جلال۔
* -خاتون ہونے کا فن / پریور، علی۔
* -آغاز سے مشروطہ تک ایران اور فارسی گو خواتین مشاہیر / رجبی، محمد حسن۔
* -عورت ملتوں، ادیان اور اکابر عالم کی نظر میں / افتخاری، احمد علی۔
* -عورت کے بارے میں ہزار نکتے / حسام پور، تیمور۔

Marfat.com

* -دورِ مشروطہ کی شاعری میں خاتون مفکرین / کراچی، روح انگیز۔
* -ایرانی خواتین اور ان کی زندگی کے راہ و رسم / رائیس، کلارا کالیور (ھو مونڈ)۔
* -ایرانی عورت کا مقام / نوروز، علی۔
* -دوسری جنس / دو بووار، سیمون۔
* -شاہنامہ پہلوانی میں عورتوں سے متعلق گفتگوئے سزاوار / کیا، نجمہ۔
* -شاہنامہ کی خواتین / ابصاری، طلعت۔
* -ایک ہزار سال قبل سے آج تک کی سخن ور خواتین جنہوں نے فارسی میں جوہر سخن دکھائے / مشیر سلیمی، علی اکبر۔
* -قدس ایران: ایران کی اکابر خواتین کا تعارف / احمدی، سیمین۔
* -عورت ایک قدر / ویلیاسون، ماریان۔
* -ٹیلی ویژن کے کمرشل پیغامات میں عورت و مرد کی تصویر / محسنی، نیک چہرہ۔
* -عورت خوش بختی کی تلاش میں / شہالی خراسانی، فرخندہ۔
* -عورت فارسی شعر میں (کل اور آج) / یزدانی، زینب۔

***

Marfat.com

نقد و تبصرہ کتب

Marfat.com

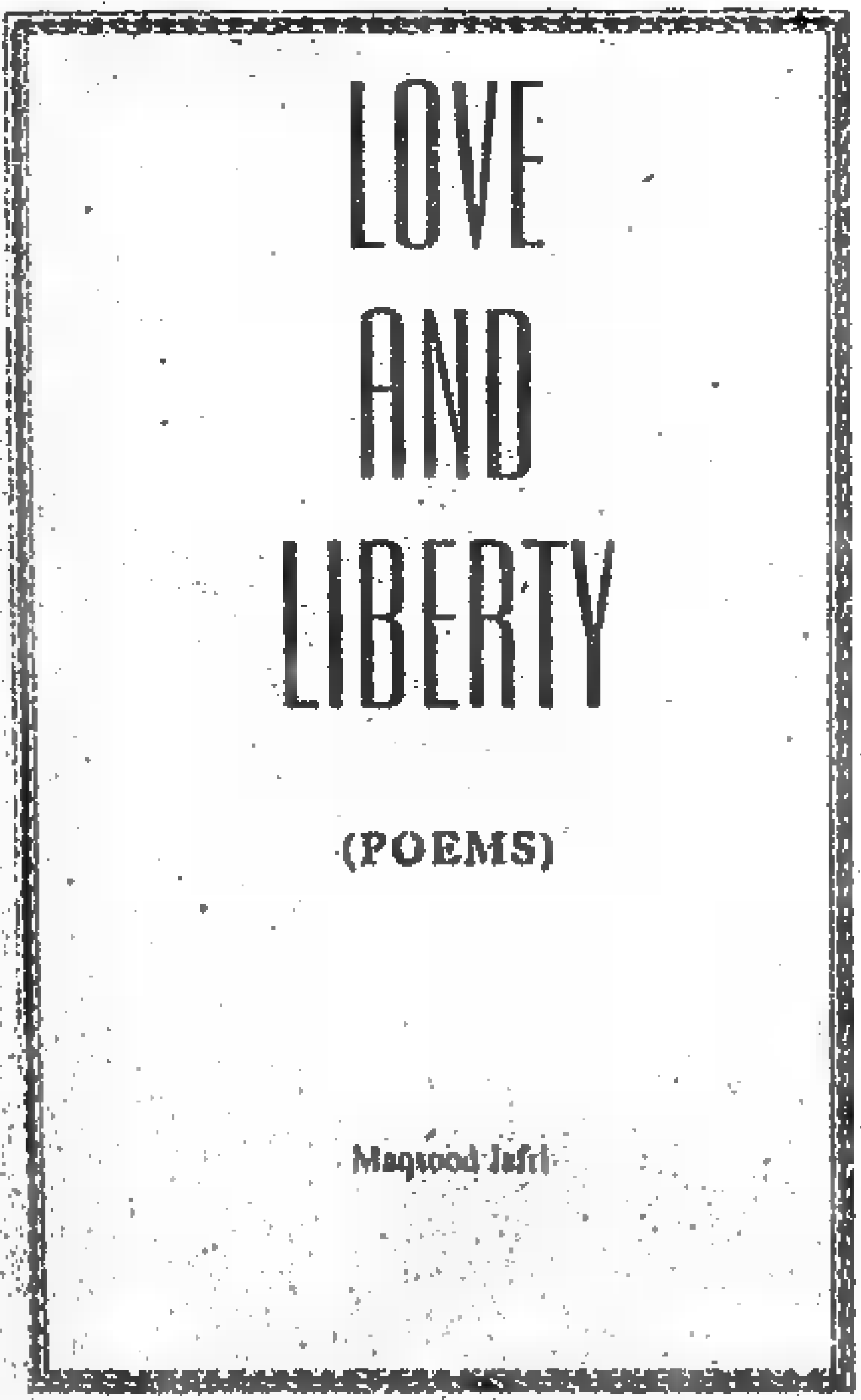
LOVE
AND
LIBERTY
(POEMS)
Maqsood Jafri

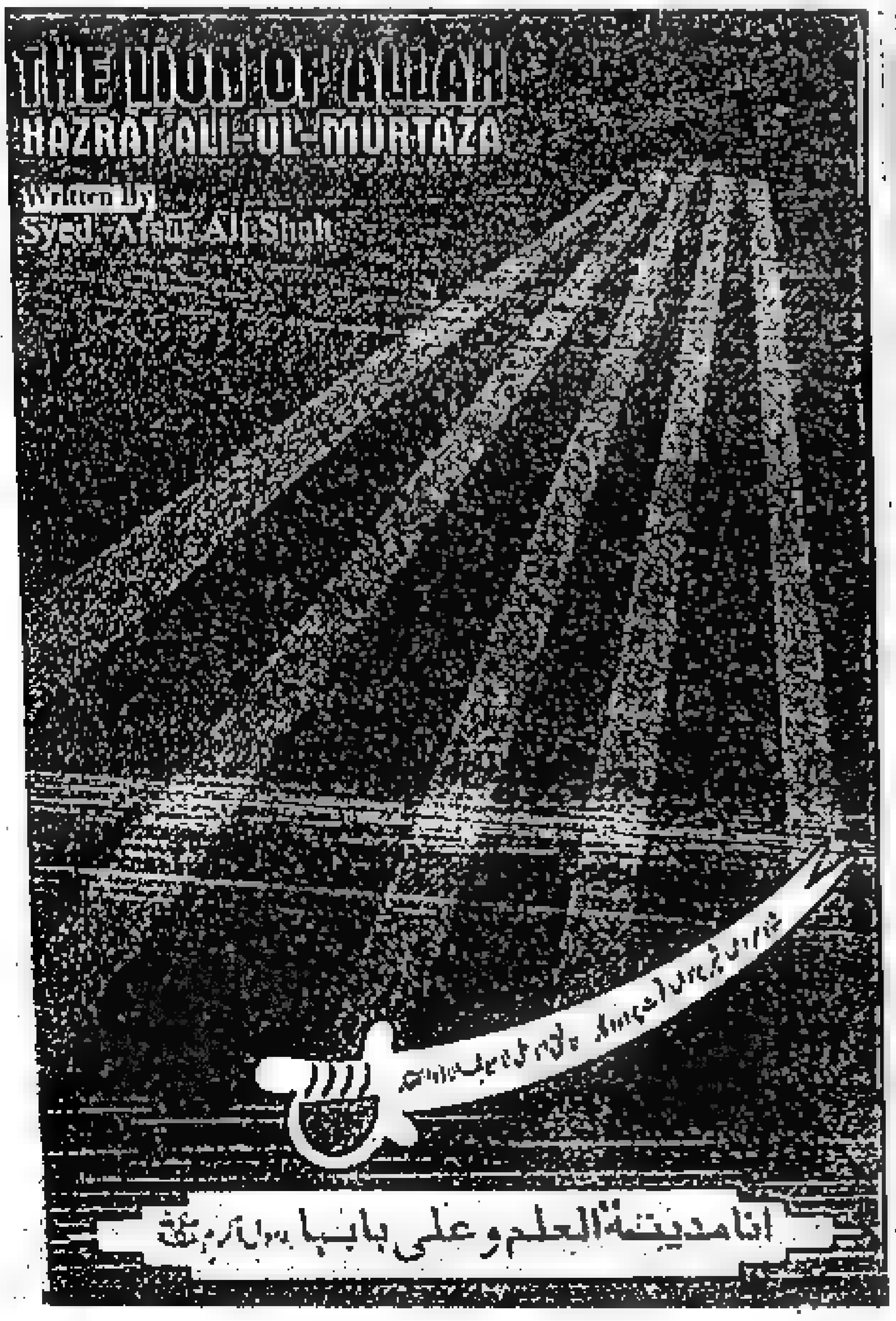
THE LION OF ALLAH
HAZRAT ALI-UL-MURTAZA
Written By
انا مدینة العلم و علی بابها

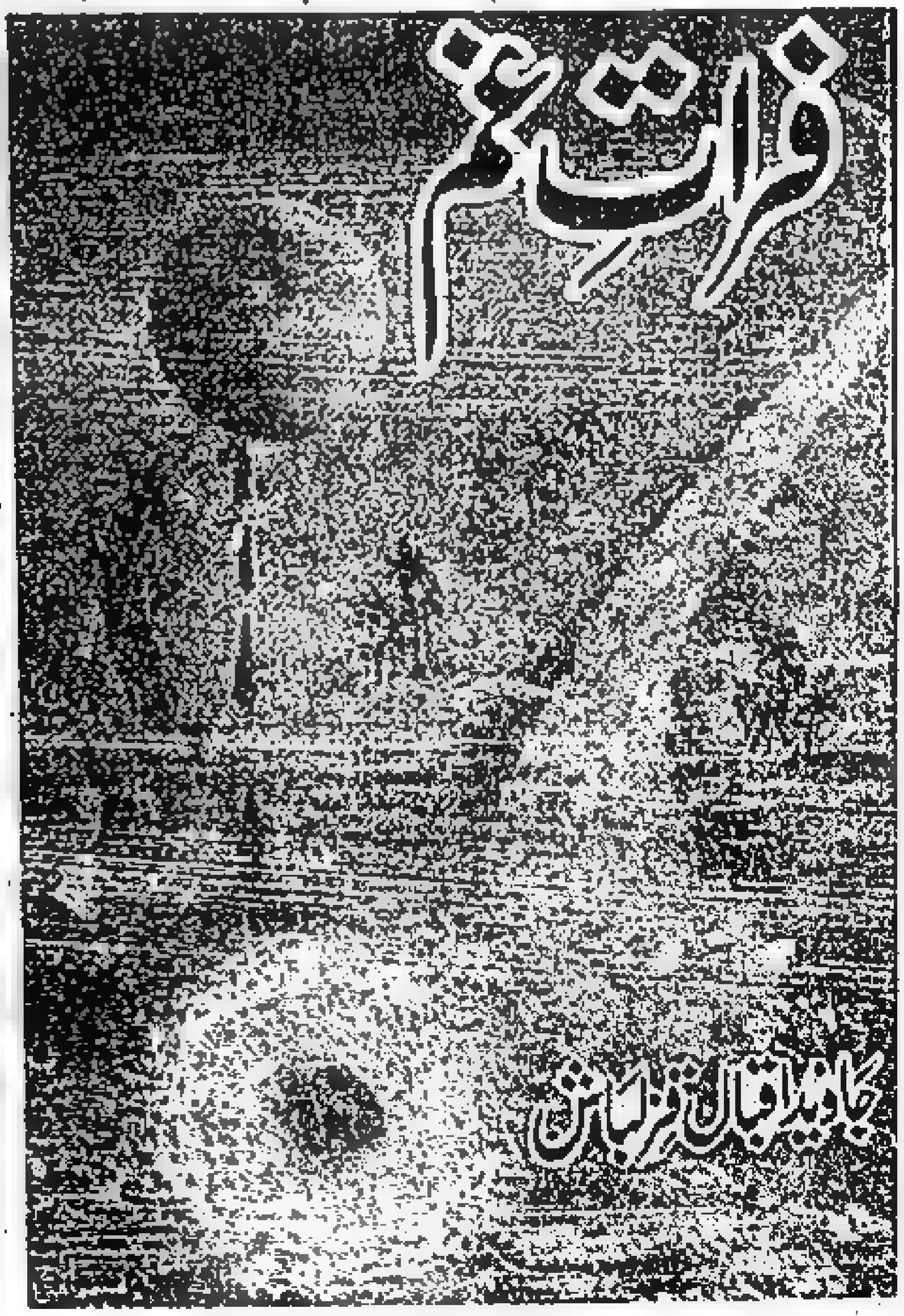
فراتِ غم
جاوید اقبال قزلباش

Marfat.com

نقد و تبصرہ کتب

☐ نام کتاب: Love and Liberty

شاعر: پروفیسر مقصود جعفری

قیمت: -/۱۵۰ روپے

پروفیسر مقصود جعفری کی انگریزی نظموں پر مشتمل کتاب جس کا عنوان Love and Liberty ہے، اسے سگما پریس اینڈ پبلیکیشنز، اردو بازار راولپنڈی نے شائع کیا ہے۔ خوبصورت نظموں سے معمور اس کتاب کا پہلا پیش لفظ محترمہ آئرین فسک نے لنکاشائر انگلینڈ سے لکھا ہے۔ اس کے علاوہ محترمہ عندلیب زہرا، شاہد حسین، فرخ خان، محترمہ عالیہ ملک اور محترمہ فرزانہ راجہ اور جناب پروفیسر جمیل آذر اور محترمہ شازیہ ملک کے علاوہ جناب کرنل غلام سرور اور رابعہ مشتاق نے اس کتاب پر دیباچے اور حرف آغاز لکھے ہیں۔ ان ادیبوں، شاعروں اور لکھاریوں نے شاعر مذکور کو انسانیت کے حقوق کا نگہبان، امن کا شاعر، انقلاب اور تغیر و تبدل کا علمبردار اور ان کے کلام کو نغمات انسانی اور دانش کے موتی قرار دیا۔ جبکہ کرنل غلام سرور نے انہیں دردمند روح کی پکار قرار دیا۔ اس کتاب میں مجموعی طور پر ۷۰ نظمیں ہیں۔ جو سلاست وروانی اور انگریزی زبان پر مکمل دسترس کا شاہکار نیز انسان دوستی محبتوں اور علم و دانش کے پیغامات کے مرقع ہیں۔

☐ نام کتاب: فراتِ غم

شاعر: جاوید اقبال قزلباش

قیمت: -/۴۵ روپے

یہ کتاب شاعر آلِ عبا جاوید اقبال قزلباش کے کلام کا مجموعہ ہے۔ اس کے چار حصے ہیں

Marfat.com

"فراتِ غم" میں نوحے' سلام' قطعات اور منقبتیں جبکہ "موجۂ اضطراب" میں معارفِ اسلامی اور فکری نظمیں ہیں۔ "سرِ ساحل" میں مقابر' مراجع اور ملّی مسائل جبکہ "گرداب" میں استعمار شکن منظومات ہیں یہ روایتی انداز سے ہٹ کر اپنے نوع کی منفرد بیاض ہے جو مکمل طور پر شخصیت ساز اور تعمیری جذبوں کی عکاس ہے۔

اُمید ہے کہ یہ کتاب خصوصی طور پر نوجوانوں اور خواتین کی تربیت کے لئے مفید سرمایہ ثابت ہو گی بُرّاق کارڈ اور سفید کاغذ اور عمدہ طباعت کے ساتھ اسے عمار پبلیکیشنز نے شائع کیا اس کی اصل قیمت -/۶۵ روپے ہے جبکہ ملی جذبے کے تحت تخفیف شدہ عوامی قیمت صرف -/۴۵ روپے رکھی گئی ہے تاکہ یہ خاص و عام کی دسترس میں آسکے۔

☐ نام کتاب : ALI: THE LION OF ALLAH

مصنّف : سیّد افسر علی شاہ

قیمت : -/۳۵۰ روپے

یہ انگریزی زبان میں سیّد افسر شاہ صاحب کی ایک اعلیٰ اور عمدہ تصنیف ہے۔ اس کتاب میں تاریخِ اسلام کے ابتدائی ادوار کا محققانہ تجزیہ کیا گیا ہے اور نہج البلاغہ سے اقتباسات کی روشنی میں حضرت علی علیہ السلام کی عظیم ولازوال علمی اور دینی خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مواد، زبان اور بیان کے اعتبار سے ایک قابلِ تعریف تصنیف ہے جو انگریزی دان طبقہ کے لئے ایک انمول علمی اور تحقیقی سرمایہ ہے۔ کتاب میں کئی دانشوروں کی آراء درج ہیں۔ پروفیسر مقصود جعفری نے رائے میں لکھا ہے کہ یہ کتاب افکار و کردارِ علی پر ایک مستند تحریر ہے۔ یہ کتاب مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نے شائع کی ہے اور وہیں سے دستیاب ہے۔

Marfat.com

کلچرل قونصلیٹ اسلامی
جمہوریہ ایران

Marfat.com

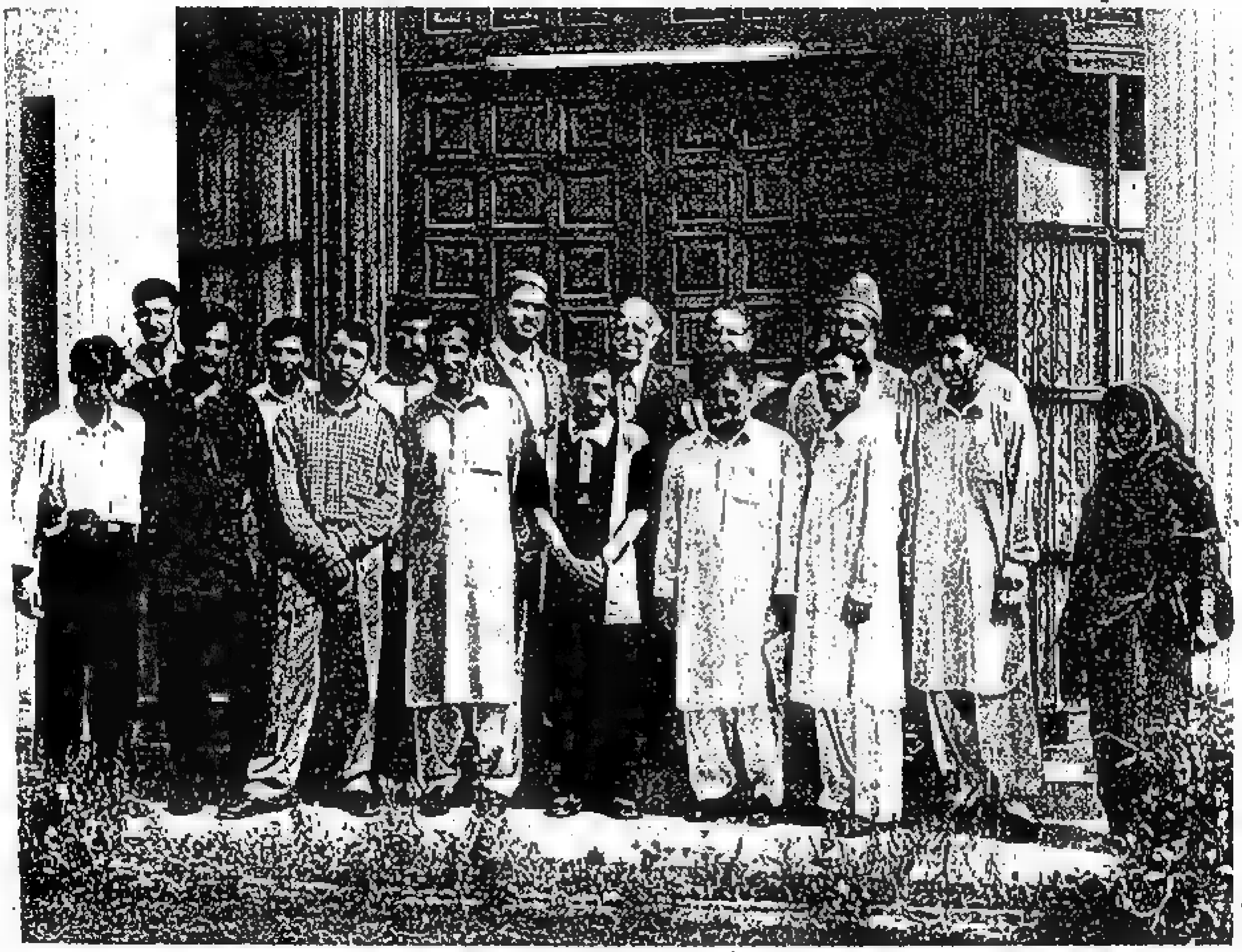

Marfat.com

ادارہ

ثقافتی خبریں

پاکستان میں ایران کے کلچرل قونصلر جناب ڈاکٹر رضا مصطفوی سبزواری نے پچھلے تین ماہ کے دوران پاکستان کے مختلف شہروں میں منعقدہ تعلیمی، ثقافتی اور ادبی تقریبات میں شرکت کے علاوہ مختلف ثقافتی اور تعلیمی و تاریخی مراکز کا بھی دورہ کیا جس میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، جنڈیر لائبریری، خانہ فرہنگ ج۔ا۔ ایران، ملتان، اور نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد قابل ذکر ہیں۔

دورۂ اسلامیہ یونیورسٹی۔۔۔ بہاولپور

ڈاکٹر مصطفوی نے بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی میں دو روزہ بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں "سیرت نگاری سے متعلق پاکستان میں مخطوطات کی تحقیق" کے عنوان سے اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے اپنے تحقیقی مقالہ میں حاضرین کی توجہ اس نکتہ کی طرف مبذول کرائی کہ سیرت نبی اکرمؐ کے موضوع پر ایسے فارسی نسخوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کا موضوع سیرت مبارکہ ہے لیکن وہ سیرت نبی اکرمؐ کے نام سے معروف نہیں ہیں۔ علاوہ ازاین پاکستان میں سو سے زیادہ ایسے فارسی خطی نسخوں تک انہوں نے رسائی حاصل کی ہے جو ابھی تک غیر معروف ہیں۔ انہوں نے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر اور اساتذہ سے ملاقات اور علمی اور ثقافتی موضوعات پر تبادلۂ خیال کیا، نیز شہر کے مرکزی کتب خانے کا دورہ کیا، جس میں ۷ ہزار قلمی نسخے ہیں، جن میں سے بیشتر فارسی میں ہیں۔

فلمی میلہ پریس کانفرنس

انقلاب اسلامی ایران کی اکیسویں سالگرہ اور حضرت امام خمینیؒ کی صد سالہ یوم پیدائش کی

Marfat.com

ثقافتی قونصلر اسلامی جمہوریہ ایران جناب رضا مصطفوی ایرانی فلمی میلے کے موقع پر پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں دائیں طرف معاون ثقافتی قونصلر جناب مہدی قلی رکنی اور بائیں طرف جاوید قزلباش۔

مناسبت سے فلمی میلہ کے موقع پر جناب ڈاکٹر رضا مصطفوی سبزواری نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "ثقافتی علوم و فنون میں سینما ایک صنعت ہے جو افکار و نظریات کے ابلاغ اور اخلاقی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ انقلاب اسلامی ایران سے قبل ہمارا سینما اپنی ذمہ داریاں فراموش کر چکا تھا۔ ہم نے اس کی نشاۃ ثانیہ کیلئے دن رات محنت کی اور اس کے تعلیمی کردار کو ایک مرتبہ پھر اجاگر کیا۔"

کل پاکستان تقریری و شعری مقابلہ:

بروز منگل مورخہ ۲۹ فروری ۲۰۰۰ کو پاکستان کی وفاقی وزیر تعلیم محترمہ زبیدہ جلال کی زیر صدارت نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد کے شعبہ فارسی کے زیر اہتمام فارسی

ایرانی کلچرل قونصلر جناب ڈاکٹر رضا مصطفوی، وزیر تعلیم حکومت پاکستان محترمہ زبیدہ جلال، ڈائریکٹر نمل بریگیڈیر عزیز احمد خان اور فارسی تقریری مقابلے میں مخاطب طلباء۔

Marfat.com

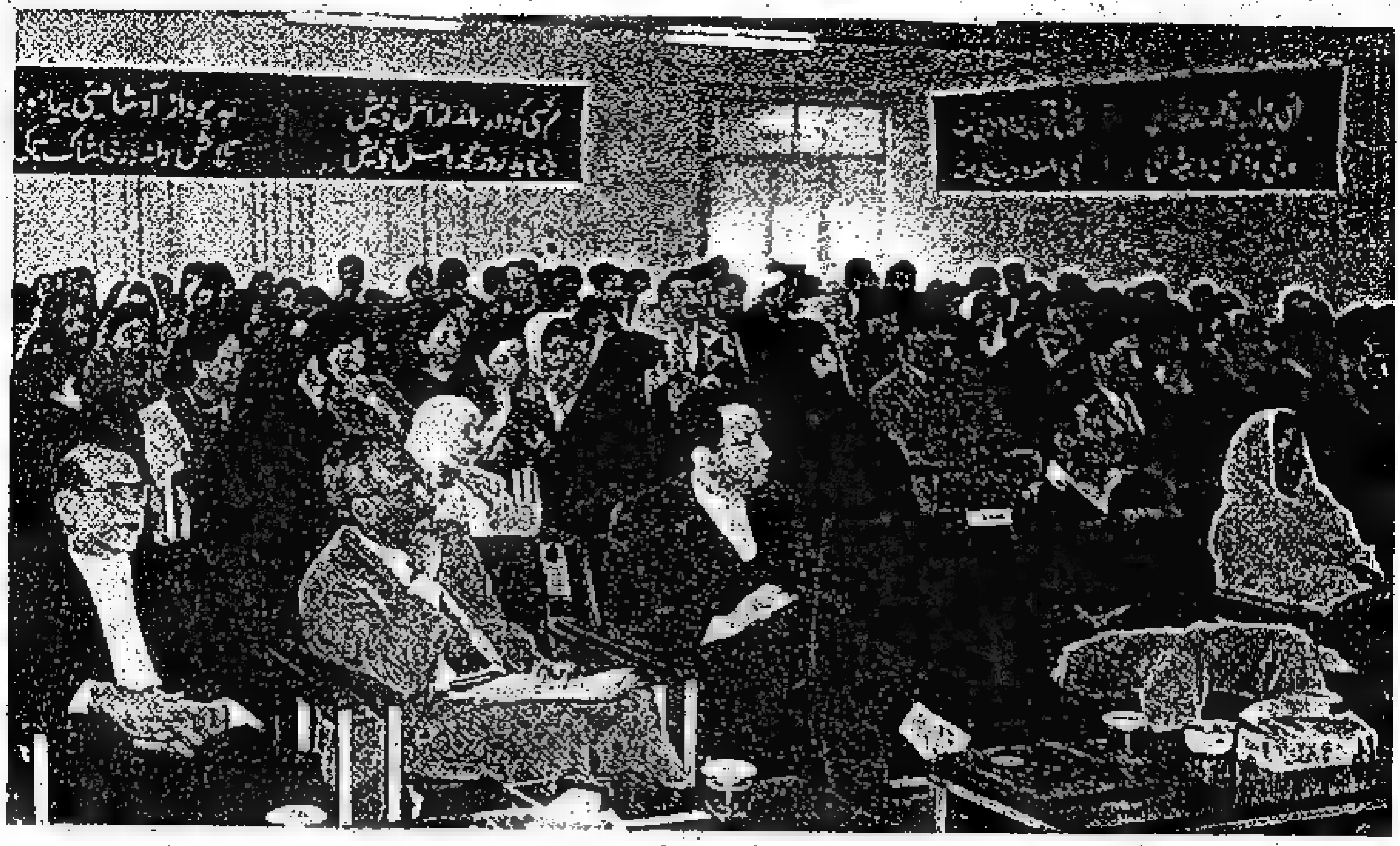

فارسی زبان کے تقریری مقابلوں میں سامعین۔

زبان وادب کے پوسٹ گریجویٹ طلباو طالبات کے درمیان ایک کل پاکستان تقریری اور شعری مقابلہ منعقد ہوا جس میں کراچی، لاہور، بہاولپور، کوئٹہ، پشاور، راولپنڈی اور اسلام آباد کے مختلف تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم ایم اے فارسی کے طلباء طالبات نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں فارسی ادب سے دلچسپی رکھنے والی بہت سی ملکی اور غیر ملکی شخصیات اور اساتذہ بھی اس تقریب میں مدعو تھیں۔ ایرانی سفارت خانے کے نائب سفیر جناب کلانتری مہمان خصوصی شریک تھے۔ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر مہدی توسلی اور جناب مہدی قلی رکنی، ڈائریکٹر "نمل" جناب عزیز احمد خان صاحب، نے مقابلے میں شریک تمام شخصیات کو خوش آمدید کہتے ہوئے فارسی زبان کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ محترمہ زبیدہ جلال نے اپنے خطبہ صدارت میں کہا کہ "فارسی زبان جو ہمارے برادر اور اسلامی ہمسایہ ملک کی زبان ہے ہمارے خطے کی سرکاری زبان تھی اور یہاں کے لوگ آج بھی اس زبان کی گرانقدر تاریخی، ادبی اور ثقافتی میراث سے استفادہ کر رہے ہیں"۔

جناب ڈاکٹر محمد بشیر انور، جناب ڈاکٹر سلیم اختر صاحب، اور محترمہ ڈاکٹر فرحت ناز صاحبہ نے مقابلے کے لئے منصفین کے فرائض انجام دیئے۔

تقریری مقابلے میں نمل کی طالبہ مریم زہرا اول، گلفام علی ناصر، دوم، اور کراچی یونیورسٹی کے محمد نذیر سوم قرار پائے جبکہ مقابلہ شعر خوانی میں نمل ہی کی مریم زہرا اول، عباس دوم

Marfat.com

،اور کراچی یونیورسٹی کے نذیر احمد سوم قرار دیے گئے۔

پروگرام کے اختتام پر مقابلے میں کامیاب ہونے والے طلباء وطالبات کے درمیان انعامات تقسیم کیے گئے۔

فارسی زبان کے طلباء اور اساتذہ کلچرل قونصلیٹ میں :

پچھلے ماہ لاہور سے آئے ہوئے فارسی زبان وادبیات کے اساتذہ اور سٹوڈنٹس نے ایرانی کلچرل قونصلیٹ میں جناب ڈاکٹر رضا مصطفوی سبزواری سے ملاقات کی جس میں پاکستان میں فارسی زبان کی ترویج وترقی اور طلبا کو درپیش مسائل ومشکلات پر غور کیا گیا، ایرانی کلچرل قونصلر جو خود بھی فارسی زبان وادبیات کے معروف استاد اور محقق ہیں انھوں نے اساتذہ اور طلبا کے مسائل سننے کے بعد ان مشکلات کے حل کیلئے اقدامات کرنے کی یقین دھانی کی۔ ملاقات کے اختتام پر رایزنی کی طرف سے تمام مہمانوں کے اعزاز میں ظہرانہ دیا گیا۔

کلچرل قونصلر جناب ڈاکٹر رضا مصطفوی فارسی اساتذہ اور طلباء سے خطاب کر رہے ہیں۔ ان کے ہمراہ مقصود جعفری، ڈاکٹر سراج الدین، ڈاکٹر مہر نور محمد اور ڈاکٹر سرفراز ظفر ہیں، سامنے طلباء بیٹھے ہیں۔

گذشتہ ماہ پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں سے فارسی زبان کے اساتذہ نے ایرانی کلچرل قونصلیٹ میں جناب ڈاکٹر رضا مصطفوی سے ملاقات کی جس میں پاکستان میں فارسی زبان کی درسی کتب، اور درسی مواد سے متعلق بات چیت ہوئی علاوہ ازین فارسی زبان کے تدریسی شعبوں کو درپیش مسائل و

Marfat.com

مشکلات سے بھی کلچرل قونصلر کو آگاہ کیا گیا۔ ڈاکٹر رضا مصطفوی نے ملاقات میں شریک تمام اساتذہ کو یقین دلایا کہ وہ فارسی زبان وادبیات کی درسی کتب اور دیگر مسائل کے حل کیلئے جلد از جلد ممکنہ اقدامات کریں گے۔ آخر میں ایرانی کلچرل قونصلر کی طرف سے مہمانوں کو ظہرانہ دیا گیا۔

۵۰۰ سالہ بیرم خان تحقیقی سیمینار

مؤرخہ ۲۷ مارچ ۲۰۰۰ء بروز سوموار ای سی او کلچرل ایسوسی ایشن اسلام آباد کے زیرِ اہتمام ترکمانستان کی ممتاز شخصیت بیرم خان کی ۵۰۰ سالہ تقریبات کے موقع پر اسلام آباد میں عالمی سیمینار منعقد ہوا۔ سیمینار میں ایران، ترکمانستان، ازبکستان، تاجکستان، قازقستان، افغانستان، ترکی اور پاکستان کے ۳۰ محققین اور دانشوروں کے علاوہ زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق اہم شخصیات نے شرکت کی۔ اس سیمینار میں جس کی صدارت پاکستان کے وفاقی وزیر برائے اقلیتی امور، کلچر اور سیاحت جناب ڈیرک سپرین کر رہے تھے، چھ ایرانی، ایک ترک، ا ا ترکمانی، ایک روسی، ۸ انگریزی زبان کے محققین نے اپنی اپنی زبان میں مقالے پیش کر کے بیرم خان کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اس سیمینار میں ایرانی کلچرل قونصلیٹ اور مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد کی نمائندگی ڈاکٹر محمد مہدی توسلی نے کی اور مقالہ پڑھا۔

کلچرل قونصلر اسلامی جمہوریہ ایران کی سفیر ترکمانستان سے ملاقات

ایرانی کلچرل قونصلر جناب ڈاکٹر رضا مصطفوی نے مرکز تحقیقات فارسی ایران کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر مہدی توسلی کے ہمراہ فوق الذکر سیمینار میں بیان شدہ مطالب کے بارے میں پاکستان میں ترکمانستان کے سفیر جناب سپر بردی نیازوف (MR. SAPAR BERDINIYAZOV) سے ملاقات کی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایرانی کلچرل قونصلیٹ اسلام آباد خانِ خانان بیرم خان کے فارسی دیوان کی تنقیدی تصحیح اور معتبر خطی نسخوں سے موازنہ کر کے اسے شائع کرے گا۔

اس ملاقات میں ترکمانستان میں نوروز کی تقریبات منانے سے متعلق بھی گفتگو ہوئی اور یہ طے پایا کہ ای. سی. او کلچرل ایسوسی ایشن اور ایران کلچرل قونصلیٹ اسلام آباد کے باہمی تعاون سے "نوروز در منطقہ" (علاقہ میں نوروز) کے عنوان سے ایک سیمینار منعقد کیا جائے۔

***

Marfat.com

امام خمینیؒ کی گیارھویں برسی کی مناسبت سے "محفل مشاعرہ"

ایران کے عظیم اسلامی انقلاب کے بانی اور روحانی رہنما حضرت امام خمینیؒ کی گیارھویں برسی کے موقع پر ایرانی ثقافتی قونصلیٹ کے زیر اہتمام ہالیڈے ان، اسلام آباد میں ایک پر شکوہ

امام خمینیؒ کی گیارھویں برسی کی مناسبت سے مشاعرہ، اسٹیج پر شعراء، دائیں پر کلچرل قونصلر ج۔ا۔ایران ڈاکٹر رضا مصطفوی۔

امام خمینیؒ کی برسی کی مناسبت سے منعقدہ مشاعرے میں شرکاء، پہلی صف میں کلچرل قونصلر جناب ڈاکٹر مصطفوی، نائب سفیر ج۔ا۔ایران جناب جلال کلانتری اور جناب علامہ عقیل ترابی۔

Marfat.com

مشاعرہ منعقد ہوا، جس کا آغاز تلاوت کلام اللہ مجید سے ہوا۔ پاکستان میں ایران کے ثقافتی قونصلر جناب ڈاکٹر رضا مصطفوی سبزواری نے حاضرینِ محفل کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں امام خمینیؒ کی برسی کے سلسلے میں تعزیت پیش کی۔ انہوں نے حاضرین کو حضرت امام خمینیؒ کی ایک عرفانی غزل سناتے ہوئے اس کی تشریح کی۔ اس مشاعرہ میں پاکستان اور ایران کے تقریباً سولہ نامور شعراء نے حضرت امام خمینیؒ اور انقلاب اسلامی کے حوالے سے اپنا کلام سنایا۔

محفل مشاعرہ کے اختتام پر اسلامی جمہوریہ ایران کے نائب سفیر جناب جلال کلانتری، اکادمی ادبیات کے ڈائریکٹر جنرل جناب ڈاکٹر خالد اقبال یاسر، اور علامہ عقیل ترابی نے اپنی تقاریر میں حضرت امام خمینیؒ کو خراج تحسین پیش کیا۔ آخر میں حاضرین کی تواضع کی گئی۔

Marfat.com

پیغامِ آشنا کے نام

پیغامِ آشنا کا دوسرا شمارہ آپ کے ہاتھوں تک پہنچ چکا ہے۔ پہلے شمارے کے بارے میں ہمیں پاکستان بھر سے اہلِ علم وادب وارباب دانش نے بے شمار ستائشی خطوط ارسال کیے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ مجلّہ پاکستان بھر میں سراہا گیا اور ہم ارباب علم وادب اور ان تمام شخصیات کا جنھوں نے اظہار نظر کے لئے نامے ارسال کئے' شکریہ ادا کرتے ہیں اور امیدوار ہیں کہ وہ ادب و تحقیق کی سرسبز وادیوں کے اس سفر میں ہمارے ساتھ رہیں گے۔ یہ مجلّہ یقیناً آپ کی دلچسپیوں اور محبتوں سے ہی اس سفر کو جاری رکھ سکتا ہے۔ ذیل میں ہم مذکورہ خطوط میں سے بعض کے اقتباسات پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کے محبتوں بھرے اظہارات ہمیشہ کے لئے صفحۂ قرطاس پر ثبت ہو جائیں۔ (ادارہ)

جناب طاہر نظامی... معتمد انجمن اردو فارسی پسرور (سیالکوٹ)

پیغامِ آشنا نہایت ہی پر خلوص اور اعلیٰ ترین مقاصد کے تحت جاری کیا گیا ہے۔ ایران و پاکستان کی تہذیبی اور دینی میراث مشترک ہے اس لحاظ سے یہ مجلّہ یقیناً دونوں برادر ممالک کے قدیم علمی' ادبی' لسانی اور ثقافتی رشتوں کو مستحکم اور معتبر بنانے اور باہمی محبت کی حقیقی فضا قائم کرنے کی راہ میں ان شاء اللہ ایک سنگِ میل ثابت ہو گا۔

***

محمد باقر علی خان جسکانی... صدر پاکستان رائیٹرز کلب، راجن پور

پہلی نظر میں ہی رسالے نے اچھا تاثر چھوڑا۔ مجلّہ اپنی طرز کا منفرد تجربہ ہے۔ اس سے دونوں برادر ممالک پاکستان اور ایران کے لسانی'

Marfat.com

ثقافتی اور علمی روابط مضبوط ہونے کی قوی امید ہے نیز یہ کہ جلد ہی پیغامِ آشنا پاکستان کے علمی اور ادبی حلقوں میں اپنے لئے بہت بلند مقام بنا لے گا۔

دوسرے یہ کہ پیغامِ آشنا کے ذریعے ایران کے اسلامی انقلاب کے پوشیدہ گوشوں کو بے نقاب کیا جا سکتا ہے اسی طرح ایران میں تخلیق ہونے والے ادب کو بھی یہاں بہتر انداز میں متعارف کرایا جا سکتا ہے۔

***

محمد منشا تابش قصوری۔۔۔ مدرّس جامعہ نظامیہ رضویہ-لاہور

حضرت امام خمینیؒ ملتِ اسلامیہ کے لئے عموماً اور باشندگان ایران کے لئے خصوصاً اس دور کی سیاسی، مذہبی، روحانی شخصیت تھے۔ اکابر اسلام کا تعارف بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ قوم جو اپنے اکابر کو بھول جاتی ہے اس کا نہ حال ہوتا ہے نہ مستقبل۔ ممالک اسلامیہ اسلاف کی راہ چھوڑ کر اغیار کے بندۂ بے دام بن چکے ہیں مگر ایسے میں ایران ایک آئیڈیل ہے۔ امام خمینیؒ کے صد سالہ جشنِ ولادت پر رسائل و جرائد کا اجرا ان کی شخصیت کے لئے بہترین خراج عقیدت ہے۔ جس کے لئے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

***

جناب سجاد مرزا۔۔۔ گوبند گڑھ-گوجرانوالہ

ایران اور پاکستان کے برادر ممالک کے دینی، فکری، ثقافتی اور ادبی روابط کے فروغ کے لئے "پیغامِ آشنا" جیسے اردو مجلّے کی اشد ضرورت تھی جس سے آپ کما حقہٗ عہدہ برا ہوئے۔ زیر نظر شمارے کے مندرجات قابل مطالعہ ہی نہیں قابل غور و فکر بھی ہیں۔

***

فرمان علی حسین۔۔۔ سکردو

ایران اور پاکستان کے ثقافتی روابط کی شناخت سے متعلق مطالعات اور تحقیقات پر مشتمل سہ ماہی ارسال کرنے کے لئے تہہ دل سے مشکور ہوں امید ہے انشاءاللہ جلد ہی یہ مجلّہ اسلام کا ایک عظیم نقیب ثابت ہوگا۔

***

محمد سلیم۔۔۔ بوچھال کلاں ضلع جہلم

نیا مجلّہ آپ کی علم دوستی اور نیک جذبات کا ترجمان ہے خدا کرے یہ آپ کے زیر سایہ نشو و نما پائے اور برگ و بار لائے۔

***

پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر۔۔۔ کوئٹہ

پیغامِ آشنا ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ مجلّہ صوری و معنوی اعتبار سے دیدہ زیب ہے۔ دل کی

Marfat.com

گھڑیوں سے مبارک باد قبول فرمائیں۔

***

جناب محمد صادق... ناظم اعلیٰ مرکزی مجلس امیر ملت۔ قصور

پیغامِ آشنا کا شمارہ نمبر 1' باصرہ نواز ہوا۔ شکر گزار ہوں۔ مجلہ ظاہری و باطنی محاسن سے آراستہ و پیراستہ ہے مضامین ندرت و تنوع کے اعتبار سے خاصے کی چیز ہیں۔ خدا کرے نقش ثانی نقش اول سے خوب تر ہو۔

***

افتخار احمد حافظ... راولپنڈی

اگر اس مجلے میں ایران کے سفرنامے شائع کرنا شروع کر دیں تو رسالہ مزید جاذب ہو جائے گا کیونکہ آجکل لوگ تحقیق اور سخت مضامین کے ساتھ سفرناموں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔

***

سید انیس شاہ جیلانی.... صادق آباد

پیغامِ آشنا شمارہ اوّل کے لئے سراپا سپاس ہوں، شکر گزار ہوں کہ معزز فرمایا گیا۔ یہ تار اب بندھ گئی تو ٹوٹنے نہ پائے۔ زیادہ آداب!

***

جناب محمد حسین گوھر، پرائیویٹ سیکرٹری برائے وفاقی وزیر اسٹیبلشمنٹ گورنمنٹ آف پاکستان۔

آپ کی طرف سے ارسال کردہ کتاب "پیغامِ آشنا" وفاقی وزیر جناب محمود علی صاحب کو مل گئی ہے۔ جس کے لئے انہوں نے آپ کا شکریہ ادا کیا ہے۔ آپ نے ان کا انٹرویو چھاپا ہے وہ بہت اچھے انداز میں ہے۔ یہ کتاب اردو /انگلش نگارشات کا ایک اچھا مجموعہ ہے۔

***

Marfat.com

حصہ فارسی

Marfat.com

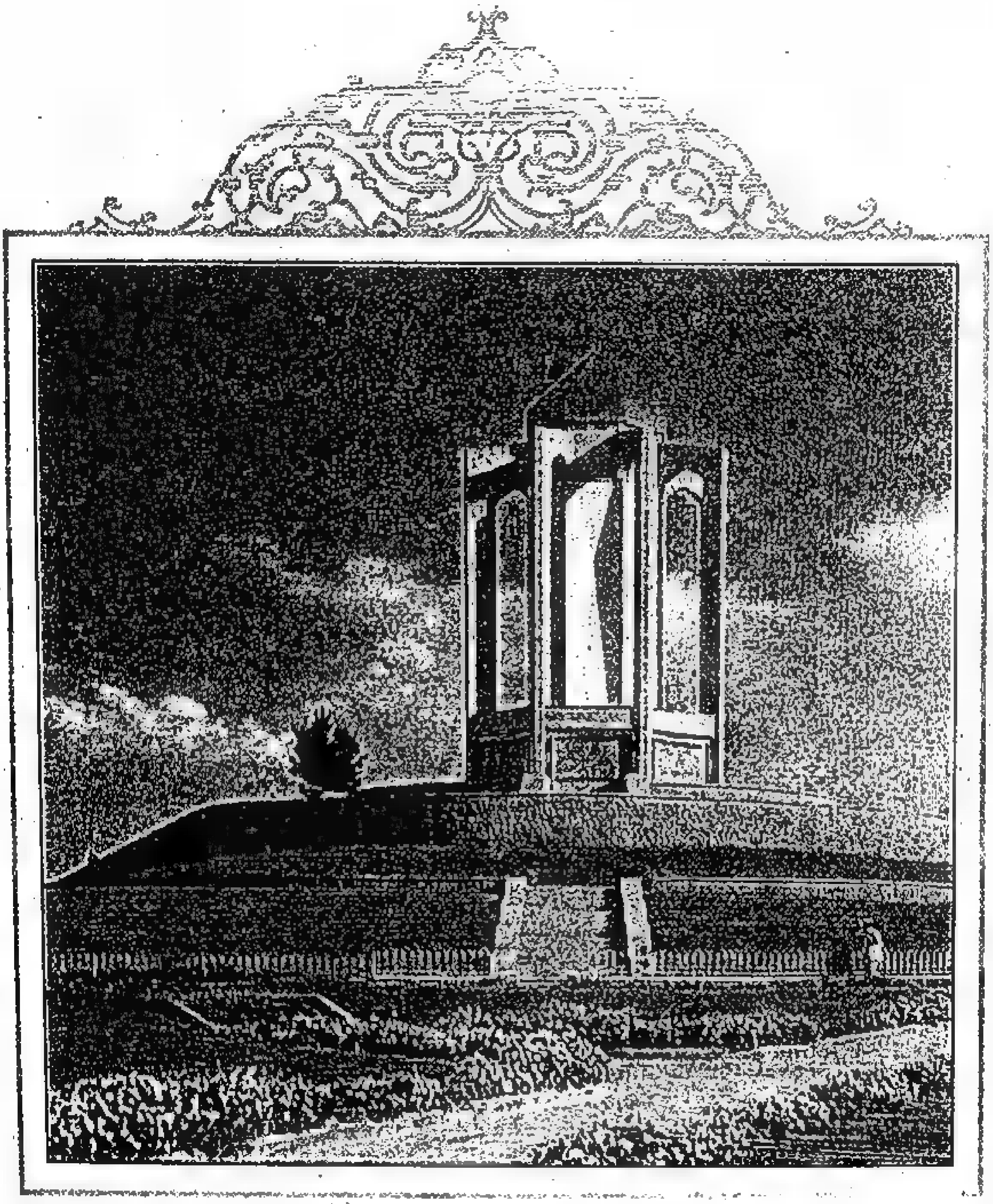

آرامگاه باباطاهرعریان – همدان

Marfat.com

سخن مدیر:

به نام آنکه هستی نام ازویافت

رایزنی فرهنگی جمهوری اسلامی شادمان است که دومین شمارهٔ فصلنامهٔ پیغام آشنا بنابر قولی که در آغاز کار داده بود، درست بموقع و در پایان فصل بهار منتشر می گردد. در فاصلهٔ میان انتشار شمارهٔ اول و دوم مجله نامه‌های زیادی از اهل فضل و فضیلت کشور عزیز پاکستان به دفتر مجله رسید که همهٔ آنها مشوق ما برای انتشار مجله بود و ما را در هدفی که از انتشار مجله داشتیم ستوده بودند و هم تقاضای دریافت آن راکرده بودند. گروهی نیز که شمارهٔ نخستین مجله را در کتابخانه هایی دیده بودند، تقاضای اشتراک آن را داشتند که به دلیل کمی تیراژ مجله در شمارهٔ نخستین، چنین امکانی نبود اما ما را مصمم گردانید تا تیراژ مجله را تا دو برابر افزایش دهیم تا بتوانیم پاسخگوی تقاضای آنان باشیم که از مهر ورزیها و ابراز محبتهای یکایک آنان سپاسگزاریم.

هدف از انتشار این مجله همچنانکه در شمارهٔ نخستین آنهم که به مناسبت صدمین سال تولد حضرت امام خمینی (ره) به صورت ویژه نامهٔ صدمین سال ولادت انتشار یافت یادآور شدیم، تحکیم پیوندهای فرهنگی و مشترکات دینی و ملّی و نژادی دو ملت ایران و پاکستان و استوارتر گردانیدن دوستیهای میان دو کشور ایران و پاکستان بوده است ؛ دو کشوری که بی شک شاید کمتر ملتهایی در جهان بتوان جُست که تا بدین اندازه به یکدیگر نزدیک باشند و فرهنگی تا بدین پایه مشترک داشته باشند.

دفتر مجله از دانشمندان فرهنگ شناس شبه قارهٔ پاک و هند درخواست می کند تا با ارسال مقاله های محققانهٔ خود در زمینه فرهنگ و ادب و تمدن و دیگر مشترکات میان دو ملت ما را در این هدف مقدس یاری دهند و برای استحکام پیوندهای دوستی و نمودن جلوه های گوناگون آن بکوشند. رایزنی فرهنگی ج.ا.ا. به مناسبت همزمانی تاریخ انتشار مجله با روز چهاردهم خرداد ماه، موقعیت را مغتنم

Marfat.com

می شمارد تا یازدهمین سالروز ارتحال حضرت امام خمینی (ره) بنیادگذار جمهوری اسلامی ایران را به ملتهای مسلمان جهان تسلیت بگوید و به روح پرفتوح آن بزرگ مرد تاریخ اسلام درود فرستد و تحقق آرمانهای همیشه جاوید او را از درگاه پروردگار آرزو کند.

دفتر مجله پیغام آشنا در آغاز راهی پرفرازونشیب است و اعتراف می کند که با همهٔ تلاشی که برای رسیدن به هدف مقدس خود ورزیده، کاستیهائی نیز دارد و از این جهت دست پژوهشگران فرهنگ و معرفت و دوستداران دوستیها را بگرمی می‌فشارد و از آنان چشم می دارد تا ضمن ارسال مقاله های خود از فرستادن پیشنهادهای سازندهٔ خود دریغ نفرمایند.

کمال صدق محبّت ببین نه نقص گناه   که هرکه بی‌هنر افتد نظر به عیب کند

(حافظ / غزل ۱۸۳)

دکتر رضا مصطفوی

خردادماه ۷۹

پژوهشی در سیره نگاریهای فارسی در پاکستان

دکتر رضا مصطفوی سبزواری

تألیف کتابهایی تحت عنوان سیرة‌النبی(ص) و یا عنوانهایی مشابه آن از زمانی احساس و معمول گردید که یاران حضرت پیامبراکرم(ص) که درحقیقت گنجینهٔ اطلاعات و دانستنیهای گرانبهایی دربارهٔ او بودند، بنه‌تدریج رحلت می‌فرمودند. علاقه‌مندان ومشتاقان آن بزرگوار بویژه نومسلمانان غیر عرب که می‌خواستند از اسلام و زندگی حضرت رسول اکرم(ص) اطلاعات بیشتری بدست آورند، به آن دسته از یاران پیامبراکرم(ص) که زنده مانده‌بودند و نیز یاران و محشوران آنان و به اصطلاح "تابعین" رجوع می کردند و اینان برایشان حکم "مرجعیّت" پیدا کرده بودند و البته در این میان فرزندان اصحاب پیامبر(ص) و نزدیک‌ترین یاران و عزیزان

Marfat.com

آن بزرگوار بیشتر مورد مرجعیت قرار می‌گرفتند.

نسخه های خطی فارسی سیرةالنبی(ص) و البته گاه با اسمها و عنوانها و مفاهیمی مشابه و متعدّد آن در سراسر جهان بسیار فراوان است و می نمایاند که فارسی زبانان یا فارسی دانان مسلمان سراسر جهان در درازای تاریخ، کتابهای زیادی دربارهٔ زندگانی پیامبر بزرگ اسلام(ص) به رشتهٔ تحریر در آورده‌اند که نسخه‌های خطی آن هم اکنون زینت بخش گنجینه‌های نسخه‌های خطی جهان است.

از جملهٔ گنجینه‌های یاد شده، کتابخانه های شبه قارهٔ پاکستان و هنداست که مسلمانان پاک نهاد آنجا به تألیف آنها همّت گماشته‌اند و نسخه های خطی فراوان سیرةالنبی نیز هم اکنون زینت بخش گنجینه‌های عظیم آن دیاراست.

کتابخانه گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان در اسلام آباد مفتخر است که بسیاری از نسخه‌های خطی فارسی را در موضوع سیرةالنبی نگهداری می‌کند و این نسخه‌ها که بعضاً نیز منحصر به فرداست و هنوز به زیور چاپ آراسته نشده، همواره می تواند مورد مراجعهٔ سیره نگاران و اهل فضل و تحقیق قرار گیرد. باشد که انتشار آنها قدمی دیگر در زمینهٔ گسترش تعالیم محمدّی (ص) و آموزشهای عالی اسلامی باشد.

ادب فارسی در کلکته

پروفسور عبدالسبحان

نویسنده طی مقاله‌اش اشاره به اشتیاق فراوان اهل کلکته به زبان فارسی دارد و نقش آنان را در فروغ زبان فارسی توضیح می‌دهد. او می‌گوید : در زمان ورود انگلیسی‌ها به هند سلطنت مغولان در حال افول بود و نوابها ، راجه ها و انگلیسی‌های استعمارگر در سراسر هند سلطه داشتند ولی در عین حال فارسی زبان رسمی و مردمی بود و انگلیس ها مجبور بودند آنرا یاد بگیرند. در سال ۱۸۰۰ م دانشکدهٔ فورت ولیوم به همت لرد ولزلی به وجود آمد. همین دانشکده بود که دانشمندان و اساتید و مترجمین فارسی هند همچون میرامن، حفیظ الدین ، حیدر بخش حیدری راگردهم

Marfat.com

آورد و آنان توانستند کارهای برجستهٔ زبان فارسی چون کتاب چهار درویش، تاریخ جهان گشای نادری، طوطی نامه، عیار دانش و گلستان سعدی را از فارسی به اردو و سپس به انگلیسی ترجمه کنند. نیز اساتید انگلیسی از جمله فرانسیس گلادوین تامس روبک با همکاری همکاران هندی راهنمای فارسی (Persian Guide) و منشی فارسی و برهان قاطع (فرهنگ فارسی) را تدوین و تألیف کردند. بعدها انجمن آسیائی کلکته، که مرکز زبانهای مختلف شد، نیز بعنوان مرکز زبان و ادب فارسی دایر شد. این مؤسسه علمی توسط مستشرق معروف ویلیام جونز که نغمات حافظ را چاپ کرده بود، تأسیس شد. انجمن مذکور مجله‌ای بعنوان "ژورنال" نیز چاپ می‌کرد. نویسنده کتاب باتوجه به مسیر توسعهٔ فارسی در این شهر به عبدالغفور نسّاخ که بزرگترین استاد شعر اردو در بنگال توصیف می شود، اشاره کرده است. او نیز تعدادی کتاب و مجموعه از خود باقی گذاشت، که از جملهٔ آنها مرغوب دل، ترجمهٔ پندنامهٔ فریدالدین عطار و.... را می‌توان اسم برد.

نویسنده در ادامهٔ مقاله به عبیدالله سهروردی (۱۸۳۴ ـ ۱۸۸۵ م) ادیب و شاعر معروف و آثارش مانند دستور زبان فارسی در ۵ جلد اشاره کرده و گفته است که شاگرد او بنام عبدالرؤف وحید کتاب تاریخ کلکته را بصورت شعر فارسی در آورد. نیز در اواخر قرن نوزدهم محمد عبدالرحمن مجموعهٔ شعر و منظومه های فارسی شامل "ترانه سنجی عندلیب خامه در گلشن توصیف شهر کلکته" را بچاپ رساند. نویسنده ذکری از شعرا و ادبا همانند شاه عبیدالله بغدادی، ذوالفقار علی مست، رابیندرانات تاگور معروف به "حافظ" (حافظ که پدر رابیندرانات تاگور بود) کرده است. او می نویسد این شهر مرکز چاپ روزنامه‌های فارسی نیز هست که اول آنها "جام جهان نما" بود همچنین به تعداد روزنامه و فعالیت خبرنگاران آن شهر اشاره کرده و نوشته است که امروز نیز شهر کلکته در فروغ فارسی همان نقشی را دارد که در تاریخ ۲۰۰ ساله‌اش داشته است.

Marfat.com

تقابل افکار اقبال و شهید مرتضی مطهری

سید سکندر عباس زیدی

نویسنده در ابتدای مقاله اش شخصیت و افکار هر دو متفکر و دانشمند اسلام را معرفی می کند و میگوید هر دو دژها و حصارهای محکم جهان اسلام میباشند که استعمار را با استفاده از حکمت و دانش و تحقیق و جستجوی مبارزاتی خویش با شکست دچار کردند. پیغام جهان و انقلاب آفرین اقبال (ره) تنها مخصوص مسلمانان هند نبود بلکه صدای مؤثر درخصوص آزادی خواهی و خودشناسی و خودسازی جهان اسلام بود. معلم انقلاب استاد مرتضی مطهری در پرتو نور افکار انقلاب انگیز اقبال (ره)، رهبری امام خمینی (ره) و با همکاری علما و متفکرین معاصر بزرگترین انقلاب قرن را بپا کرد. او همانند اقبال معتقد بود که اسلام تنها مکتب فکر است که می‌تواند انسان را راهنمایی کند هر دو متفکر در سخنرانی ها و نوشته های خویش توطئه های استعمار علیه مسلمانان را فاش و برملاء کردند.

شهید مطهری در کتابهای خودش در ۷۰ جا نسبت به اهمیت شخصیت و هنر و شعر و فکر انقلابی اقبال (ره) استدلال کرده‌است. هر دو متفکر به شیوه و سلیقه های خودشان و بر طبق اوضاع فرهنگی و سیاسی زمانهای خویش به جوامع اسلامی هدیه پرثمر فرهنگ را تقدیم کرده‌اند. هر دو تا دربارهٔ شئون و تعلیمات اساسی اسلامی همفکرند. هر دو تا توطئه های استعمار و اعمال زشت مسلمانان را نشان داده بطور موفقیت آمیز سعی کردند شعور و آگاهی‌های اسلامی را بیدار کنند. مطهری طی فرازی تجلیل از اقبال مینویسند : این تأثیر آه و فغان اقبال لاهوری بود که قلوب خوابیده و اذهان منتشر و پراکندهٔ مسلمانان را همانند نسیم صبحگاهی بیدار کرد. او بر این است که اقبال همزمان با خلق و ایجاد افکار و اندیشهٔ جدید را بدون احیای معنویت بی‌کار و بی‌ثمر می‌پنداشت. و میگوید : او همراه با آگاهی کامل در مورد تمدن غرب نقاد شدیداللحن آن بود. او در فکر حل مسائل سیاسی، اقتصادی و معاشرتی مسلمانان بود. شهید مطهری معترف است که شعر اقبال حتی پس از ترجمه به عربی یا فارسی تأثیر و حماسه آفرینی‌اش برقرار است.

Marfat.com

قادر نامهٔ غالب

اثر دکتر محمودالرحمن

نویسنده طی مقاله‌ای به معرفی کتاب غالب شاعر معروف هندوستان که بعنوان قادرنامهٔ غالب برای آموزش و تربیت کودکان نوشت، می پردازد او ابتداء این کتاب را جهت دو خواهرزادگانش که باقر علی و حسین علی خان بودند نوشت ولی بعدها این کتاب برای کلیهٔ کودکان مورد استفاده قرار گرفت. کتاب خیلی سهل و آسان و به زبان سلیس و روان و با درنظر گرفتن طبایع کودکان نوشته شده است. او بصورت شعر ساده به کودکان اردو و فارسی آموخت زیرا در شعر محاسن مختلفی از جمله مزاح و طبع و زیبایی ادبی وجود دارد با کودکان بعنوان استاد و معلم خیلی مهربانانه گفتگو می‌کند و با استفاده از کلمات جالب و پر محبت و دلکش آنها را تأدیب می‌کند بعد از درس آنان را دعوت به نوشتن و سرائیدن غزل ساده می‌کند تا خستگی آنها رفع بشود و آنان برای درس مجدداً آمادگی و تازگی پیدا کنند این یکی از کتابهای ادبیات کودکان است که خیلی مفید، نافع و برای کودکان فراگیری آن شیرین است.

مثنوی بو علی شاه قلندر

مقصود حسنی

شاعر عکّاس زمان خودش است در حالیکه موزّخ تحت فشار و یا تحریص و ترغیب است و بعضی وقت‌ها صورت وقایع زمانش را مسخ می‌کند و یا نادیده می گیرد و یا حذف و تحریف می نماید. حضرت شرف‌الدین بو علی شاه قلندر یکی از صوفیان بزرگ هند است و بخوبی اوضاع سیاسی، اجتماعی و خانقاهی زمان خودش را منعکس کرده است. در کتاب مثنوی خود رموز تصوف و عشق را تعلیم می‌دهد و

Marfat.com

از همین طریق نیز احوال و اوضاع زمانش را منتقل می‌کند. اسلوب مذکور بدون ایجاد هرگونه تلخی عکس آنزمان را جلوه می‌دهد ..... مثنوی اش روش های سیاسی سلاطین زمانش را برملاء می‌کند. او اسم امام حسین (ع) و یزید را در حین گفتگوی حق و باطل بعنوان تلمیحات مورد استفاده قرار می‌دهد نیز با استفاده از مثنوی‌اش سعی دارد تبعیض نژادی زنگ و نسل زمانش را خاتمه دهد. او مصایب مردم آنزمان را آثار قرب قیامت توصیف می‌کرد. او خواننده اش را مورد تأثیر قرار می‌دهد و سعی در اصلاح نحوهٔ معاشرت و روشهای عمومی ثروتمندان و امرای زمانش می‌کند. از سوی دیگر حیله ، روش، طرز عمل و ادعاهای مشایخ دروغین را فاش می‌کند. نیز از یک مرد عارف مثال می‌زند که نسبت به عبادتش عُجب داشت همین عُجب سبب ایجاد حجاب بین او و خدا شد. بعدها عارف توجه و توبه می‌کند و به خدا مراجعه می‌کند. لذا مثنوی بو علی قلندر شعر اصلاحی است و عکاس زمان خود می‌باشد.

استعمال ضرب الامثال فارسی در زبان اردو

دکتر وجیه‌الدین

نویسنده در مقاله‌اش نسبت به بیان اشتراکات و مشابهات فرهنگی بین هند و پاکستان و ایران می‌پردازد و این اشتراک فرهنگی را که در ضرب‌الامثال مشترک فارسی و اردو موجود است، مورد بررسی قرار می‌دهد. ابتدا به تعریف و توصیف ضرب‌الامثال بعنوان ترجمان بینش ملی و خزینهٔ علمی آن می‌پردازد و می‌گوید که اینها میراث زمان سابق است که تجربیات، افکار و رسوم ملل مختلف را انعکاس می‌دهد و آنها را به نسل آینده منتقل می‌کند او ضرب‌الامثال را به سه نوع تقسیم کرده‌است.

اول ، ضرب الامثالی که حقایق را کاملاً ابراز می‌کنند؛ دوم، آنهائی که در میان تجربیات روزمره بکار برده می‌شود و سوم، آنهائی که به بیان عقل و امور علمی و نغمات ملی و مردمی و بیان فصل ها و مراسم می‌پردازند. ادبا ضرب‌الامثال را از

Marfat.com

قدیمی ترین بخش ادبیات بشمار می آورند که در ازمنهٔ طولانی از زبانی به زبان دیگر و از نسلی به نسلی دیگر منتقل می‌شوند. او با اشاره به روابط قدیم فرهنگی و سیاسی و بازرگانی هندوستان و ایران می‌گوید زبان سنسکریت با زبان فارسی قدیم اوستا مشابهت زیادی دارد. دلیلش هم این است که آریایی‌ها اول به ایران و سپس به هند وارد شدند، زبانی که در هند مورد استفاده قرار گرفت سنسکریت و زبانی که در ایران رواج یافت فارسی نامیده شد. امثال و حکم و اخلاق و نصایح و داستانهای مربوط به آن که در زبان سنسکریت بود به فارسی ترجمه شد. مثلاً داستان کلیله و دمنه که در زمان سامانیان ترجمه شد و همینطور ضرب‌الامثال سنسکریت که در آن کتاب بود به فارسی برگردانده شد. شعرا و ادبای ایران در زمان مغول بین دو کشور خیلی رفت و آمد داشتند. کاروانهای تجارتی و بازرگانان همینطور. این اختلاط و ارتباط موجب ایجاد اشتراک در امثال رایج شد. نویسنده بعد از این دیباچه به بیان تعدادی از ضرب‌الامثال که بین دو زبان مشترک است می‌پردازد.

امت واحده

ریاض احمد چشتی نظامی تصوری

نویسنده ضمن اشاره به اهمیت امت واحدهٔ جهانی اسلام می‌نویسد سنتهای قدیم اسلام بر سطح وسیع تری پرچم دار حقوق انسانی است تا نمایندهٔ منافع گروههای مخصوص، همانطوری که اسلام شرف خانواده را معدوم کرد برای وطن پرستی نیز اهمیتی قایل نشده است. چراکه پستی آب و گل روان انسانی را طوری آلوده می‌کند که قدرت پرواز را از او سلب میکند. نظام اسلام هدف و آرمانش صلح و امنیت ملل جهان و بوجود آوردن یک نظام اجتماعی میباشد. او می نویسد : علیرغم این که میهن دوستی از ایمان است، در عین حال بیزاری از میهن پرستی عین روح اسلام است. وطن اصطلاح جغرافیایی است و بدین جهت با اسلام متناقض و معارض نیست ولی تصور سیاسی از میهن که امروزه آن اصطلاح مرسوم است متضادّ با اسلام است. او می‌افزاید : پادشاهی، دمکراسی همه شاخه های میهن پرستی متجاوزگرانه است که در تعارض با تعالیم اسلام میباشد. امروز افراد نسل انسانی علیرغم کمال توسعهٔ

Marfat.com

پیشرفتهای خویش به جان هم افتاده‌اند. واقعیت بقای انسانی در احترام بشریت نهفته است لذا وحدتی که از احترام بشریت بوجود آید تنها همان وحدت محترم و معتبر است. لذا نظام اخوت قربت و مساوات بوجود نمی‌آید مگر اینکه بتهای دمکراسی، ملت گرایی، ملوکیت از هم پاشیده شوند و تا میهن پرستی و تبعیض های رنگ و نژاد از بین نرود نظام دمکراتیکی غرب که پرچم دار حقوق انسانی و ملل ضعیف بود امروز به بدترین مشکل و وضع ملوکیت و استعمارگری در آمده است. او میگوید : بزرگترین عیب دمکراسی این است که سرشماری می کند نه وزن سنجی که بدون آن هیأت اجتماعی نمیتواند بر مدار عدل برقرار بشود.

از طرف دیگر محبت با میهن روحیهٔ طبیعی است و بین کلیه انسانها یک قدر مشترک است و همین روحیه اگر در منطقه‌ای موجب تشکیل دولت الهیه بشود باعث میشود که در مناطق دیگر نیز دولت الهیه تشکیل و تأسیس بشود. ملوکیت و دیکتاتوری و دمکراسی تنها ، آنموقع از صحنه خارج میشود که سیاست مطلق العنان نماند بلکه تحت آئین و اساسنامهٔ خدایی و چهار چوب اخلاق قرار گیرد تنها آن سیاست سیاست واقعی است که نگهدار مصالح کلی باشد.

حجاب تشخّص زن مسلمان

پروفسور دکتر شگفته موسوی

نویسنده با اشاره به تحول عظیم‌الشأن زنان مسلمان ایرانی که در پی انقلاب اسلامی ایجاد شده‌است با رعایت شئون اسلامی در خصوص حجاب به بحث پرداخته‌است. او به عظمت زن از دیدگاه خداوند متعال بحث کرده و معتقد است که خدا به زن موقعیت و منزلت بزرگ و رفیعی داده است او حی است و به زن لقب "حوّا" داد او رحمان و رحیم است و به زن "رحم" داده‌است. نویسنده در بحث مفهوم حجاب و حکم حجاب اسلامی را از آیهٔ ۵۳ احزاب می‌گیرد که این آیه یکسال پیشتر از دستور عمومی حجاب عامة‌المؤمنات نازل شد. بعد او نسبت به معنی حجاب و حجابهای مختلف مرسوم در جهان اسلام گفتگو می کند حجاب از

Marfat.com

روی قرآن جلباب یا چادر بزرگ توصیف می‌شود. او گفته است که حجاب هدفش مشخّص کردن زنان مسلمان از زنان غیر مسلمه میباشد. و ثابت کرده است که حجاب نه فقط این که تذلیل و اهانتی نسبت به شخصیت زن نیست بلکه تجلیل و حرمتی است برای او حجاب را سمبل و علامت کیفیت ذهنی زنان مسلمان قرار داده است که عبارت است از حیا و عفت. و به مردان مسلمان نیز همین دستور را داده شده است که از نگاههای بی‌بندوبار خود داری کنند چرا که این عفت انسانی است که اهمیت دارد و باید حفظ بشود و دستور عفت برای مرد و زن یکسان است نه فقط برای زن که می بایست خود را بپوشاند.

نهضتهای غرب و آیندهٔ روشن اسلام

سرهنگ غلام سرور

نویسنده در این مقاله ضمن اشاره به مکاتب بشری از قبیل مارکسیسم، فاشیسم،امپریالیزم غربی، لائیسم، سکولاریسم، همه را دارای مشکلات و نارسایی‌هایی می‌داند که در واقع پاسخگوی مقتضیات جهان بشری نیستند. دانشمندان متعهد غربی معتقدند که انسانها در این عصر خودشان را به نابودی سوق می‌دهند و معتقدند که اگر بشریت ارتباط خود را با دین ایجاد نکند عمل تخریب و نابودی انسانها استمراز خواهد داشت.

ایشان ضمن با برشمردن مبارزین و شخصیتهای جهان اسلام از جمله سید جمال‌الدین اسدآبادی، شیخ محمد عبده، حسن البناء، علامه اقبال، ابوالاعلی مودودی ، امام خمینی (ره) که نسبت به ابلاغ پیغام اسلام به اطراف و اکناف جهان در قرن بیستم تلاش کردند نشان ارتباط انسانها با دین ذکر کرده و یاد آور می‌شود که قبلاً این ارتباط اصلاً وجود نداشت و یاکم رنگ وجود داشت.

Marfat.com

وی در پایان مقاله این چنین نتیجه می گیرد که در حال حاضر فقط دو مکتب در جهان وجود دارد که اذهان مردم غرب را به خود مشغول کرده است. اولا" مکتب سکولاریزم که در واقع جایگاه خود را به خاطر مادیگرائی و دنیا پرستی و منافع جوئی از دست داده است و دیگری مکتب اسلام است که با نگرش به معنویت و نوید صلح و آرامش، پناهگاه انسان متحیر سرگشته و پشیمان است که در حال حاضر وجود دارد.

Marfat.com

قطعہ

بکھرے پڑے ہیں راہ میں ہم ڈھول کی طرح
وہ تاب وہ مجال وہ دم خم نہیں رہے
ہم کو ترے خیال نے کتنا بدل دیا
محسوس ہو رہا ہے کہ ہم ہم نہیں رہے

(فوق لدھیانوی)

Marfat.com

محفل مشاعرہ

بسلسلۂ ہفتۂ وحدت

اس محفل مشاعرہ میں کم و بیش ۲۲ شعرا اور دانشوروں نے شرکت کی اور اس میں حصہ لینے والے ہر سخنور نے اپنے اپنے انداز اور اسلوب میں اپنا کلام پیش کیا۔ اس سلسلے میں یہاں ہم کچھ اشعار و گفتار کو آپ قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ دیگر اشعار کو انشاء اللہ جلد از جلد خصوصی اشاعت میں نشر کیا جائے گا۔

Marfat.com

عقل و دل

ہر خاکی و نوری پہ حکومت ہے خرد کی
باہر نہیں کچھ عقلِ خدا داد کی زد سے
عالم ہے غلام اس کے جلال ازلی کا
اک دل ہے کہ ہر لحظہ الجھتا ہے خرد سے

(علامہ اقبال)

Marfat.com

اردو، فارسی زبانوں میں ایک منفرد
"محفل مشاعرہ"☆

وہ رہبروں کے لئے ایک رہنما پیکر
وہ علم و فن کا پیمبر وہ خوش نوا رہبر

از: ناصر زیدی

ہمارے برادر اسلامی ملک ایران میں جو عظیم اسلامی انقلاب آیا، اس میں مفکر پاکستان، شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال کے انقلابی کلام کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ انقلاب اسلامی ایران کے بانی حضرت امام خمینیؒ کی بے مثل اور بے لوث قیادت میں عملی طور پر انقلاب ممکن ہو سکا۔ گزشتہ دنوں حضرت امام خمینیؒ کی گیارہویں برسی، ایران و پاکستان اور بعض اسلامی ممالک میں عقیدت و احترام سے منائی گئی۔ کلچرل قونصلیٹ اسلامی جمہوریہ ایران نے اس موقع پر ایک محفل مشاعرہ کا اہتمام کیا، جس کی صدارت آقائے کلانتری نائب سفیر دولت اسلامی ایران نے کی جبکہ مہمانان خصوصی ممتاز عالم دین مقرر بے بدل علامہ عقیل ترابی (کراچی) اور اکادمی ادبیات پاکستان کے ناظم خالد یاسر تھے۔ راولپنڈی و اسلام آباد کے جن شعراء نے انقلاب ایران اور حضرت امام خمینیؒ کے حوالے سے اپنا کلام سنایا، ان میں جاوید اقبال قزلباش، عائشہ مسعود ملک، محترمہ رضیہ اکبر، انجم خلیق، عابد از سید، سرفراز شاہد، شاہدہ لطیف، سید عارف، سرور انبالوی، رشید نثار، سلمان رضوی، ظفر اکبر آبادی، ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی، نصرت زیدی،

☆-یہ مقالہ روزنامہ پاکستان اسلام آباد مورخہ ۱۹ جون ۲۰۰۰ء میں چھپ چکا ہے۔

Marfat.com

مقصود جعفری، بشیر حسین ناظم اور ڈاکٹر توصیف تبسم شامل تھے۔ مشاعرے کی نظامت کے فرائض ہمارے سپرد تھی۔ جبکہ کلام پاک کی تلاوت کی سعادت آقائے محمد تقی نجفی نے حاصل کی، شعرائے کرام اور تمام مہمانان تقریب کو خوش آمدید کہنے کیلئے آقائے ڈاکٹر رضا مصطفوی، کلچرل قونصلر اسلامی جمہوریہ ایران نے مختصر تقریر فارسی زبان میں کی، جس کا اردو ترجمہ بھی ساتھ ساتھ کیا گیا، انہوں نے کہا "حضرت امام خمینیؒ خود بھی شاعر تھے اور ہم شعرا کا احترام تہہ دل سے کرتے ہیں کہ شاعری ذہنوں میں انقلاب لاتی ہے۔" اب کچھ منتخب فارسی و اردو اشعار ملاحظہ فرمایئے۔ مختلف شعرا کے کلام سے۔

یہ چمن تاراج تھا یاد خزاں کی زد میں تھا
برگ گل کی مسکراہٹ اب تو صبح و شام ہے

جاوید اقبال قزلباش

علامہ، ولی، مجتہد و مفتی دوراں
ہے رفعت اوصاف کا معیار خمینی

انجم خلیق

محترمہ عائشہ مسعود ملک خوبصورت لب و لہجے کی خوبصورت شاعرہ ہیں، وہ معروف گلوکار مسعود ملک کی اہلیہ ہیں۔ ان کا ایک مجموعہ کلام "تتلی زندہ رہنے دو" کے نام سے چھپ کر مقبول ہو چکا ہے اور "پروین شاکر ایوارڈ" بھی حاصل کر چکا ہے۔ انہوں نے پہلی بار فارسی میں نظم سنائی، ابتدائی سطریں یوں تھیں۔

عجب انقلاب آمد
قوم بی سایہ یافت
ردائے خمینی....

سرفراز شاہد کا قطعہ تھا۔

اسلام کے وقار کو جس نے کیا بلند
دنیا کو اس امام خمینی پہ ناز ہے
تہران و اصفہان کی کایا پلٹ گئی
جو قوم سرنگوں تھی وہی سرفراز ہے

Marfat.com

" کچھ اور منتخب اشعار ملاحظہ ہوں:

اے خمینیؒ اے امیر کارواں
تجھ پہ نازاں ملت اسلامیاں
تو نے ظلمت کو عطا کی روشنی
تیرے قدموں پر جھکا تاج شہی

سرور انبالوی

تیرے اقدام سے ایران کی تطہیر ہوئی
ریزہ ریزہ کیا بت تو نے شہنشاہی کا
تیری آواز سے باطل پہ ہے لرزہ طاری
ہر زباں پر ہے بیاں تیری حق آگاہی کا

ظفر اکبر آبادی

وہ انقلاب کا رہبر وہ مصلح ملت
وہی کہ جس نے مٹایا غرور سلطانی
وہی کہ جو ہے خمینی کے نام سے مشہور
وہی کہ جس نے مصلے پہ کی جہانبانی

نصرت زیدی

پنجابی کی ایک معروف و مقبول صنف سخن ہے "ماہیا" اب اردو میں بھی بکثرت "ماہیے" لکھے جا رہے ہیں لیکن بشیر حسین ناظم نے امام خمینیؒ اور انقلاب ایران کے حوالے سے "فارسی ماہیے" سنا کر مزید جدت کا ثبوت دیا۔ شاعر ہفت زبان مقصود جعفری نے "امام خمینیؒ" پر تازہ نگر طویل نظم فارسی میں سنائی۔ دو تین شعر یہ تھے۔

قوت باطل ز فکر مرد حق لرزیده بود
از جلال بت شکن باطل ہمہ ترسیده بود
او برائے ملتؔ آورده نظام زندگی
کوشش و کردار او تابندگی، پائندگی

Marfat.com

وحدت فکر و نظر را تابش انوار داد
با کتاب علم و حکمت گرمیٔ افکار داد　　　مقصود جعفری

ڈاکٹر توصیف تبسم نے "مہر امروز" کے عنوان سے نظم سنائی، دو شعر ہے

عجیب چیز تھا وہ شوق رہ نورد اس کا
کہاں کے فاصلے، سب منزلیں تھیں زیر قدم
ہر ایک دوز میں روشن ہے مصرع اقبال
"غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم"

آقائے ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی اور خانم رضیہ اکبر نے فارسی زبان میں خوبصورت کلام سنا کر داد حاصل کی۔ شاہدہ لطیف، علمدار حسین سید، رشید نثار نے اردو میں اور سلمان رضوی نے فارسی و اردو میں کلام سنایا جبکہ نصرت زیدی نے بھی ایک قطعہ فارسی میں سنایا۔ یوں یہ فارسی اور اردو کا ملا جلا مشاعرہ صاحبان ذوق کی توجہ کا آخر تک مرکز رہا۔

حضرت علامہ عقیل ترابی نے فارسی زبان میں بہت رواں تقریر کی، انہوں نے حضرت امام خمینیؒ کے فلسفۂ انقلاب کو واضح کیا اور انقلاب اسلامی ایران کے حوالے سے امت مسلمہ کو اتحاد و عمل کا پیغام دیا۔ نائب سفیر اسلامی جمہوریہ ایران آقائے کلانتری نے حضرت امام خمینیؒ کی شخصیت اور ان کے افکار پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ "امام خمینیؒ صرف ایک فقیہہ ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک بے مثل سیاستدان، خوش گفتار شاعر، زاہد و عابد اور صاحب عرفان شخص تھے۔ ان کی سحر انگیز شخصیت میں بڑی تابانی تھی۔ علم و عرفان و حکمت کے پیکر تھے" انہوں نے اسلام کو ایک مکمل دین قرار دیتے ہوئے کہا کہ اسلام ایک ایسا روشن و تاباں مذہب ہے، جس کی زندگی کے ہر شعبے سے براہ راست تعلق ہے

ہاں یاد آیا کہ میزبان ہونے ناطے سب سے پہلے ہم نے بھی کلام سنایا تھا۔ حضرت امام خمینیؒ کے حوالے سے لکھی گئی نظم کی ٹیپ کا شعر تھا۔

وہ رہبروں کے لئے ایک رہنما پیکر
وہ علم و فن کا پیمبر وہ خوش نوا رہبر　　　ناصر زیدی

تمام شعراء مہمانان خاص اور حاضرین (خواتین و حضرات) کیلئے، پذیرائی، کا خاص اہتمام تھا۔ "جنہوں نے شعروں سے لطف نہ اٹھایا یا لذت کام و دہن سے شاد ہوئے۔"

Marfat.com

هفتهٔ وحدت

به مناسبت هفتهٔ وحدت و میلاد حضرت رسول اکرم
محمد بن عبدالله صلی الله علیه و آله وسلم

عید میلادالنبی(ص) گوهر فشانان آمده
رونق فرهنگ و دین خوش عهد و پیمان آمده
مردم دانا و بینا یک دل و یک جان شده
صف به صف پیمانگر خط شهیدان آمده
هفتهٔ وحدت شده پیوستگی های قلوب
یک ره و یک سو همه وحدت نیوشان آمده
روز میلاد رسول (ص) آمد مبارک بادمان
عشق پاک مصطفی(ص) مشکل گشایان آمده
هفتهٔ وحدت شده در وقت میلاد رسول(ص)
فتح و نصرت چون بهاران شکوفان آمده
عاشقان مصطفی(ص) و راهیان حق شناس
یک زبان و یک بیان جویای انسان آمده
چشم دل سوی خدا وگوش جان بر مصطفی(ص)
رو به روی کعبه گشته باده نوشان آمده
ای مدینه در زمین تو بود نور خدا
گنبد خضرا نشان نور یزدان آمده

Marfat.com

یا محمد(ص) یا علی(ص) نُور علی نُورِ امین
اعتصام حبل اللّه، اصل ایمان آمده

آمده آن دم که هر کس دست و دل یکسان کند
از می وحدت بنوشند شاد و مستان آمده

جلوهٔ آزادگی در مُلک دل پیدا شده
دشمن شیطان صفت در جان هراسان آمده

ای بهشتی مؤمنان، ای همرهان انقلاب
وحدت اسلامی ما، گل فشانان آمده

مایه‌ور شد انقلاب از وحدت اسلامیان
سورهٔ إنّا فَتحنا حکم رحمان آمده

هم ائمه، هم صحابه، هم تمام عارفان
هم وصی و هم ولی، رود خروشان آمده

هم محدّث، هم مفسّر، هم فقیه خوش نظر
فکر او روشنگر راه مسلمان آمده

آن که در راه خدا پیمان وحدت بسته است
اصل وحدت را هماره از دل و جان آمده

یک زمان غافل مشو از اصل وحدت ای جوان
عهد و پیمان تو با شاه خراسان آمده

این جهان در حالت حقد و حسد سوزان شده
دشمنان وحدت ما جمله شیطان آمده

Marfat.com

دل شــده گــریان کــنون از ظــلم جُــهّال زمـان
مســجد اقــصی بــبین در دست عــدوان آمــده
مــا هــمه گــویندۀ اللّــه اکــبر در جــهان
صــفحۀ روح خــدا هــمواره رخشــان آمــده
از نــجف تــا کــربلا بشــنو صلای یــا عــلی (ع)
یا حسین(ع) و یا حسن(ع) خورشید تــابان آمــده
مــا هــمه پــیمانگر شــاه شــهیدان بــلا
خــطبۀ زیــنب (ص) نگــر شــمشیرِ بُــرّان آمــده
سکّــــۀ آزادی وحــدت زده روح خــــدا
جــملـه آزادان دنــیا سکّــه ســازان آمــده
صــورت زیــبای وحــدت جاذب پیر و جــوان
بــام وکــوچه، در بــه در جــمله چــراغــان آمــده
کــاروان هــفتۀ وحــدت روان روز و شــبان
ایــن "رهــا" هــمراه آن پــیوسته کــوشان آمــده

سرودۀ دکتر محمد حسین تسبیحی

۲۸/۱/۲۰۰۰ م = ۱۳۷۸/۱۱/۸ هش

Marfat.com

وحدت فکر و نظر

از : پرفسور مقصود جعفری

قوت باطل ز فکر مرد حق لرزیده بود
از جلال بت شکن باطل همه ترسیده بود

او ز تیغ فکر قرآن فرق باطل لخت کرد
زندگی را بهر اعدای مسلمان سخت کرد

خون سُرخش لاله زار آورده در دشت و چمن
شد بهشت جاودانی از شهیدان وطن

خون تازه می چکد از خامهٔ افکار او
کز هزاران در گذشته دفتر اشعار او

او مجاهد بود و در رزم جهان جنگیده بود
خارها را از ره مردان حق بر چیده بود

بت شکن در عصر حاضر شیشهٔ باطل شکست
کشتی سرمایه داری برسر ساحل شکست

یک مبارز بود و کار غرب را دشوار کرد
دشمنان را جمله رسوا برسر بازار کرد

او برای ملّت آورده نظام زندگی
کوشش و کردار او تابندگی، پایندگی

Marfat.com

از جبینش شد طلوع مهر حق در قلب ما
در دلش تابیده ماه روشن حرف دعا
آن خمینی(ره) گشته رازی از کتاب راز حق
همدم مظلوم هست و نعرهٔ دمساز حق
پشت پا زد بر سر تاج و سریر اهل زر
نعرهٔ مستانه زد او بر بساط شور و شر
یک جهان آباد شد از نعرهٔ تکبیر او
فکر تازه آمده از جلوهٔ تفسیر او
وحدت فکر و نظر را تابش انوار داد
با کتاب علم و حکمت گرمی افکار داد
تا ابدنامش شده روشن چو مهر تابناک
کم نظر پیوسته می‌داند و را یک مشت خاک
تا قیامت خاک را او غیرت ناهید کرد
ذره های خاک را او صورت خورشید کرد
شاد باش ای روح پاک مرد حق و حق نگر
از جهان نوریان ما را تو آوردی خبر
ای مسلمان ! زادهٔ اسلام باش و شرم کن
خون خود را از شرار گرمی خود گرم کن
"جعفری" همواره می نالد به درگاه خدا
تاکه از روح خمینی (ره) می رسد نور دعا

Marfat.com

نعتِ حضرتِ رسولِ خدا

ڈاکٹر سر فراز ظفر

اے گنبد خضرا کے مکیں بس نہ ہم ہی ہیں
قربان تیری رہ میں نبی اور ولی ہیں
اے نور مجسم تیری رعنائی کے قرباں
دیدار نصیب ہو کہ طلبگار سبھی ہیں
پھیلی ہے فضاؤں میں تیری زلف کی خوشبو
سرسبز تیرے دم سے گل و سرو و سہی ہیں
خیرات تیری زلف کی ہے شب کی سیاہی
کرنیں تیرے انوار کی ہر سو بکھری ہیں
میلاد محمدؐ کے ہیں ایام تو دیکھو
ہر شہر میں کوچہ و گلی کیسی سجی ہیں
ملتے ہیں گلے عرش پہ خوش ہو کے فرشتے
حوریں بھی بڑے ذوق سے ہر راہ پہ کھڑی ہیں
اس خاک پہ ہو جائے ظفر جان بھی قرباں
جس خاک لگے نقش کف پائے نبیؐ ہیں

Marfat.com

حسینؑ ابن علیؑ کی ہمیں ضرورت ہے

خانم شاہدہ لطیف

ہمارے عہد میں کتنے یزید رہتے ہیں
ہمارے عہد میں خوں کے فرات بہتے ہیں
ہمارا عہد بھی کرب و بلا کی صورت ہے
حسینؑ ابن علیؑ کی ہمیں ضرورت ہے

ہماری فکر کے ڈوبے ہوئے سویرے ہیں
ہمارے چار سو پھیلے ہوئے اندھیرے ہیں
ہماری سوچ میں لپٹی ہوئی کدورت ہے
حسینؑ ابن علیؑ کی ہمیں ضرورت ہے

دل و دماغ میں جب وسوسے ابھرتے ہوں
غم و الم کے حوادث ہمیں پکڑتے ہوں
حسینیتؑ کا چلن سب سے خوبصورت ہے
حسینؑ ابن علی کی ہمیں ضرورت ہے

Marfat.com

ایران کا نہیں وہ تو ہے اسلام کا رہبر

سید علمدار حسین سید دہلوی

اک مرد جری جو تھا فقیہ اور قلندر
اسلام کی روح جس کے رگ و پے کے تھی اندر
وہ جس سے کہ اغیار کے ایوان تھے لرزاں
تھا قوت اسلام کا تابندہ وہ جوہر
لرزاں تھے صنم سطوت شاہی تھی ہراساں
تھا عالم دیں معرفت یزداں کا پیکر
مخلص تھا میسر ہوئی تب قوت غیبی
شاہی کو مٹا دیتی ہے بس ایک ہی ٹھوکر
ہم چاہے خمینی یا حسینی کہیں اسکو
تھا فلسفۂ دین کے احیاء کا پیمبر
خوش بختی ایران ہے پیدا تو اس میں
ایراں کا نہیں وہ تو ہے اسلام کا رہبر
اسلام میں اک روح نئی پھونک گیا ہے
اس جیسا کہیں قرنوں میں ہوتا ہے میسر
ہے دین کی تابندہ و پائندہ علامت
تقلید خمینی کی ہے تقلید پیمبر
سید ہو جسے شوق و شغف حق سے اگاہ
وہ روح خمینی کو سدا پائے گا یاور

Marfat.com

انقلاب ایران

از : نیسان اکبر آبادی

ملک ایران میں تھا پھیلا ہوا فسق اور فجور
مسخ تہذیب کا چہرہ تھا، تو زخمی تھا شعور
خلق کے نام کو بدنام کیا جاتا تھا
بدسلوکی کو سرعام کیا جاتا تھا
بھول بیٹھے تھے کہ کیا شے ہے شریعت کا نظام
عام بازاروں میں صہبا کے چھلکتے رہے جام
مرد مومن کی نگاہوں نے یہ منظر دیکھا
قوم اور ملک کا جو حال تھا ابتر دیکھا
اس کی خود دار طبیعت نے اک انگڑائی لی
اس نے تقدیر وطن اپنی بدل کر رکھ دی
اس نے لادینی کے اصنام کچل ڈالے تھے
سحر و شام کے انداز بدل ڈالے تھے
اس نے پسماندہ جو تھے قوم کی ہمت بدلی
اس نے بگڑی ہوئی اسلام کی صورت بدلی۔
اس نے تاریکی باطل کو مٹا ڈالا تھا
اس کی نظروں میں جو مقصد تھا بہت اعلیٰ تھا
اس کا منشاء تھا کہ اسلام کی تعلیم ہو عام
اس کی خواہش تھی کہ من مانی بدل جائے نظام
اس کا منشا تھا کہ قائم ہو نظام یزداں
اس کی خواہش تھی پڑھیں لوگ کلام یزداں
اس نے اک آن میں کایا ہی پلٹ کر رکھ دی
اس نے سیلاب کی موجوں سے نکالی کشتی
مرد مومن وہ خمینی تھا ضعیفی میں جواں
رخ طوفاں کو بدل ڈالا یہ تھی تاب و تواں

Marfat.com

تہذیبِ نسواں

عورت چراغ خانہ ہو عزت اسی میں ہے
محفل کی شمع بننے میں اس کا نہیں وقار
علم و ہنر میں، ذہن و ذکا میں ہو بے بدل
عورت کے واسطے ہے یہی وجہِ افتخار

(تحسین جعفری)

Marfat.com

علامہ اقبالؒ
رہبر معظم انقلاب اسلامی کی نظر میں

اقبالؒ ایک عظیم مصلح اور حریت پسند ہیں اور اگرچہ حریت پسندی اور سماجی اصلاح کے میدان میں ان کا مقام بہت اہم ہے لیکن اس کے باوجود ان کو محض ایک سماجی مصلح قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس برصغیر میں ان کے معاصرین میں سے کیا ہندو اور کیا مسلمان بعض اور شخصیات کو بھی سماجی مصلح ہونے کی حیثیت حاصل ہے.... لیکن اقبالؒ ان سب سے بڑے ہیں اور اقبالؒ کے کام کی عظمت کا ان میں سے کسی سے بھی موازنہ نہیں کیا جاسکتا.... اقبالؒ کو ایک اجتماعی مصلح پکارنے سے ہم ان کی پوری شخصیت کو بیان نہیں کرپاتے اور مجھے وہ لفظ اور عبارت نہیں ملتی جس سے اقبال کی تعریف کا حق ادا ہوسکے۔

Marfat.com

PAYGHAM-E-ASHNA

Quarterly Journal

of the

Cultural Consulate of the

Islamic Republic of Iran

Islamabad

Spring, 1379

(June 2000)

A collection of Research articles
With background of
Common cultural heritage of
Iran and Indo-Pak Subcontinent.

Marfat.com